بسم الله الرحمن الرحیم

حرمت محرم

نام کتاب: **حرمت محرّم**

مؤلف: **سید جواد نقوی**

ترتیب: **مرکز تحقیقات اسلامی بعثت**

ناشر: **متاب پبلی کیشنز**

اشاعت: **اوّل**

تاریخ اشاعت: **۲۱ ذوالحجہ ۱۴۴۳ھ، جولائی ۲۰۲۲**

تعداد: **۲۰۰۰**

عرضِ ناشر

رمضان المبارک کی آمد پر ایک تو مہنگائی بڑھ جاتی ہے، کھانے پینے کی اشیاء کا حصول لوگوں کے لیے دشوار ہو جاتا ہے اور دوسرا رؤیت ہلال کا بحران ہو جاتا ہے اور دونوں موضوع رمضان المبارک کے تقدس واحترام کے ساتھ تناسب نہیں رکھتے۔ مسلمانوں کے شایانِ شان نہیں ہے کہ عبادت و بندگی کے موقع پر تشویش و کنفیوژن کا شکار ہو جائیں۔ میڈیا مسائل کو ہوا دیتا ہے، حکومت ان مسائل کے حل کے لیے وقتی راہِ حل تجویز کرتی ہے۔

محرم الحرام کی آمد میں نا امنی اور فرقہ وارانہ فضا بن جاتی ہے۔ واضح طور پر قوم دو حصوں میں تقسیم نظر آتی ہے، محرم میں عزاداری کرنے والے اور دوسرے مجالس و عزاداری پر پابندیاں لگا کر محدود کرنے کے خواہشمند۔ میڈیا مسائل کو ہوا دیتا ہے فرقہ باز عناصر اپنے کاروبار کے لیے فضا مکدر کرتے ہیں۔ حکومت اپنے مخصوص روایتی انداز سے ماحول کو پر اَمن رکھنے کے لیے طے شدہ طریقہ کار اپناتی ہے۔

لیکن سماجی، سیاسی اور مذہبی معاملات فقط ان اقدامات سے نہیں سلجھائے جا سکتے، اس کے لیے جامع عمل اور حکمت کی ضرورت ہے جس کا اہم حصہ علماء اور دانشور طبقہ سے مربوط ہے۔ بنیاد قدم کے طور پر لوگوں میں بیداری و شعور بڑھانے کی ضرورت ہے اگر سماجی، سیاسی و مذہبی شعور پیدا اور آگاہی کی سطح بلند ہو جائے تو سال بھر ملک میں رواداری، امن اور احترام کی فضا قائم رہ سکتی ہے۔

امت میں وحدت اور رواداری قائم کرنے کے لیے جامعہ عروۃ الوثقیٰ نمایاں کردار ادا کر رہا ہے، نفرت ختم کر کے محبت کا فروغ، بے حرمتی کا خاتمہ اور احترام کا رواج، غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے تفاہم کا ماحول، جذبات سے کھیلنے کی بجائے مقاصد کی طرف توجہ، منکرات کے اوپر نکیر اور معروف کی ترویج، فرقہ پرستی کی بجائے قومی و دینی جذبوں کا فروغ، وہ بنیادی کام اور اقدام ہیں جسے جامعہ نے اپنا نصب العین بنایا ہے۔

حرمتِ محرم' استادمحترم سید جوادنقوی حفظہ اللہ کے دروس، بیانات اور تقاریر کا مجموعہ ہے جس میں محرم الحرام سے متعلق ہر موضوع پر امت کی رہنمائی موجود ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے محرم الحرام، عزاداری حضرت امام حسین علیہ السلام اور دین کے متعلق وہ بنیادی شعور حاصل ہوسکتا ہے جس کے نتیجے میں محرم میں بے حرمتی کی بجائے احترام اور فرقہ واریت کی بجائے رواداری کو فروغ مل سکتا ہے۔ محرم الحرام کی حرمت، اہلِ بیت علیہم السلام کا مقام، آداب مجالس، مقصد عزاداری، سرمشق ابراہیمیؑ ، اسوہ حسینیؑ اور قیام عاشوراء شیعہ وسنی کی مشترکہ میراث ہے۔

متاب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ امت کی آگاہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک اور توفیق شامل حال فرمائی ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں شکر گزار ہیں کہ حرمتِ محرم کانفرنس کے انعقاد کے موقع پر ہم اسی موضوع پر استادِ محترم کی کتاب قارئین تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ کانفرنس اور کتاب، پاکستان میں حُرمتِ مقدسات، احترامِ اسلامی اور اَمن و رواداری کی فضا ہموار کرنے میں مفید اور مؤثر ہوں۔

والسلام

مرکز تحقیقات اسلامی بعثت

(متاب پبلی کیشنز)

فہرست مطالب

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

فصل اول

حرمتِ محرم الحرام قرآن کریم میں

قرآن کی نگاہ میں محرم الحرام کی حرمت

محرم الحرام کو کربلا کے واقعہ سے پہلے ہی دینِ اسلام میں اشھرِ حرم میں سے شمار کیا گیا ہے، الحرام یعنی حرمت واحترام والا مہینہ۔ قرآن کریم میں سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے قرار دیئے گئے ہیں۔ قارئین کے سامنے قرآنِ کریم کی آیت کریمہ دلیل کے طور پر پیش کی جارہی ہے تاکہ اس امر کی طرف متوجہ ہوں کہ بعض اوقات فرقہ وارانہ ماحول میں ہم قرآن کی بھی بے حرمتی کررہے ہوتے ہیں اور قرآن کی تعلیمات کی تکذیب کرتے ہیں، فرقوں کی نفرت اور ضد میں ہماری آنکھیں بند ہوجاتی ہیں، تعصب کی وجہ سے ہم اندھے ہوجاتے ہیں جس کے نتیجے میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آلِ رسول علیہم السلام اور اللہ کی کتاب کی بھی بے حرمتی کررہے ہوتے ہیں۔

ا۔ سورۂ مبارکہ توبہ، آیۃ ۳۷-۳۶

خداوندتبارک وتعالیٰ نے سورۂ مبارکہ توبہ میں محرم اور دیگر اشھرِ حرم کی طرف مومنین کی راہنمائی کی ہے:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَاللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلاَ تَظْلِمُواْ فِيْهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَقَاتِلُواْ الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ......[1]

بے شک کتاب خدا میں مہینوں کا عدد اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے جب سے اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں، یہی استوار و مستحکم دین ہے، لہٰذا (ان چار مہینوں میں) تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرو اور تم، سب مشرکین سے لڑو جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے۔

---

[1]......(سورۃ التوبہ، آیۃ: ۳۶)

اس آیت کے پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ

......**إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ**......

اللہ کے نزدیک سال کے مہینے بارہ ہیں یعنی ان کا عدد بارہ ہے اور یہ بارہ کا عدد کب سے ہے؟

...... **يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ**......

جب سے اللہ نے کائنات بنائی ہے، چاند کی تاریخ کے مطابق سال کے مہینے بارہ ہیں۔

یہ ہمارے لیے اہم موضوع ہے چونکہ ہم مسلمان ہیں اور قرآن کا فرمانا ہے کہ اللہ کی کتاب میں اور اللہ کی جانب سے آپ کی تاریخ وتقویم چاند کے مطابق ہونی چاہیے۔ بہت سارے مسائل میں ہم جھگڑ رہے کچھ عرصہ پہلے تحفظِ بنیادِ اسلام بل شائع کر کے ایشو بنا دیا گیا، اُس کے اندر غیر ضروری مسائل چھیڑ کے معاملہ الجھا دیا گیا اور ملکی فضاء کو مکدر کیا گیا۔ اگر بنیادِ اسلام بل بنانا ہی تھا تو یہ پنجاب اسمبلی کے اختیار میں ہی نہیں تھا، اُس محکمے کا کام ہی نہیں ہے بلکہ کسی اور کا کام تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اسمبلی میں قرار دار منظور کرتے کہ اللہ کی کتاب میں ہماری اسلامی تاریخ محرم سے شروع ہوتی ہے اور ذوالحجہ پر ختم ہوتی ہے لہٰذا بنیادِ اسلام کی طرف پہلا بنیادی قدم یہ ہے کہ ہم پنجاب اسمبلی میں بل پاس کرتے ہیں کہ ملک میں اس کے بعد تاریخ، جنوری فروری نہیں ہوگی بلکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری تاریخ محرم اور صفر ہوگی، اگر انہیں اسلام کی بنیاد کا ذرا سا علم ہوتا، اگر اللہ کی کتاب کا پاس ہوتا تو حتماً یہ کام کرتے۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے کہ

...... **مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ**......

سال کے بارہ مہینوں میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔

لہٰذا اس بل کی دوسری شق یہ ہونی چاہیے تھی کہ اللہ کے نزدیک تمہارے لیے بارہ مہینے بنتے ہیں اور اُن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، کس کے لیے؟ مسلمین، مومنین، اہلِ کتاب واہلِ قبلہ اور قرآن پر ایمان رکھنے والوں کے لیے، یہ چار مہینے احترام والے مہینے ہیں۔ جب اللہ کے آئین میں اِن چار مہینوں کا احترام ہے تو پاکستان کے آئین میں بھی اِن چار مہینوں کا احترام ہونا چاہیے۔

......ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ......

یہ دینِ قیم ہے، یہ سیدھا، استوار اور مضبوط دین ہے۔ اور یہ اسلام کی بنیاد ہے۔

اللہ نے تمہارے لیے قمری مہینے رکھے ہیں تمہارے ہاں وہی ہونے چاہئیں۔ خود اللہ نے تو دن رات کا حساب کتاب نہیں کرنا بلکہ یہ بارہ مہینے انسانوں ومومنوں کے حساب کتاب کے لیے مقرر فرمائے ہیں اور پھر اُنہی میں سے چار مہینے احترام والے رکھے ہیں کہ یہ دین قیّم ہے۔

...... فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَکُمْ......

تم نے اِن چار مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہیں کرنا، اِن چار مہینوں میں ظلم ممنوع ہے۔

وہ چار مہینے کون سے ہیں؟

۱۔ ذوالقعدۃ الحرام ۲۔ ذوالحجۃ الحرام

۳۔ محرم الحرام ۴۔ رجب المرجب

مومنین کو یہ ازبر ہونا چاہیے کہ یہ چار مہینے حرمت والے ہیں، ان میں آپس میں ایک دوسرے پر کوئی ظلم وزیادتی نہیں کرنی۔

...... وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً......

البتہ مشرکین سے اس وقت لڑو جس وقت وہ تم سے لڑتے ہیں۔

اِن چار مہینوں کا احترام اتنا ہے کہ اِن میں آپ کسی صریح کافر کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اِن چار مہینوں میں امن ہے، اتنا امن ہے کہ کسی کافر کو بھی نہیں چھیڑ سکتے لیکن اگر وہ کافر تم پر حملہ کرتا ہے تو تم صرف دفاع کر سکتے ہو ورنہ اِن چار مہینوں میں کافر کو بھی امان حاصل ہے۔

......وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ......

آپ مقدس لبادوں سے متقی نہیں بنو گے اور نہ دستاروں سے متقی بن سکتے ہو بلکہ آپ اللہ کی حدود و قوانین پر عمل پیرا ہونے سے متقی بنو گے۔ آپ کب متقی بنو گے؟ جب اِن بارہ مہینوں کے لحاظ سے اپنی روزمرہ زندگی کے معاملات مقرر کرو گے، جب اِن بارہ مہینوں میں سے چار مہینوں کو احترام کے طور پر اپنے اوپر فرض

کرو گے، ان چار مہینوں میں ہر چیز امن و امان میں ہو، ان مہینوں کے دوران کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، تب جا کر تم متقی کے زمرے میں آ جاؤ گے۔

محترم مہینوں میں گمراہ قوم کا رویہ

اب اگلا باب بھی ملاحظہ کریں کہ ان چار مہینوں کی حرمت کے مقابلے میں اُس وقت گمراہوں کا کیا رویہ تھا، سورہ توبہ کی آیہ ۳۷ میں ذکر ہو رہا ہے کہ

إِنَّمَا النَّسِئُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَاماً وَيُحَرِّمُونَهُ عَاماً لِّيُوَاطِؤُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ.

(حرمت کے مہینوں میں) تقدیم و تاخیر کفر میں اضافہ کرتا ہے جس سے کافروں کو گمراہ کیا جاتا ہے وہ کسی سال ایک مہینے کو حلال اور کسی سال اسے حرام قرار دیتے ہیں تا کہ وہ مقدار بھی پوری کر لیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے اور ساتھ ہی خدا کے حرام کو حلال بھی کر لیں، ان کے برے اعمال انہیں بھلے کر کے دکھائے جاتے ہیں اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

اس آیت کے پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

......اِنَّمَا النَّسِئُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ......

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں جب قرآن نازل ہو رہا تھا، اُس وقت کے لوگ اور اُن سے پہلے والے لوگ یہ کام کر رہے تھے۔ اِن چار مہینوں کا احترام حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے قائم تھا۔ کہیں بھی خصوصاً حرم اور مکہ میں کسی قسم کا لڑائی جھگڑا، جنگ و جدال اور تنازع نہیں تھا، بالکل امن و امان تھا یعنی ہر چیز امن میں تھی۔ لیکن بعض شر پسند اور فتنہ گر ان مقدس مہینوں میں کیا کرتے تھے؟ وہ کہتے تھے کہ اِن مہینوں میں ہمیں لڑنا ہے، جیسے ماہِ ذوالحجہ یا ماہِ رجب میں ہم نے جنگ کرنی ہے، کسی قبیلے پہ حملہ کر کے لوٹ مار کرنی ہے

لیکن جب اُنہیں بتایا جاتا کہ یہ چار امن کے مہینے ہیں، اِن کے اندر بے حرمتی کا کوئی عمل جائز نہیں ہے، یہ سب کچھ جاننے کے باوجود آپس میں بیٹھ کر، جرگہ، پنچائیت، میٹنگ، کونسل اور اجلاس میں منصوبہ بنا کر اِن چار مہینوں کو تبدیل کرتے رہتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اِس سال ماہِ رجب احترام والے مہینوں میں سے نہیں ہے بلکہ اِس سال ماہِ شعبان ہے لہٰذا شعبان محترم مہینہ ہو جائے گا اور رجب میں اس دفعہ جنگ یا دیگر ناجائز کام کرتے ہیں یا جیسے محرم میں کوئی واردات کرنا چاہتے ہیں تو صفر کو حرمت والا مہینہ قرار دیتے ہیں۔ اِس عمل کو ''نسیء'' کہتے ہیں، نسیء: یعنی ترک کر دینا، یہ لوگ اللہ کا بتایا ہوا قانون، سنتِ ابراہیم علیہ السلام کو ترک کر کے اپنی مرضی سے تبدیل کرتے تھے اور جس مہینے کو مرضی آئے احترام والا مہینہ قرار دیتے تھے جبکہ یہ ان کے اختیار میں نہیں ہے، احترام والے مہینوں کو چھیڑنا کفر ہے بلکہ کفر میں اضافہ ہے۔

...... يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا......

لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اِس کو پھیرتے رہتے تھے، ایک سال کے کسی ایک مہینے کو محترم سمجھتے تھے، دوسرے سال اُسی مہینے کو محترم نہیں سمجھتے تھے بلکہ کسی اور مہینے کو محترم قرار دیتے تھے۔

...... لِّيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ......

اللہ نے جو حرام قرار دیا ہے اُس کو حلال اور اللہ نے جس کو حلال قرار دیا ہے اُس کو حرام قرار دیتے تھے۔

...... زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ......

اور یہ جو اعمال انجام دیتے تھے اِس پر بہت خوش ہوتے تھے، جلسے اور میٹنگیں کرتے، جشن مناتے کہ ہم نے اِس دفعہ بے امنی کے لیے محرم کو حلال کر دیا ہے اور یہی محرم والی حرمت ہم کسی اور مہینے میں پوری کر لیں گے! یہ کفر و گمراہی کے کام اپنے لیے زینت سمجھتے تھے اور اِسے اپنے لیے فخریہ طور پر ایک دوسرے کو بیان بھی کرتے تھے۔

......وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ......

اللہ ایسی کافر و گمراہ قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

قرآن کریم میں یہ ایک نمونہ ہے کہ چار حرمت والے مہینے ہیں اور اُن کے اندر بہت سارے کام جائز نہیں ہیں۔

۲۔ سورۂ مبارکہ بقرہ آیت ۲۱۷

سورۂ بقرہ آیہ ۲۱۷ میں اللہ کا قانون ہے کہ

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلاَ يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىَ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُواْ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوْلَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُوْلَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُون.

لوگ آپ سے ماہ حرام میں لڑائی کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دیجئے: اس میں لڑنا سنگین برائی ہے، لیکن راہ خدا سے روکنا، اللہ سے کفر کرنا، مسجد الحرام کا راستہ روکنا اور حرم کے باشندوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک زیادہ سنگین جرم ہے اور فتنہ انگیزی خونریزی سے بھی بڑا گناہ ہے اور وہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے گا اور کفر کی حالت میں مرے گا ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں اکارت ہوں گے اور ایسے لوگ اہل جہنم ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

حکومت اور عوام کیلئے حرمتِ محرم کا قرآنی دستور

آپ اس آیت کریمہ میں ذرا غور وفکر کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محرم الحرام کا کیا مقام ذکر فرمایا ہے یعنی محرم میں کون سے امور انجام دینے ہیں اور کون سے امور انجام نہیں دینے! اور پاکستان میں محرم الحرام کے موقع پر معاشرتی اور حکومتی قوائد وضوابط اور دستور کیا ہونے چاہئے؟

خداوند تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ

......**يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ**......

وہ پہلے سے " نسیء " کے عمل کے مرتکب ہو رہے تھے، اِن کی مختلف عادتیں تھیں، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محرم الحرام، ذوالقعدۃ الحرام، ذوالحجۃ الحرام اور رجب الحرام ان چار مہینوں کی حرمت کو اسلامی حکومتی ضابطہ بنا کر نافذ کیا۔ پاکستان کی سابقہ حکومت کی جانب سے ریاستِ مدینہ بننے کا دعویٰ کیا گیا، جبکہ آپ ریاستِ مدینہ قرآنِ کریم میں دیکھیں، مدینے کی ریاست میں اِن چار مہینوں کے لیے اللہ کا قانون اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستور کیا تھا؟ آپ کو پاکستان کے اندر یہی کرنا چاہیے، محرم کی حرمت آپ قرآن کی رُو سے دیکھو، محرم کا احترام قرآن سے سیکھو، اگر ریاستِ مدینہ ہے تو محرم الحرام میں مدینہ والے احکام نافذ و لاگو کرو اور وہی قانون اپناؤ!

حکومت کے پاس سارے تفرقہ باز جاتے ہیں اور بڑے بڑے ڈائیلاگ بولتے ہیں کہ ہم جلوس بند کر دیں گے، ہم عزاداری نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے جواب میں کمشنر کا ردِعمل کیا ہوتا ہے؟ انتظامیہ کو کیا کرنا چاہیے! پانچ وزیرِ اعلیٰ ہیں اِن کو کیا کرنا چاہیے؟ گورنرز کو کیا کرنا چاہیے؟ یہ لوگ ہر ایک طبقے کو مطمئن کرتے رہتے ہیں، اب یہ ان کے پاس اس لیے آتے ہیں کہ ہم جلوس نہیں نکالنے دیں گے، اُسے کہتے ہیں ٹھیک ہے آپ ڈٹے رہو، کوئی جلوس نہیں نکلے گا۔ جو جلوسوں کی اجازت لینے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھائی! ہم نے بھی آپ ہی کو ووٹ دیئے تھے، اُن کو بھی تسلی دیدیتے ہیں کہ بھائی! آپ مطمئن رہو، حتماً جلوس نکلے گا۔ اس وقت پاکستان کے اندر اس طرح کا کھیل کھیلا جا رہا ہے، جیسے پنجاب کے ضلع گجرات میں دونوں فریقوں کو بٹھا کر ایک فریق کو کہا کہ کچھ بھی نہیں ہونے دینا جبکہ دوسرے فریق کو کہا کہ آپ مطمئن رہیں ہم نے آپ کے سارے حقوق پورے کرنے ہیں کیونکہ آپ بھی ہمارے ووٹر ہیں۔ آپ جب دونوں کو وعدے دیدیتے ہو تو اس سے آپ کا اصل مقصد کیا ہوتا ہے؟ ایسا ماحول بنا کر ملک کے اندر کیا کرانا چاہتے ہو؟ یہاں کیا حالات بنانا چاہتے ہو؟

محرم کے قرآنی و نبویؐ آداب

...... يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ......

میں اس موقع پر اس کا ترجمہ یوں کروں گا کہ ہمیں محرم میں کیا کرنا چاہیے؟

یہاں اشهر بھی نہیں ہے، شهر ہے،حرام مہینوں میں رسول اللہ ﷺ سے آ کر لوگ پوچھتے تھے کہ پہلے تو ہم جاہلیت میں تھے،ہم حرام کو غیر حرام اور غیر حرام کو حرام کرتے رہتے تھے، جاہلیت کے زمانے میں شریعت ہمارے اختیار میں تھی، قانون ہمارے ہاتھ میں تھا، ہمارے بڑے پنچائتی، ابوجہل، ابولہب، ولید بن مغیرہ وفلاں فلاں بیٹھ کر فیصلے کرتے تھے کہ اِس سال کون سا مہینہ محترم ہونا چاہیے اور کون سا نہیں ہونا چاہیے! اب تو آپ کی حکومت ہے، اللہ کی حکومت ہے، نظامِ الٰہی ہے، نظامِ امامتِ رسول اللہ ﷺ ہے، اب تو آپ ہی نے بتانا ہے کہ ہم کیا کریں؟ کیا وہی مہینے حرام ہیں یا آپ کی طرف سے کوئی تبدیلی ہے؟ کوئی آرڈیننس، کوئی نوٹیفیکیشن ہے؟ اس سال حرام مہینوں کا کیا دستور ہے؟ رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم ہوا کہ

...... قُلۡ قِتَالٌ فِيۡهِ كَبِيۡر......

ان مہینوں میں قتال، جنگ، لڑائی کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔

یعنی بہت بڑا گناہ اور بہت بڑا جرم ہے۔ اس قانون کی خلاف ورزی گناہِ کبیر، اِثمِ کبیر و جرمِ کبیر ہے، اگر کوئی اس حرمت والے مہینے میں یہ حرکت کر رہا ہے تو وہ سب سے بڑا جرم کر رہا ہے۔

......وَصَدٌّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَكُفۡرٌ بِهٖ ......

جو بھی اِس مہینے میں جنگ کرے گا، قتال، نا امنی کرے گا وہ اللہ کی راہ میں رکاوٹ ڈال رہا ہے اور کفر کا مرتکب ہو رہا ہے۔

...... وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَاِخۡرَاجُ اَهۡلِهٖ مِنۡهُ اَكۡبَرُ عِنۡدَاللّٰهِ......

مسجد الحرام جو اللہ کی بندگی کی جگہ ہے، حرمِ خدا ہے، یہاں جو لوگ ہیں اُن کو نا امن کرنا، اِس حرمِ الٰہی سے لوگوں کو نکالنا یہ اُس سے بھی بڑا جرم ہے۔ مکہ میں کہیں بھی قتال کرنا جرم ہے اور مسجد الحرام سے لوگوں کو نکالنا یہ اُس سے بھی بڑا جرم ہے۔

......وَالۡفِتۡنَةُ اَكۡبَرُ مِنَ الۡقَتۡلِ ......

اور فتنہ، قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔

یہ کس کے لیے ضابطہ بیان ہو رہا ہے؟ اشهر الحرام، حرمت والے مہینے کے لیے، ماہِ محرم کے لیے۔

اللہ کا قانون محرم الحرام کے لیے سورۂ بقرہ، آیہ ۲۱۷ میں موجود ہے۔ اب ہر مسلک والے اپنا اپنا ترجمہ پڑھ لیں، جو ترجمہ سرکاری طور پر قبول کیا جاتا ہے وہ بھی پڑھ لیں، سرکاری مفتی موجود ہیں آپ اُن سے بھی ترجمہ کروالیں کہ اِس آیہ کریمہ کا کیا معنیٰ بنتا ہے؟ پاکستان میں محرم الحرام کے موقع پر حکومتی قوائد وضوابط اور دستور کیا ہونا چاہیے؟ ایک یہ کہ یہ حرمت والا مہینہ ہے، اِس کی حرمت اور اِس کے احترام کی پاسداری حکومت کی ذمہ داری ہے، حکومت اِس کے احترام کو ملحوظ رکھے اور لوگوں سے طاقت کے ذریعے اس پر عمل کروائے کہ کسی کو بھی محرم کی حرمت شکنی کا حق نہ دے، وہ کوئی بھی ہو، مسلم ہو یا غیر مسلم اور مسلمانوں میں بھی کسی فرقے کا ہو، شیعہ ہو یا سنی، کوئی بھی نظریہ رکھتا ہو، محرم کی حرمت پائمال کرنے کا اُس کو حق نہیں دیا جاسکتا کہ یہ قرآن کا ضابطہ ہے کہ

اللہ کا فرمان ہے: اے رسول! انہیں بتایئے کہ یہ جو کچھ آپ سے پوچھ رہے ہیں چونکہ آپ کہہ رہے ہیں کہ محرم میں امن قائم رکھنا ہے، جنگ وقتال نہیں کرنا، حملے نہیں کرنے، لڑائی جھگڑا نہیں کرنا۔ انہیں کہہ دیں کہ ہر وہ لڑائی جھگڑا کہ جس کے نتیجے میں نوبت قتل و غارت تک پہنچ جائے، یہ ممنوع ہے۔

اے ہمارے نبی! انہیں یہ بھی بتا دیں کہ یوں نہیں ہے کہ تم قتل سے باز آجاؤ لیکن فتنے کرتے رہو۔ بعض ممکن ہے قتل و غارت نہ کرتے ہوں لیکن گلی گلی فتنہ کھڑا کرنا شروع کردیں۔

قرآن کا یہ فرمانا ہے کہ...... وَالۡفِتۡنَةُ اَكۡبَرُ مِنَ الۡقَتۡلِ...... محرم میں فتنہ بھی نہیں کرنا کہ یہ درحقیقت قتل سے بڑا جرم ہے، امتِ مسلمہ کے اندر فتنہ پھیلانا قتل سے بڑا جرم ہے۔

...... وَلَا يَزَالُوۡنَ يُقَاتِلُوۡنَكُمۡ حَتّٰى يَرُدُّوۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِكُمۡ اِنِ اسۡتَطَاعُوۡا......

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ یہ بات بھی بتا دی گئی کہ یہ فتنے بھی کریں گے، یہ باز نہیں آئیں گے، اِن حرام مہینوں میں یہ قتل و غارت بھی کریں گے اور اُس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک آپ کو اپنے دین سے پلٹا نہیں لیتے کہ آپ اپنا دین چھوڑ کر اِن کے دین پر چلے جائیں اور اِن میں جتنی طاقت ہے بروئے کار لائیں گے تاکہ آپ کو دینِ الٰہی سے ہٹائیں اور اپنے جاہلیت والے دین پہ اس امت کو واپس لے کر آئیں۔

...... وَمَنۡ يَّرۡتَدِدۡ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِهٖ فَيَمُتۡ وَهُوَ كَافِرٌ......

اور اے رسول! یہ بات بھی انہیں بتا دیں کہ ان فتنوں اور ان کی مکاریوں کی وجہ سے لوگ مرتد

ہو جائیں گے۔اور جس نے بھی اِن خطرات کی وجہ سے اپنا دین چھوڑ دیا اور اِن کے ساتھ جا ملا اور مر گیا تو یہ مرتد اور کافر ہے۔

...... **فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ.**

ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں حبط ہوں گے اور یہ اُن جہنمیوں میں سے ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

یہ **الشهر الحرام** کا واضح دستور ہے۔محرم کے احترام کے متعلق تمام فرقوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے، شیعہ کے نزدیک محرم، محترم مہینوں میں سے ہے، اہل سنت کے بھی تمام فقہی مسالک، کلامی مسالک اور دیگر مسالک جیسے مقلد اور غیر مقلد، اہل حدیث اور اس کے علاوہ سب کے نزدیک یہ چار مہینے حرمت والے مہینے ہیں۔دیوبند، بریلوی اور شیعہ کے درمیان اس پر اتفاق ہے کہ محترم مہینے یہی ہیں اور اُن میں محرم الحرام کا مہینہ بھی شامل ہے اور محرم کے علاوہ دیگر محترم مہینوں کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کا یہی دستور ہے۔مسلمانوں میں کوئی نسیء کا قائل نہیں ہے۔

شعائر اللہ اور حرام مہینوں کی بے حرمتی مت کرو

۳۔ سورۂ مبارکہ مائدہ، آیت ۲۔۱

ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں تاکہ ہمیں قرآنِ کریم سے آدابِ محرم الحرام معلوم ہو جائیں تاکہ سب اُن کا خیال رکھیں اور اس کی پابندی کریں۔

سورہ مائدہ کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِیۡنَ آمَنُواۡ أَوۡفُواۡ بِالۡعُقُودِ أُحِلَّتۡ لَکُم بَهِیۡمَةُ الأَنۡعَامِ إِلاَّ مَا یُتۡلَی عَلَیۡکُمۡ غَیۡرَ مُحِلِّیۡ الصَّیۡدِ وَأَنتُمۡ حُرُمٌ إِنَّ اللّهَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡد......[۱]

اے مومنوں! اپنے عہد و پیمان پورا کیا کرو، تمہارے لیے چرنے والے مویشی حلال کیے گئے ہیں

---

[۱]......(سورة المائدة ،آیة ۱)

سوائے ان کے جو (آئندہ) تمہیں بتا دیے جائیں گے مگر حالت احرام میں شکار کو حلال تصور نہ کرو، بیشک اللہ جیسا چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

اس آیت کے پہلے حصے میں حکمِ خداوندی ہے کہ

......**یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ**......

یہ مومنین کو خطاب ہے کہ جو ایمان لائے ہو، جو دعویٰ کرتے ہو کہ ہم مومن ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے لیے قرآن مجید میں محرم کے آداب بیان فرما رہا ہے: اے مومنو! جو عہد کیے ہوئے ہیں اپنے وعدے پورے کرو، جس سے جو بات طے کی ہوئی ہے، اس کو پورا کرو، خواہ دینی مسائل میں یا دنیاوی مسائل میں اگر کسی کے ساتھ کسی قسم کا عہد کیا ہوا ہے تو آپ پر واجب ہے کہ اُسے پورا کرو۔ حتیٰ کسی کافر کے ساتھ بھی عہد کیا ہوا ہے تو بھی پورا کرو بشرطیکہ وہ عہد جرم، غلطی اور گناہ نہ ہو، جو عہد جائز کام کے لیے کیا ہوا ہے اس کو تم پورا کرو!

...... **اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ**......

ایک حکم یہ ہے کہ آپ کے لیے مویشیوں کا گوشت حلال قرار دیا گیا ہے اور اللہ کے دستور کے مطابق جو حلال ہوا ہے وہ تمہارے لیے جائز ہے۔

اس سے اگلی آیت میں محرم کا دستور بیان ہو رہا ہے کہ ماہِ محرم میں مومنین ومسلمین کو کیا کرنا چاہیے؟ دنیا بھر میں تو کسی حد تک ان آیات کا احترام کیا جاتا ہے جبکہ پاکستان میں تشخیص دینے میں مشکل پیش آ جاتی ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْیَ وَلَا الْقَلَآىِٕدَ وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ......[1]

---

[1]......(سورة المائدة، آية: ٢)

اے ایمان والو! شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ کرو، اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم میں قربان ہونے والے جانور کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہوں اور نہ حرمت والے گھر کی طرف آنے والوں کو جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا ڈھونڈتے ہیں، اور جب تم احرام کھول دو پھر شکار کر سکتے ہو، اور تمہیں اس قوم کی دشمنی جو کہ تمہیں مسجد الحرام سے روکتی تھی اس بات کا باعث نہ بنے کہ زیادتی کرنے لگو، اور آپس میں نیک کام اور تقویٰ میں تعاون کرو، اور گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کا عقاب بہت شدید ہے۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمانا ہے کہ اے مومنو! جو ایمان لائے ہو، شعائر اللہ کی حرمت پائمال مت کرو اور حرمت والے مہینوں کی بھی حرمت پائمال مت کرو یہ بہت بڑا جرم و گناہِ کبیرہ ہے۔ اگر شعائر اللہ کی بے ادبی کی تو تم مجرم ہو، اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے ماہِ محرم الحرام کی حرمت مقرر فرمائی ہے، اگر اس مہینے کی بے حرمتی کی تو بھی بہت بڑے مجرم ہو۔ مذکورہ بالا آیت میں ایک مکمل فہرست ہے کہ ان ان چیزوں کی اللہ نے حرمت رکھی ہے۔ جیسے قربانی کے جانور ہیں اور مناسکِ حج ہیں، اللہ نے اِن کی حرمت رکھی ہے لہٰذا اُس کو پائمال مت کرو۔ اُس فہرست میں سے ایک **الشھر الحرام** ہے، حرام مہینے جس کی حرمت اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے۔ قرآن کی نص کے اور رسول اللہ ﷺ کی صراحت کے مطابق وہ چار مہینے ہیں جن میں محرم الحرام بھی شامل ہے۔ یوں نہیں ہے کہ شیعہ نے اپنی طرف سے یہ آداب بنائے ہیں اور آپ یہ کام شیعہ کے کہنے پر کریں، اللہ نے قرآن کریم میں اِس مہینے کو حرمت والے مہینوں میں سے قرار دیا ہے لہٰذا اس مہینے میں امن و امان قائم رکھنا حکومت اور مسلمانوں کا فریضہ ہے۔ آپ اللہ کے فرمان پر عمل کریں، محرم کو نا امن کرنا عبادت نہیں بلکہ جرم، کفر اور گناہ ہے۔

حرمت محرم کی پاسداری پولیس کی نہیں اہلِ قرآن کی ذمہ داری ہے

آپ کے سامنے سورۂ مائدہ، سورۂ بقرہ اور سورۂ توبہ کی آیات موجود ہیں، یہ آیات تمام علماء و سب مسلمین کے علم میں ہیں۔ اِن آیات کی روشنی میں محرم اور دیگر تین حرام مہینوں میں امن قائم کرنا پولیس کا کام

نہیں ہے چونکہ محکمہ پولیس میں آئی جی، ڈی آئی جی اور ایس پی قرآن کا نصاب پڑھ کر نہیں بنتے بلکہ اُن کا الگ سے کورس ہوتا ہے، وہ پہلے عام تعلیم حاصل کرتے ہیں اُس کے بعد کمیشن کا امتحان پاس کرتے ہیں، پھر اُن کی اپنی پیشہ ورانہ تعلیم شروع ہوتی ہے، پھر تجربہ ہوتا ہے اور اس کے بعد ترقیاں کرتے کرتے مختلف پوسٹوں پر جا پہنچتے ہیں، ان تمام تر مراحل میں ان کے نصاب میں کسی بھی جگہ قرآن شامل نہیں ہوتا۔

اب یہاں پر تعجب کی بات یہ ہے کہ جن کے نصاب میں قرآن سرے سے شامل ہی نہیں ہے وہ محرم کے دنوں میں میٹنگیں بلاتے ہیں اور جنہوں نے قرآن پڑھا ہوا ہے اور کسی حد تک اس پر عمل بھی کرتے ہیں اُنہیں محرم کی میٹنگوں میں بلا کر کہتے ہیں کہ آپ نے محرم میں امن وامان قائم رکھنا ہے۔ آپ خود سوچیں کہ ہم اس وقت کہاں کھڑے ہیں اور کہاں پہنچے ہیں! اللہ نے کس کو حکم دیا ہوا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے کس کو فرمان دیا ہوا تھا۔ آپ سے جو پولیس چاہ رہی ہے کہ محرم حرمت کا مہینہ ہے اِس میں امن قائم کرو، یہ تو آپ کا کام تھا کہ قرآن پڑھ کر سب کو بتاتے کہ محرم امن کا مہینہ ہے اور اِس مہینے میں ناامنی اور فتنہ نہیں کرنا۔ اِس مہینے میں کوئی بھی عام مسئلہ جو دیگر مہینوں میں کرتے ہو اِس مہینے میں روک دو، کسی مذہبی بنیاد پر اور غیر مذہبی بنیاد پر مسائل پیدا نہ کریں۔

پس محرم کے پورے تیس دِن امن واحترام سے گزرنے چاہئیں، یہ قرآن کریم کا صریح حکم اور فرمان ہے۔

اشباہ الناس کے سندیافتہ

یہی قرآن شیعہ بھی پڑھتے ہیں، سنی بھی پڑھتے ہیں البتہ کچھ لوگ نہیں پڑھتے، یہ بھی وضاحت کردوں، تاکہ وہ اِن مواقع سے غلط فائدہ نہ اُٹھائیں۔ وہ کون لوگ ہیں جو قرآن نہیں پڑھتے؟ پیشہ ور خطیب و ذاکر اور مفتی، جن کا کاروبار تفرقہ پھیلانا ہے، فرقہ واریت، نفرتیں، لڑائیاں و جھگڑے کروانا، اُن کی روٹیوں کا ذریعہ ہے، تفرقہ اُن کا عقیدہ نہیں بلکہ اُن کا کاروبار ہے۔ اِنہوں نے قرآن نہیں پڑھا ہوا، ہم نے اِن کے بارے میں بارہا کہا ہے کہ یہ کسی دینی مدرسے کے پڑھے ہوئے بھی نہیں ہیں، آپ خود تحقیق کرلیں، میری بات

پر اعتماد نہ کریں۔ میں اکثر یہ کہتا ہوں کہ مومنین کے سامنے ایک طالب علم کی حیثیت سے جو باتیں پیش ہوتی ہیں، اس طرح تقلیداً نہ مانیں بلکہ جا کر تحقیق کیا کریں کہ جو بیان ہو رہا ہے اگر یہ ٹھیک بات ہو رہی ہے اور درست ہے تو مانو، اگر درست نہیں لگتی تو تحقیق کرلو، میرے کہنے کی وجہ سے نہ مانو بلکہ صحیح ہونے کی وجہ سے مانو، آپ جا کر تصدیق کرو، ایک ایک بندے اور تفرقہ پھیلانے والوں سے تفتیش شروع کر دو، بھائی! آپ بتاؤ کہ کہاں پڑھے ہو؟ آپ نے دین کہاں پڑھا ہے؟ مدرسے کا نام بتاؤ؟ اُستاد کا نام بتاؤ؟ کتاب ونصاب کا نام بتاؤ؟ آپ نے کس سال سے کس سال تک پڑھا ہے؟ آپ نے کتنی کتابیں پڑھی ہیں؟ ممکن ہے چند ایک کہہ دیں کہ یہاں یہاں پڑھا ہے، جب مدرسوں کی جعلی ڈگریاں لے کر پارلیمنٹ میں پہنچ گئے ہیں تو منبروں پہ بھی ایسے لوگ پہنچ سکتے ہیں کیوں نہیں پہنچیں گے۔ ان کو آزمانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے سامنے چند ایک امتحانی سوال پیش کر دو تو اس سے ان کی حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مومنین نے ایک مشہور شخصیت سے سوال کیا کہ تم نے کس کس سے درس پڑھا ہے تو اُس نے کہا کہ میرے فلاں فلاں اُستاد ہیں۔ اُن سے پوچھا گیا آپ یہ بتائیں کہ مولا غازی عباس علمدار علیہ السلام کون سے نمبر پر امام ہیں؟ تو اُنہوں نے سوچ کر کہا کہ گیارہویں نمبر پر امام ہیں۔ اِنہوں نے جب تعجب سے پوچھا کہ اچھا گیارہویں امام ہیں! تو اُنہوں نے دوبارہ کہا کہ غلطی ہوگئی ہے، وہ گیارہویں نہیں بلکہ چھٹے نمبر پر امام ہیں، یہ ایک نمونہ ہے کہ یہ سب کے سب ایسے ہیں ایک ہی جگہ سے فارغ التحصیل ہیں۔ انہی افراد کے بارے میں امیر المومنین علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں بیان فرمایا ہے کہ اس قسم کے لوگ ''اشباہ الناس'' کے سند یافتہ ہیں۔ اشباہ، شبیہ کی جمع ہے یعنی ملتا جلتا، (Similar) کو شبیہ کہتے ہیں۔ جیسے دھات کی بنی ہوئی ایک اصلی چیز ہو اور دوسری اُس سے ملتی جلتی پلاسٹک کی بنی ہوئی چیز ہو تو اس دوسری چیز کو پہلی چیز کی شبیہ کہیں گے۔ شبیہِ ناس یعنی لوگوں میں سے نہیں ہے، انسانیت نہیں ہے بلکہ چہرہ اور وضع قطع انسانوں والی ہے، اِس کو شبیہ کہتے ہیں۔

آپ دیکھیں کہ یہ کب سے عالم بنا ہے اور کہاں عالم بنا ہے؟ ''اشباہ الناس'' نے اِس کو عالم کہہ دیا ہے جس کی وجہ سے یہ عالم مشہور ہو گیا ہے۔ جیسے کسی اسٹیج سیکٹری کے منہ سے نکل گیا کہ حضرت، علامہ، مجتہد زماں، وکیلِ اہلِ بیتؑ، بحر المصائب وفلاں فلاں، تو آگے بیٹھا ہوا مجمع اسٹیج سیکٹری کے طلسمِ لفاظی کا شکار

ہوجاتا ہے یہیں سے عوام یقین کرلیتی ہے کہ یہ حضرتِ علامہ ہیں اور اُس کے بعد وہ حضرتِ علامہ ہی مشہور ہوجاتے ہیں! کتنے ہی ایسے لوگ ہیں کہ جن کے اصلی نام کچھ اور ہیں جبکہ مشہور نام کچھ اور ہیں، جب اُن سے پوچھا گیا کہ اچانک یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟ اُنہوں نے جواب میں کہا کہ ایک جگہ مجلس میں اسٹیج سیکٹری نے میرے بارے میں یہ یہ القابات بول دیئے بس اس سے میرا کام آسان ہوگا۔لوگوں نے اسٹیج سیکرٹری کی بات کو پلے باندھ لیا، اور اس طرح سے میں حضرتِ علامہ وحجۃ الاسلام اور فلاں فلاں نام سے مشہور ہوگیا ہوں۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ عالم نہیں ہے بلکہ یہ ''اشباہ الناس'' کے کہنے پر عالم مشہور ہوگیا ہے، یہ لوگ قرآن کی الف، با، سے بھی آشنا نہیں ہوتے لہٰذا آپ اِن سے یہ توقع نہ رکھیں کہ اِنہوں نے آیاتِ قرآن پڑھی ہوئی ہیں اور اب یہ آپ کے سامنے بیان کریں گے، لیکن ہر مکتب ومسلک کے جو تعلیم یافتہ افراد ہیں اُنہوں نے آیاتِ قرآن پڑھی ہوئی ہیں، متاسفانہ ہمارے ہاں یہ المیہ ہے لہٰذا حکمِ قرآن ہے کہ اپنی جہالت کی وجہ سے شعائراللہ اور شعراللہ کی حرمت کو پائمال نہ کرو!

عوام علماء کے پیچھے اور علماء قرآن کے پیچھے

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عوام تو علماء کے ہاتھ میں ہیں مگر علماء کس کے ہاتھ میں ہیں؟ علماء کی لگام کسی اور کی بجائے قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہے لہٰذا تمام علماء کا شرعی وقرآنی فریضہ بنتا ہے کہ محرم کے امن کے قیام کے لیے اپنے اپنے علاقے میں اپنا کردار ادا کریں۔یقین جانیے! کہ لوگ آپ کی بات سنتے ہیں اور پھر اس پر عمل بھی کرتے ہیں، امن بھی آپ خواص ہی کی وجہ سے ہوگا اور نا امنی بھی آپ خواص ہی کی وجہ سے ہوگی چونکہ عوام کبھی بھی خود نا امنی پیدا نہیں کرتے۔

اہل سنت کے ایک بزرگ عالم ایک نشست میں علماء کے سامنے اظہارِ خیال کررہے تھے کہ بھائیو! دیکھو آپ کو پتہ ہے کہ لوگ بلوے کیوں کرتے ہیں، ہم جب عوام کو کسی کے خلاف اُکساتے ہیں تو ہمارے کہنے پر لوگ جذباتی ہوجاتے ہیں اور جب ہم عوام کو خاموشی اختیار کرنے کا کہتے ہیں تو وہ ہماری بات پر عمل کرکے

خاموش ہوجاتے ہیں کسی کے خلاف نازیبا گفتگو نہیں کرتے۔ انہوں نے یہ بات بھرے مجمع کے سامنے کی مگر کسی ایک نے بھی اُن کو نہیں جھٹلایا یعنی یہ نہیں کہا کہ آپ غلط بیانی کررہے ہیں چونکہ یہ مسلّم بات تھی جو وہ بیان کر رہے تھے۔ ان بزرگوں کا کہنا یہ تھا کہ ہم علماء جو بھی کہتے ہیں، عوام اس پر عمل کرتی ہے یعنی اگر ہم عوام کو احتجاج کرنے کا کہتے ہیں تو عوام احتجاج کرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے اور اگر ہم عوام کو کہتے ہیں کہ خاموش ہو کر بیٹھ جائے تو وہ ہماری بات پر عمل کرتے ہوئے خاموشی اختیار کر لیتی ہے اور چُپ چاپ ہو کر گھروں کے اندر بیٹھ جاتی ہے، تو اِس کا مطلب یہ ہوا کہ عوام ہمارے ہاتھ میں ہے، نہ کہ پولیس کے ہاتھ میں ہے۔ عوام جب آپ کے ہاتھ میں ہے تو پھر آپ اُنہیں قرآن کے ہاتھ میں دیں۔ یہ بہت ہی خوش آئند بات ہے کہ عوام علماء کے ہاتھ میں ہے لیکن غور کرنے کی بات یہ ہے کہ علماء کس کے ہاتھ میں ہیں؟ کیا علماء بے مہار ہونے چاہئیں؟ کیا علماء بے نکیل ہونے چاہئیں؟ جبکہ علماء کی لگام قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہے اور علماء کی نکیل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مقرر کر دیا ہے کہ حرام مہینوں میں تمہارا کیا فریضہ ہے! اِن مہینوں میں فتنہ نہیں اُٹھنے دینا بلکہ امن و امان قائم رکھنا اور یہ تمام علماء کا کام ہے چونکہ علماء رسول اللہ ﷺ کے جانشین ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ اِنہیں ماہِ محرم کا فتویٰ بھی بتا دیں کہ

......يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ......

اِن سے کہہ دو کہ اِس مہینے میں قتال نہیں کرنا، خلل نہیں ڈالنا اور نا امنی نہیں کرنی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کا یہی فتوی جو رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ "قـل" اِن کو بتایئے! کیا یہ اِن علماء کو شامل نہیں ہے کہ یہ اپنی تقاریر میں لوگوں سے کہہ دیں کہ بدامنی نہیں کرنی۔ خصوصاً شیعہ متولیانِ محرم و متولیانِ عزاء ہیں اور جب آپ نے اپنے ساتھ یہ عہدہ و عہد شامل کر لیا ہے تو اِس کا بھرم بھی رکھیں۔ اِس عہدے کی عزت و وقار ہے اور اِس کی حرمت ہے کہ آپ نے اس کا خیال رکھنا ہے۔

محرم میں لاحق خطرات اوران کی حفاظتی تدبیر

یہ بات سب کے علم میں ہے کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، سوشل و پرنٹ میڈیا سے آپ سنتے رہتے ہیں کہ ہرسال محرم کے لیے بیرونی شیطانی طاقتیں پاکستان کے بارے میں کیا عزائم رکھتی ہیں! آپ یہ تو جانتے ہیں کہ ہندوستانی حکومت کے پاکستان کے بارے میں کیا عزائم ہیں! ایسا کوئی پاکستانی نہیں ہے کہ جس کو ابھی تک شک وشبہہ ہو۔ ہندوستان سے مراد ہندوستان کی موجودہ حکومت (مودی سرکار) جس نے اسلام و مسلمان دشمنی بھارت کے اندر انتہاء تک پہنچادی ہے۔ اُس نے پاکستان کو اپنا پہلا ہدف بنارکھا ہے۔ اُس کو پاکستان کے اندر نا امنی پھیلانے کے لیے بہت خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اُس نے اپنے دہشت گرد اور ایجنٹ یہاں پر بھیجے اُن کے لیے اُسے خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اُن کے پاس ایک مفت کا مزدور طبقہ موجود ہے جو مذہبی نادان ہیں۔ جن کو آگ لگائیں تو وہ کسی کے منتظر نہیں ہوتے اور نہ ہی پیسے کے منتظر ہوتے ہیں بلکہ اپنی نادانی کی بنیاد پر ہر فتنے میں کود جاتے ہیں لہٰذا دشمن نے پوری تیاری کرلی ہے کہ محرم کے اندر فرقہ ورانہ فضاء بنانی ہے۔

آپ یقین کرلیں کہ کئی جگہوں پر مصدقہ منصوبے ہیں۔ محرم میں مجالسِ عزاء اور جلوسوں کو خطرہ ہے۔ اگر آپ نے محافظ متعین کرنے ہیں تو مجالس گاہوں پر، عزاء خانوں پر محافظ متعین کریں۔ اِس لیے شیعہ مومنین کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے! سارے مجلس سننے میں محو نہ ہو جائیں بلکہ جس طرح خطرے اور خوف کے وقت نماز پڑھنے کا طریقہ ہے کہ سارے نماز نہ پڑھیں۔ اگر دو یا چار آدمی ہیں تو دو حفاظت کریں اور دو نماز پڑھیں۔ اِسی طرح مجلس میں اگر ایک عالم وذاکر پڑھ رہا ہے تو کچھ مومنین حفاظت کریں اور کچھ مجلس سنیں۔ جب دوسرا عالم یا ذاکر آئے تو دوسرے مومنین حفاظت کریں اور پہلے مومنین مجلس سنیں۔ اِسی طرح ہر روز مجالس کی حفاظت کے لیے نظام ترتیب دیں۔

محرم میں دشمن کے منصوبے کا اہم نقطہ

سب سے بڑا اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے محرم کے لیے پلاننگ کی ہوئی ہے وہ کسی بہانے

کے منتظر ہیں۔ چند سال پہلے لبنان کے شہر بیروت میں ایک بہت ہی تباہ کن دھماکہ ہوا۔ یہ دھماکہ ایک کیمیکل مواد (امونیئم نائٹریٹ) سے ہوا ہے جو یوریا کھاد میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ مواد وہاں اسٹور کیا ہوا تھا ایسے پڑے پڑے اِس کو آگ نہیں لگتی جب تک کوئی چھوٹا سا دھماکہ نہ کیا جائے تب تک اِس مواد کو آگ نہیں لگتی۔ بیروت کی بندرگاہ پر یہ مواد ڈھائی سے تین ہزار ٹن کی مقدار میں پڑا ہوا تھا اس کے اندر اسرائیلی جاسوسوں نے دھماکہ کیا جس سے آدھا بیروت تباہ ہوگیا۔ ایسے ہی پاکستان میں مذہبی امونیئم نائٹریٹ ہے یعنی مذہبی جنون، جہالت، نفرت اور فرقہ واریت جو امونیئم نائٹریٹ سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ پاکستان پورا ہی اس مذہبی کیمیکل سے بھرا ہوا ہے اور صرف ایک آگ لگانے کی دیر ہے۔ دشمن نے اِسی کے اوپر پلاننگ کی ہوئی ہے اور اِنہیں پتہ ہے کہ شیعہ صفوں میں ایسے افراد موجود ہیں جو شیعہ پلیٹ فارم استعمال کرتے ہیں۔ یہ شیعہ نہیں ہیں لیکن شیعہ لبادے میں آتے ہیں، پیسے بھی زیادہ لیتے ہیں اور نفرت آمیز گفتگو بھی کرتے ہیں اور وہ بہانہ فراہم کرتے ہیں، یہی اصل آگ لگانے والے لوگ ہے۔ اُس آگ کو بہانا بنا کر پھر بلوا شروع ہو جاتا ہے لہٰذا اِس طرف دھیان اور توجہ رکھنا بہت ضروری ہے۔

حق بیان کریں لیکن توہین نہ کریں

ذاکر وخطیب کھل کر مجلس پڑھیں، ڈرنے کی کیا ضرورت ہے! آپ امام حسین علیہ السلام کے مصائب پڑھیں، اہلِ بیت علیہم السلام کے فضائل بیان کریں اور تاریخ بیان کریں حتیٰ جن مسائل میں آپ کو کسی سے اختلاف ہے وہ بھی بیان کریں لیکن کسی کی توہین وگستاخی نہ کریں اور کسی کی ہتکِ شان نہ کریں۔ یہ اہلِ بیت علیہم السلام کا سکھایا ہوا مذہب نہیں ہے۔ اہلِ بیت علیہم السلام کے دشمن موجود ہیں اور بنواُمیہ سب سے بڑے اہلِ بیت علیہم السلام کے دشمن رہے ہیں۔ بنوعباس نے بھی کوئی کمی نہیں چھوڑی بلکہ بنواُمیہ سے دوقدم آگے رہے ہیں۔ ڈھائی سو سال تک ائمہ معصومین علیہم السلام کا عہد رہا ہے اور اِس تمام عہد میں اُنہوں نے ائمہ علیہم السلام کے ساتھ دشمنی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ سنی وشیعہ کتابیں پڑھیں تاریخ وفقہ پڑھیں، کسی بھی مسلک کی کتاب پڑھیں جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ علی علیہ السلام سے لے کر

امامِ عصر عجل اللہ فرجہ الشریف تک کسی ایک امام و معصوم علیہ السلام نے اپنے مخالفین کی بے حرمتی یا توہین کی ہو۔ اِن ہستیوں نے اعتراض کیا ہے، اختلاف بھی کیا ہے اور اُنہیں جو کہنا تھا وہ کہا ہے اور جس چیز کو رَد کرنا تھا اُسے رَد کیا ہے اور حق کو چھپایا نہیں ہے۔ اہلِ بیت علیہم السلام سے کسی نے بھی یہ رویہ نقل نہیں کیا ہے کہ خود یا اپنے شاگردوں کو کہا ہو کہ تم جایا کرو اور گلی گلی بے حرمتی کیا کرو۔ یہ مسلکِ اہلِ بیت علیہم السلام اور راہِ امام حسین علیہ السلام نہیں ہے۔ آپ اپنا مذہب کھل کر پیش کریں، کوئی بھی چیز نہ چھپائیں، تشیع اور اہلِ بیت علیہم السلام کی تعلیمات میں سے کوئی چیز نہ چھپائیں آج چھپانے کا دور نہیں ہے۔ ہر چیز کھل کر، برملا کر کے دنیا کے سامنے پیش کریں لیکن یہ کام ادب، احترام اور سلیقے کے ساتھ کریں، کیونکہ اختلاف کے ساتھ کوئی مشکل کھڑی نہیں ہوتی۔ جو اختلاف کو بُرا مانتا ہے وہ سنگ دِل و جاہل ہے لیکن بے حرمتی ہر ایک کو بُری لگتی ہے، یہ کام ہر گز نہیں ہونا چاہیے۔

شیعہ سنی مشترکہ مجالس

عمیق اور قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ محرم الحرام سید الشہداء علیہ السلام کی عزاداری کے ساتھ مختص ہے جبکہ سید الشہداء علیہ السلام فقط تشیع کے ساتھ مختص نہیں ہیں بلکہ تمام مسالک و انسانیت کے ساتھ مختص ہیں۔ ضیاء الحق کی حکومت سے پہلے پاکستان میں مشترکہ مجالس ہوتی تھیں، میں خود ایسی مجالس میں شریک رہا ہوں۔ بیسیوں مجالس ایسی دیکھی ہیں جو شیعہ سنی مل کر کرواتے بھی تھے اور مجالس میں ایک ساتھ بیٹھتے بھی تھے۔

ایک مجلس کا احوال یہ ہے کہ میری نوجوانی کے زمانے میں ایک مجلس میں کچھ مہمان سے آئے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے چائے کے دوران میرے کان میں کہا کہ گفتگو ذرا محتاط کی جائے کیونکہ ہماری گاڑی کے ڈرائیور سنی ہیں، اُنہوں نے میرے کان میں سرگوشی کی لیکن میں نے بلند آواز میں اُن کو جواب دیا کہ آپ مطمئن رہیں یہ بچہ جو آپ کو چائے پلا رہا ہے وہ بھی سنی ہے اور آپ جس کے گھر میں بیٹھ کر چائے پی رہے ہیں وہ بھی سنی کا گھر ہے۔ اُسی وقت اتفاقاً اسٹیج سیکٹری کسی کو دعوت دے رہے تھے کہ اب فلاں ذاکر کا وقت ہو گیا ہے کہ وہ آئیں اور آکر مجلس پڑھیں۔ اُنہیں بتایا کہ آپ یہ جو سن رہے ہیں کہ اسٹیج سیکرٹری اتنے احترام اور محبت

کے ساتھ نظامت کر رہے ہیں یہ بھی سنی ہیں۔ وہ مہمان حیران ہوئے کہ یہ کیسی مجلس ہے! اُن کی خدمت میں عرض کیا کہ امام حسین علیہ السلام سب کے ہیں، کوئی سنی یہ نہیں کہتا کہ امام حسین علیہ السلام فقط شیعوں کے ہیں۔

یہ ماحول دوبارہ بن سکتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اتنی طولِ عمر عطا فرمائے کہ آپ دوبارہ وہ ماحول اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ پاکستان کے ہر سنی مدرسے میں مجلس ہو رہی ہو، وہ اپنے طریقے پر، جیسے چاہتے ہیں مجلس کریں ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمارے انداز سے جیسے شیعہ کرتے ہیں، ویسے کریں بلکہ اپنے انداز سے کریں۔ ہمارا طور طریقہ اگر آپ کو پسند نہیں تو بے شک ایسی مجلس نہ کریں بلکہ آپ کو جو طریقہ پسند ہے ویسے کریں لیکن امام حسین علیہ السلام کا ذکر اپنی نسلوں تک منتقل کریں اور ان کو سمجھائیں اہلِ سنت علماء نے اعتراف بھی کیا ہے، مرحوم ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے اُس معروف بیان میں کہا ہے کہ ہم اہلِ سنت دنیا میں زیادہ ہیں، ہمارے پاس حکومتیں بھی رہی ہیں لیکن ہم اسلامی نظام صدیوں سے قائم نہیں کر سکے جبکہ شیعہ اسلامی نظام قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اُنہوں نے سنیوں کو بتایا کہ شیعہ کے پاس حسین علیہ السلام ہیں جبکہ تم نے حسین علیہ السلام کو چھوڑ دیا ہے اور یہ سو فیصد درست بات ہے۔

فرقہ واریت کا سدّ باب بذریعہ مجالس امام حسین علیہ السلام

فرقہ واریت کو روکنے کے لیے تمام مسلمین، مسالک اور مذاہب اپنے اپنے انداز اور سلیقے سے امام حسین علیہ السلام کی مجالس برپا کریں، تمام مسلمین کو چاہیے خصوصاً پاکستان میں جہاں فرقہ وارانہ فضاء بنائی گئی ہے، اُس کے سدِ باب اور فرقہ واریت کو روکنے کے لیے یہ موقع ہے کہ تمام مسلمین، مسالک اور تمام مذاہب امام حسین علیہ السلام کی مجالس برپا کریں اور اپنے اپنے انداز سے کریں، اپنے مسلکی انداز اور سلیقے سے کریں، شیعہ بھی دنیا میں ایک طرح سے عزاداری نہیں کرتے بلکہ مختلف علاقوں میں مختلف انداز سے عزاداری کرتے ہیں۔ اگر آپ بلوچستان میں جائیں تو انداز مختلف ملے گا، سندھ میں جائیں تو علیحدہ طریقہ ملے گا، پنجاب کے مختلف علاقوں میں مختلف انداز ملیں گے، خیبر پختونخواہ، کشمیر، گلگت بلتستان جائیں تو آپ کو بالکل ہی علیحدہ اندازِ عزاداری

ملے گا۔ اگر آپ ایران میں جائیں تو ایران میں بھی عزاداری کی ایک ہی طرز نہیں ہے۔ ایران کے ہر شہر اور علاقے میں الگ انداز سے عزاداری ہوتی ہے جیسے خوزستان کا علاقہ جہاں عربی بولنے والے ایرانی ہیں، اگر اُن کا اندازِ عزاداری دیکھیں تو ان کا انداز تہران، قم اور شیراز والوں سے بالکل نہیں ملتا، عرب ایرانی بالکل الگ انداز سے عزاداری کرتے ہیں۔ اسی طرح جو ترکی بولنے والے ایرانی ہیں اُن کا ایک الگ انداز ہے۔ اسی طرح سیستان میں رہنے والے جو عزادار ہیں، اُن کا اپنا الگ انداز ہے۔ مختلف علاقوں میں مختلف انداز ہیں، آپ عربوں میں چلے جائیں، عربوں کے بھی اپنے اپنے الگ انداز ہیں۔ یہ انداز اور طریقے علاقائی طور پر جیسے لوگوں نے مناسب سمجھے، اُن کو اپنے انداز سے برپا کرتے رہے ہیں تو تمام دیگر مسلمین اگر سمجھتے ہیں کہ یہ طریقے اُن کو پسند نہیں ہیں تو وہ اپنے انداز سے کریں۔

پاکستان میں بھی اہل سنت کے معروف علماء عزاداری برپا کرتے آرہے ہیں، میرے خیال میں یہ جو ہمارے بزرگ ہیں اُنہوں نے دیکھا ہو گا لیکن اِن جوانوں نے تو اُس شخصیت کو نہیں دیکھا جبکہ بڑوں نے دیکھا ہوا ہے کہ ہمارے بچپن یا جوانی کے وقت پاکستان بھر میں جس شخصیت کے مصائب گاڑیوں، ہوٹلوں، دوکانوں، شہروں اور ہر جگہ سنے جارہے ہوتے تھے وہ اہلِ سنت کے معروف عالمِ دین مولانا شفیع اوکاڑوی ہیں۔ وہ ایسے دردناک مصائب پڑھتے تھے کہ شیعہ بھی وہی سنتے تھے، سنی بھی وہی سنتے تھے اور اُن جیسا مصائب پڑھنے والا کوئی شیعہ ذاکر بھی نہیں تھا۔ ظاہر ہے وہ شیعہ مجالس تو نہیں پڑھتے وہ اپنی اہل سنت کی مجالس پڑھتے تھے جن میں اُنہیں بلایا جاتا تھا۔ موجودہ علمائے اہل سنت بھی بہت اچھا ذکرِ اہل بیت علیہم السلام کرتے ہیں، لہٰذا آپ اپنے انداز سے ذکرِ اہلبیت علیہم السلام کریں، جس طرح آپ خود پسند کرتے ہیں کریں، اہل بیت علیہم السلام اور خصوصاً امام حسین علیہ السلام تشیع کے ساتھ مختص نہیں ہیں۔ اگرچہ شیعہ سعادت مند ہیں کہ اللہ نے یہ حُب اُن کے دلوں میں ڈالی ہے اور انہیں یہ توفیق عطا ہوئی ہے لیکن یہ سرمایہ تمام مسلمین بلکہ تمام بشریت کا ہے۔

پاکستان میں فرقہ واریت کی فضاء کو کم کرنے کے لیے سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ کم از کم عشرہ اول تمام مساجد، مذہبی مراکز، مدارس میں برپا کیا جائے، جیسے نو، دس محرم کی چھٹیاں ہوتی ہیں تو اہل سنت فارغ ہوتے ہیں اُن کو سمجھ نہیں آتی کہ اِن چھٹیوں میں کیا کریں؟ جبکہ یہ چھٹیاں سوگ وعزاء کی ہیں، آپ اِن چھٹیوں

میں سوگ منائیں، عزاء کریں بے شک اپنے طریقے سے کریں۔ پہلے مشترکہ مجالس ہوتی تھیں وہ مشترکہ مجالس دوبارہ رائج کریں، وہ فضا دوبارہ قائم ہوسکتی ہے اوراس میں کوئی مشکل بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ان شاءاللہ ہم ایسا کر کے دکھائیں گے، اگر امیر المومنین علیہ السلام کی ولادت پر شیعہ سنی مل کر فضائلِ علی علیہ السلام پڑھتے ہیں تو مصائبِ حسین علیہ السلام بھی مل کر پڑھیں گے اور عزاداری بھی مل کر کریں گے، یہ ہونے والا کام ہے اور ہوسکتا ہے۔ اِس کام کو دوسری جگہوں پر تکرار کیا جائے کچھ لوگ محرم میں منفی فضاء بنانا شروع کر دیتے ہیں، امن وامان، سلامتی اور دیگر بہانوں سے مشکلات کھڑی کرتے ہیں، اس فضاء کو ختم ہونا چاہئے اور تمام پاکستانی ماہِ محرم میں ادب اور احترام کے ساتھ اپنے اپنے انداز سے جیسا وہ پسند کرتے ہیں اُسی انداز سے سوگواری برپا کریں۔

محرم خاص ہے ذکرِ حسینؑ کے ساتھ

ایامِ محرم، ایامِ سوگواریٔ سید الشہداء علیہ السلام ہیں اور صدیوں سے یہ تمام مسلمانوں کے اندر ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ محرم میں اور کوئی واقعہ نہیں ہوا، کسی شخصیت کی وفات نہیں ہوئی اور کوئی سوگواری نہیں ہوئی، جبکہ اور بھی بہت سارے واقعات رونما ہوئے ہیں، بہت سارے علماء، شیعہ بزرگان، بہت ساری روحانی شخصیات سلاطین کے ستم کا شکار ہوئی ہیں، بہت سارے واقعات، جنگیں روائیداد محرم کے ایام میں وقوع پذیر ہوئی ہیں، بہت ساری ولادتیں محرم کے ایام میں ہوئی ہیں۔ یوں نہیں ہے کہ محرم میں صرف کربلا کا واقعہ ہوا ہے اور باقی واقعات رونما نہیں ہوئے، بے شک ہوئے ہیں لیکن سب کے اندر اتنا ادب تھا کہ اگر محرم میں کوئی اور واقعہ وقوع پذیر ہوا ہے تو اُسے اُنہوں نے سید الشہداء علیہ السلام کے مقابلے میں لانے کے لیے تاریخ بھر میں کوئی کوشش نہیں کی۔ ہمیں پوری تاریخِ انسانیت میں ایسے نظر نہیں آتا، بالخصوص محرم کے لیے کسی نے سوچ کے رکھا ہو کہ محرم میں ہم امام حسین علیہ السلام کے مقابلے میں کوئی اور موضوع یا مناسبت پیش کریں گے۔ جن شخصیات کا محرم میں وفات پانا یا قتل ہونا ثابت بھی نہیں ہے محرم میں ان کے نام کو استعمال کر کے حرمت محرم پائمال نہ کی جائے۔

بے نیاز کردینے والی دولت

امام حسین علیہ السلام شیعہ کے ساتھ مختص نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے مومنین کو محبتِ آلِ رسولؑ کی توفیق عنایت کی ہے، جس پر اُنہیں شکرگزار رہنا چاہیے اور یہ معمولی نعمت نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک فقیر و مفلس انسان حاضر ہوا اور اپنے فقر و فاقہ کا شکوہ کیا اور کہنے لگا کہ میں نادار ہوں، میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تُو نادار نہیں ہے تُو تو انگر و مالدار ہے، تُو بار بار کیوں کہتا ہے کہ میں نادار و فقیر ہوں! وہ حیرت اور تعجب سے امامؑ کی طرف دیکھ کے کہنے لگا کہ آپؑ کو میری حالت کا علم بھی ہے اور میں جھوٹ بھی نہیں بول رہا، آپ مجھے جانتے بھی ہیں پھر بھی آپ فرمارہے ہیں کہ میں فقیر نہیں ہوں۔

امام علیہ السلام نے اُس کے جواب میں فرمایا کہ اپنے دل کی طرف رجوع کر کے مجھے یہ بتا کہ ہم اہلبیت علیہم السلام کی محبت تیرے دل میں ہے کہ نہیں ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ دل تو آپؑ کی محبت سے مالا مال ہے، تو امامؑ نے فرمایا کہ پھر کیوں کہتا ہے کہ تو فقیر ہے، اللہ تعالیٰ نے تجھے دنیا کی سب سے بڑی دولت اور نعمت عطا کی ہے، تو شکوہ کیوں کر رہا ہے! بس تم اِس پر شاکر رہو۔ یہی وہ حقیقت ہے کہ جس پر ہمیں شکرگزار رہنا چاہیے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی جَعَلَنا مِنَ الْمُتَمَسِّكِينَ بِوِلايَةِ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْاَئِمَّةِ عليهم السلام......[1]

شیعہ کے ساتھ اختلاف ہوسکتا ہے اہلِ بیتؑ کے ساتھ نہیں

اِس نعمت پر ہمیں ہر دم شکر بجالانا چاہیے۔ اِس توفیق اور عنایت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آلِ رسولؑ فقط تشیع کے ساتھ مختص ہیں، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت للعالمین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب **هدىً للعالمين، هدىً للناس** ہے تو رسول اللہ کی آل علیہم السلام بھی تمام عالمین کے لیے رحمت ہے، ان کا تعلق

---

[1]......(زاد المعاد، مفتاح الجنان - علامه مجلسیؒ، صفحة: ٢٠٤) (الإقبال بالاعمال الحسنة (ط – الحديثة) ج٢، صفحة: ٢٦١)

عالمین سے ہے۔ کسی کو تشیع کے ساتھ اور شیعہ کے ساتھ اختلاف ہوسکتا ہے، ہمارے رویوں کی وجہ سے، معاملات ورسومات پر اختلاف ہوسکتا ہے لیکن تشیع کے ساتھ اختلاف کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ یہ اختلاف بڑھا کر رسول اللہ ﷺ و آلِ رسول علیہم السلام تک اور اولادِ امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچا دیا جائے۔ اگر شیعہ سے شکوہ ہے تو شیعہ ہی سے شکوہ اور اعتراض کریں، اگر آپ حق بجانب ہیں تو شیعہ کو غور کرنا چاہیے اگر شکوہ درست ہے تو شیعہ کو چاہیے کہ مسلمانوں کے اُس شکوہ کو دور کرے، اگر وہ نادرست ہے تو اُن کی غلط فہمی کو دور کرے کہ آپ کو ہمارے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے، جیسے آپ کہتے ہیں ہم ویسے نہیں ہیں، ایسے ہوسکتا ہے اور یہ ہمارا تجربہ رہا ہے۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو

پاکستان میں جیسے بعض اینکرز اور بعض کالم نگار بے غیرتی و خیانت کا درس دے رہے ہیں کہ کیا یہ عقلمندی ہے کہ جب دوسرے ملکوں نے اسرائیل کیساتھ تعلقات قائم کر لیے ہیں، ہم نہیں کررہے؟ جبکہ آپ اِس کو عقلمندی کہہ رہے ہیں، خیانت، بے غیرتی اور بے شرمی کو عقلمندی بنا کر پیش کررہے ہیں، جیسے پاکستانی قوم پہلے بہت عقلمندی کے ثبوت دے چکی ہے اور اگر یہ کام نہ کیا تو بے وقوف قوم سمجھی جائے گی!! آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ کشمیر و فلسطین کے ساتھ کیا ہورہا ہے اور راہِ حل کیا ہے! یہ راہِ حل نہیں ہے جو ہمارے لوگ بتاتے ہیں کہ سعودی عرب میں او آئی سی کا اجلاس بلایا جائے؟ اس سے کیا ہوگا؟ کشمیر کا مسئلہ سعودی عرب حل کردے گا؟ سعودی عرب تو خود اسرائیل کے ساتھ ساز باز کررہا ہے اور اپنا سفارتخانہ کھول رہا ہے، فلسطین کو اسرائیل کے سپرد کررہا ہے۔

عزیز من! کشمیر و فلسطین کو نہ بن سلمان کی ضرورت ہے اور نہ یہ اِن کے بس کی بات ہے اور کشمیر و فلسطین کے لیے نہ ہی کسی جرنیل اور نہ کسی سیاستدان کی ضرورت ہے بلکہ کشمیر و فلسطین کو فقط حسین علیہ السلام کی ضروت ہے:

علامہ اقبالؒ کا فرمان ہے کہ

قافلہ حجاز میں ایک حسینؑ بھی نہیں ہے

گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ وفرات ......[1]

آج اِس کی ضرورت ہے اور آپ کوشش کریں تو یہ ماحول ایک دن بنے گا۔ جیسا جوش ملیح آبادی کا شعر ہے کہ

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ ......[2]

یہاں بیداری ہی کا فرق ہے اور شعور و رُشد کی کمی ہے، اِس وجہ سے ابھی کہتے ہیں کہ حسین علیہ السلام آپ کا ہے۔ اِن کو بیدار ہو لینے دو پھر یہ سب کہیں گے کہ حسین علیہ السلام ہمارے ہیں۔ ہمارا کام ملت کو بیدار کرنا ہے، بیزار کرنا نہیں!

---

[1]......(علامہ اقبالؒ، بال جبریل، نظم: ذوق و شوق)

[2]......(جوش ملیح آبادی)

فصل دوم

کربلا
عقیدت سے حقیقت تک

عقیدت کیساتھ حقیقت کی ضرورت

سید الشہداءؑ نے مدینہ سے کربلا تک سفر کے دوران متعدد مقامات پر خطبات بیان فرمائے ہیں اور اُن خطبات کے اندر اپنے قیام اور تحریک کے مقاصد، اہداف اور وجوہات ذکر فرمائے ہیں۔ہم کربلا و عاشورا اور ذاتِ گرامیٔ امام حسینؑ کے متعلق علمائے کرام، خطباء، ذاکرین، شعراء اور دیگر طبقات سے بہت کچھ سنتے ہیں جن میں اکثر عقیدتوں کا اظہار ہوتا ہے۔عقیدت سے مراد وہ جذبہ اور محبت ہے جسے خداوند تعالیٰ نے ائمہ اطہارؑ کے متعلق انسانوں کے دلوں میں ڈالی ہوئی ہے۔

عام طور پر جن کے دلوں میں ائمہؑ کیلئے جتنی عقیدت اور احترام ہے اُسے مجالس و محافل میں اظہار کرتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنی استطاعت اور توانائی کے مطابق انتظام کر کے اس ذکر میں شامل ہو کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ ایک رائج چیز ہے کہ خطیب کوئی عقیدت بھرا جملہ کہتا ہے تو مومنین جذبات میں آ کر اپنی عقیدتوں کا اظہار کرتے ہیں لیکن وہ چیز جو جاننے سے تعلق رکھتی ہے اور سید الشہداءؑ جو کچھ ہمیں بتانا چاہتے ہیں وہ اس عقیدت کیساتھ ساتھ حقیقت ہے جو کہ مومنین کو معلوم ہونی چاہیئے۔ہمیں سید الشہداءؑ سے عقیدت کیساتھ ساتھ حقیقتِ کربلا اور مقصدِ کربلا بھی معلوم ہونا چاہیئے۔سید الشہداءؑ کی ذات سے صرف شیعہ کو عقیدت نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو عقیدت ہے سوائے ایک گروہ کے جس نے مسلمانوں کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے اور حقیقت میں مسلمان ہی نہیں ہے۔ناصبی وہ گروہ ہے جس کو ابتدائے اسلام سے ہی اہل بیتؑ سے عناد و دشمنی ہے اور آج تک اُنکی دشمنی جاری ہے۔انھوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی صفوں میں داخل کر دیا ہے جبکہ حقیقت میں یہ مسلمان نہیں ہیں۔ یہ لوگ صرف ائمہؑ کے ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی دشمن ہیں۔انکو مسلمان کہنا ایسا ہے جس طرح سلمان رشدی کو مسلمان کہنا ہے چونکہ یہ مسلمان گھر میں پیدا ہوا ہے لیکن پوری تاریخ کے اندر بارگاہِ رسالت میں سب سے زیادہ توہین اسی ملعون نے کی ہے۔پس ہوسکتا ہے کہ ایک انسان

اسلامی لباس پہن کر حقیقت میں دشمنِ اسلام ہیں۔ ایسے دشمن مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں لہٰذا پاکستان اور پاکستان سے باہر رہنے والے تمام مسلمانوں کا فریضہ بنتا ہے کہ وہ ان دشمنانِ اسلام سے لاتعلقی کا اظہار کریں اور انہیں اپنی صفوں سے باہر نکال کر ساری دنیا کو بتائیں کہ انکا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جس طرح مسجدوں کے اندر جب نجس جانور آ جاتے ہیں تو اِنکو مسجدوں سے اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں اسی طرح اسلامی فرقوں کی بھی تطہیر کی ضرورت ہے۔ نجس افکار رکھنے والے جو مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں انھیں باہر نکال کر اپنے اپنے فرقوں کو پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ اہل سنت کو چاہئے کہ وہ اپنے مذہب کو پاک کریں اور شیعوں کو چاہئے کہ وہ اپنے مذہب کو پاک کریں۔ جو بھی مسلمان کا خون بہاتا ہے، جو بھی حرمتِ رسول اللہ ﷺ توڑتا ہے اور جو بھی حرمتِ آئمہ علیہم السلام توڑتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔

ان چند گروہوں کے علاوہ مسلمانوں کے اکثر فرقے رسول اللہ ﷺ اور اہلبیت علیہم السلام سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اگر کوئی انسان اُن کتابوں کو شمار کرے جو تشیع کے علاوہ دیگر مسلمانوں نے شانِ اہلبیت علیہم السلام میں لکھی ہیں تو وہ شیعوں کی کتابوں سے کم نہیں ہیں۔ ہمارے شیعہ خطباء اور علماء منبروں سے جو حوالے دیتے ہیں وہ اکثر کتابیں اہل سنت کے علماء کی لکھی ہوئی ہیں چونکہ اُنکے اندر بھی اہلبیت علیہم السلام کیلئے احترام، عقیدت اور جذبہ ہے لیکن شیعوں یا سنیوں میں سے کوئی بھی ہو، اُسے عقیدت سے ذرا آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔

عقیدت ایک جذبہ ہے جو انسان کو اس قابل بناتا ہے کہ کوئی حرکت کر سکے، اگر جذبہ نہ ہو تو انسان حرکت نہیں کر سکتا۔ جذبے والے لوگ ہی ہر کام کرتے ہیں۔ جذبے انسان کو آگے بڑھاتے ہیں یعنی عقیدتیں انسان کو حقیقتوں تک پہنچاتی ہیں۔ اگر انسان کو حقیقت سمجھ میں نہ آئے تو اُسے گمراہ ہونے، پھسلنے اور بھٹکنے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔

جس طرح ہم خطباء، علماء اور ذاکرین سے عقیدتوں اور جذبوں کی تسکین کر لیتے ہیں اُسی طرح ہمیں خود بارگاہِ ائمہ علیہم السلام اور بالخصوص بارگاہِ امام حسین علیہ السلام میں بھی حاضر ہونے کی ضرورت ہے تاکہ ہماری وہ تشنگی جو حقیقت کے بارے میں ہے وہ بھی بجھ سکے اور ہمیں حقیقتِ حال کا بھی علم ہو۔ جس قوم کو بھی حقیقتِ کربلا معلوم ہو جائے اُس قوم کی تمام مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔ موجودہ صدی میں بھی ایسا ہی ہوا ہے کہ جن کو حقیقتِ کربلا

معلوم ہوئی ہے اُنکی مشکلیں حل ہوگئی ہیں لیکن جولوگ ابھی حقیقتِ کربلا تک نہیں پہنچے وہ ابھی تک اُن مشکلات کا شکار ہیں۔ خصوصاً پاکستان کے اندر ہم بہت ساری مشکلات کا شکار ہیں اور یہ مشکلات اُس وقت حل ہوں گی جب ہم اس حقیقت تک پہنچیں گے جس تک ہمیں سید الشہداءؑ پہنچانا چاہتے ہیں۔

جب معاشرہ اقدار سے خالی ہو جائے!

سید الشہداءؑ نے ایک معروف خطبہ اُس وقت بیان فرمایا ہے جب عبید اللہ ابن زیاد نے آپؑ کا راستہ روکنے کیلئے حُر ابن یزید ریاحی کی سرکردگی میں پہلا دستہ بھیجا تھا۔ اُس خطبے کے چند جملات یہ ہیں کہ

إِنَّ الدُّنيَا قَدُ تَغَيَّرَتُ وَ تَنَكَّرَتُ وَ اَدُبَرَ مَعُرُوفُهَا وَ اسُتَمَرَّتُ حِذَاءً وَ لَمُ تَبُقَ مِنُهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الُإِنَاءِ وَ خَسِيسُ عَيُشٍ كَالُمَرُعَى الُوَبِيلِ اَ لَا تَرَوُنَ إِلَى الُحَقِّ لَا يُعُمَلُ بِهِ وَ إِلَى الُبَاطِلِ لَا يُتَنَاهَى عَنُه......[1]

بے شک دنیا نے اپنے چہرے کو تبدیل کرلیا ہے اور مکروہ چہرے کو ظاہر کرلیا ہے، معروف نے پشت کرلی ہے اور اور جو معروف بچ گیا ہے وہ ایسے ہے جیسے برتن کی تہہ میں بچی ہوئی تری ہوتی ہے۔ یہ معاشرہ اُس چراگاہ کی طرح بن گیا ہے جسے جانور روند ڈالتے ہیں اور جسکا بھوسا بھی ناکارہ ہو جاتا ہے۔ دنیا کی حالت بھی بالکل ایسے ہی ہوگئی ہے۔ کیا تم لوگ دیکھ نہیں رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا، اور کوئی باطل سے روکنے والا نہیں ہے!

...... إِنَّ الدُّنيَا قَدُ تَغَيَّرَتُ وَ تَنَكَّرَتُ وَ اَدُبَرَ مَعُرُوفُهَا

دنیا کا ماحول اور حالات بدل گئے ہیں اور جو سیدھے راستے تھے وہ اُلٹ ہوگئے ہیں۔ اقدار اور معروف نے پشت کرلی ہے۔

---

[1]......(اللهوف على قتلى الطفوف۔رضي الدين ابى القاسم علي بن موسى بن جعفر بن طاووسؒ، المتوفى: ٦٦٤ھ، صفحة:٦٩) (تحف العقول، صفحة: ١٧٤) (تاريخ طبرى، ج٧، ص ٣٠٠)

یعنی معاشرے سے معروف نکل گیا ہے اور فقط منکرات، برائیاں، قباحتیں اور کرپشن رہ گئی ہے۔ وہ معاشرہ جو نیکیوں اور خیرات سے بھرا ہوا تھا اب خالی ہو گیا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ

......وَ لَمْ تَبْقَ مِنْهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْإِنَاءِ......

اور جو دین بچ گیا ہے وہ ایسے ہے جیسے برتن کی تہہ میں بچی ہوئی تری ہوتی ہے۔

اگر آج کوئی پاکستان کے حالات سمجھانے کی کوشش کرے تو اُس کیلئے بہت بڑی تفصیل کی ضرورت ہے تاکہ موجودہ حالات کی تصویر کھینچ سکے۔ دنیا میں ایسے ادارے موجود ہیں جو مختلف ممالک کا جائزہ لیتے ہیں کہ ہر ملک کے اندر فساد، کرپشن، جھوٹ، فریب، رشوت اور دیگر جرائم و مسائل کی شرح کیا ہے؟ اسی طرح اگر کربلا کے بارے میں کوئی ادارہ قائم کیا جائے اور سالہا سال مطالعہ کرے تو سید الشہداء علیہ السلام کے زمانے کے حالات جاننے کیلئے اسکو بہت محنت کرنا پڑے گی لیکن آپؑ نے ایک تشبیہ کے اندر حالات کا جائزہ پیش کر دیا ہے کہ دنیا کے حالات بالکل بدل گئے ہیں اور اُلٹ ہو گئے ہیں کہ دین مکمل طور پر یہاں سے کوچ کر گیا ہے اور جو دین بچ گیا ہے وہ ایسے ہے جیسے برتن کی تہہ میں بچی ہوئی تری ہوتی ہے۔

یہ سب کو تجربہ ہے کہ برتن میں پانی ڈالنے کے بعد اُسے انڈیل دیا جائے تو برتن خالی ہو جاتا ہے لیکن اسکی تہہ میں تھوڑی سی تری باقی ہوتی ہے۔ یعنی امامؑ فرماتے ہیں کہ معاشرے سے اسلام اور معروف اس طرح سے مکمل طور پر نکل گیا ہے جس طرح ایک برتن کو الٹ دیا جاتا ہے تو اس میں جو کچھ ہے وہ سارا نکل جاتا ہے اگر کچھ باقی رہ جاتا ہے تو وہ برتن کی تہہ میں بچی ہوئی تری و نمی ہوتی ہے جو نہ پیاس بجھا سکتی ہے، نہ اس سے منہ دھویا جا سکتا ہے اور نہ اس سے صفائی کی جا سکتی ہے۔ انسان صرف یہ احساس کر سکتا ہے کہ تھوڑی سی تری باقی رہ گئی ہے۔

بھنگڑا اور دھمال سے امامؑ کو خوش کرنا

اسکے بعد سید الشہداء علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب کسی معاشرے اور امت میں اسلام فقط اس مقدار تک

رہ جاتا ہے تو وہ اُمت نہ ردِعمل دکھاتی ہے، نہ کسی ذمہ داری کا احساس کرتی ہے، نہ اسکے اندر حق کے دفاع کا کوئی احساس ہوتا ہے اور نہ اسکے اندر شعور و سنجیدگی ہوتی ہے۔ یہ صرف اہلِ لہو ولعب اُمت بن جاتی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام جب جنگِ صفین کیلئے جا رہے تھے تو راستے میں ایک شہر سے گزرے جسکا نام انبار ہے اور جو اس وقت عراق کا بہت بڑا شہر ہے۔ جب آپؑ انبار شہر سے گزرے تو وہاں لوگ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے جب دیکھا کہ ہمارے امیر، ہمارے امام اور ہمارے مولا آ رہے ہیں تو استقبال شروع کیا۔ انھوں نے استقبال ایسے شروع کیا کہ

فَتَرَجَّلُوا لَهُ وَ اشْتَدُّوا بَيْنَ يَدَيْه......

یعنی انہوں نے پائے کوبی شروع کردی جس کو اردو میں بھنگڑا ڈالنا کہتے ہیں اور ساتھ ساتھ علیؑ علیؑ کہہ کر چیخ بھی رہے تھے۔

...... فَقَالَ مَا هٰذَا الَّذِی صَنَعْتُمُوهُ؟......

آپؑ نے اُن سے کہا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟

...... فَقَالُوا خُلُقٌ مِنَّا نُعَظِّمُ بِهِ اُمَرَائَنَا ......

انہوں نے کہا کہ ہم اپنے بزرگوں کا احترام و تعظیم اسی طرح سے کرتے ہیں۔

......فَقَالَ وَ اللّٰهِ مَا يَنْتَفِعُ بِهٰذَا اُمَرَاؤُكُمْ وَ إِنَّكُمْ لَتَشُقُّونَ عَلَى اَنْفُسِكُمْ فِي دُنْيَاكُمْ وَ تَشْقَوْنَ بِهِ فِي (اُخْرَاكُمْ) آخِرَتِكُمْ وَ مَا اَخْسَرَ الْمَشَقَّةَ وَرَائَهَا الْعِقَابُ وَ اَرْبَحَ الدَّعَةَ مَعَهَا الْاَمَانُ مِنَ النَّارِ......[1]

آپؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اس سے تمہارے حکمرانوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ یہ دنیا میں تمہارے لئے مشقت اور زحمت ہے اور آخرت میں تمہارے لئے شقاوت اور بدبختی ہے۔ وہ مشقت کتنی گھاٹے والی ہے جس کا نتیجہ سزائے اخروی ہو، اور وہ راحت کتنی فائدہ مند ہے جس کا نتیجہ دوزخ سے امان ہو۔

---

[1]......(نهج البلاغة، حكمت: ٣٧)

آپؑ نے فرمایا کہ مجھے خوش کرنے کیلئے تم بھنگڑا ڈال کر غلط کر رہے ہو، کیونکہ میں کوئی بادشاہ یا شہنشاہ تو نہیں ہوں بلکہ میں تمہارا امام ہوں اور میں تمہارے لئے خداوند تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں۔ جس طرح آج سیاسی شخصیات کو خوش کرنے کیلئے اُنکی آمد پر بھنگڑے ڈالے جاتے ہیں اُسی طرح اُن لوگوں کی بھی یہ عادت تھی کہ وہ سیاستدانوں اور بزرگوں کا استقبال دھمال سے کرتے تھے۔ پس آپؑ نے فرمایا کہ اس سے تمہارے امام اور رہبر کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور تمہارا نقصان ہے۔ نقصان یہ ہے کہ دنیا میں تم زحمت، مشقت اور تکلیف اٹھا رہے ہو اور آخرت میں تمہیں شقاوت اور بدبختی نصیب ہوگی۔ لہٰذا بھنگڑے چھوڑ دو اور وہ کام کرو جو میں کر رہا ہوں اور میں کہہ رہا ہوں۔ میں نے دشمنِ دین کو سرکوب کرنے کیلئے لشکر بنایا ہے تم دھمالیں اور بھنگڑے ڈالنے کے بجائے اُٹھو، میری سپاہ میں شامل ہو جاؤ اور میں جو احکام صادر کروں گا انھیں بجا لاؤ۔

یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے زمانے میں ہی آپؑ کو خوش کرنے کیلئے لوگوں نے دھمال اور بھنگڑے کا طریقہ اپنایا تھا۔ ظاہر ہے اور بھی کام کرتے ہوں گے لیکن اس جملے میں صرف دو چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی وہ اُچھل کود رہے تھے اور ساتھ چیخ کر نعرے لگا رہے تھے اور یہ سوچ رہے تھے کہ اس سے امامؑ بہت خوش ہو جائیں گے لیکن آپؑ اُن سے بہت ناراض ہوئے۔ لوگ حیران ہوئے کہ پچھلے حکمران تو ان باتوں سے بہت خوش ہوتے تھے، یہ عجیب حکمران آیا ہے کہ اسکے استقبال کیلئے ہم ناچتے ہیں اور یہ خوش نہیں ہوتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام امام ہیں اور آپؑ کی ہر چیز دوسروں سے الگ ہے۔ جس بات پر دوسرے خوش ہوتے ہیں آپؑ اُن باتوں پر خوش نہیں ہوتے ہیں اور دوسرے جن باتوں پر ناخوش ہوتے ہیں آپؑ اُن باتوں پر خوش ہوتے ہیں۔ دوسرے لذیذ کھانوں پر خوش ہوتے ہیں اور آپؑ جَو کی خشک روٹی پر خوش ہوتے ہیں۔ دوسرے لذتوں اور عیاشیوں پر خوش ہوتے ہیں اور آپؑ عبادتوں پر خوش ہوتے ہیں۔ یہ بہت اہم بات ہے کہ ایک قوم کو یہ پتہ چل جائے اُسکا رہبر کیسے خوش ہوتا ہے؟ مثلاً سیاستدانوں کو خوش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُنکے بڑے بڑے پوسٹر لگائے جائیں، نعرے لگائے جائیں اور ان کو بھاری رشوتیں دی جائیں لیکن یہ خیال رکھنا ہے کہ ائمہ علیہم السلام آج کے زمانے کے سیاستدانوں کی طرح نہیں ہیں۔ ووٹر اُس وقت خوش ہوتے ہیں جب امیدوار اُنکا مفاد پورا کرے اور اُمیدوار اُس وقت خوش ہوتا ہے جب ووٹر اسکا مفاد پورا کرے لیکن امیر المومنین علیہ السلام کو

ووٹروں کی ضرورت نہیں ہے چونکہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے امام بنایا ہے۔ پس یہ بھنگڑے ڈالنا کنڈیڈٹ کو خوش کرنے کا طریقہ ہے، امامؑ ان بھنگڑوں سے کبھی بھی خوش نہیں ہوں گے۔

دین ومعروف اُٹھ جانے کے بعد!

جب معروف دنیا سے نکل جائیں تو قومیں اپنے فریضے اور وظیفے بھول جاتی ہیں، دھمال و بھنگڑے میں مشغول ہو جاتی ہیں، انہی کو عبادت سمجھ لیتی ہیں اور یہ سمجھتی ہے کہ یہ دھمالیں اور بھنگڑے ہمیں نجات دیں گے۔ سید الشہداءؑ فرمارہے ہیں کہ حالات اُلٹ گئے ہیں اور میں نے ان الٹے حالات کو سیدھا کرنے کیلئے قیام کیا ہے، یہ میرا ہدف ہے اور اس مقصد تک پہنچنے کیلئے مجھے انصار کی ضرورت ہے۔ اسی خطبے میں آگے جا کر آپ دوسری تشبیہ دے رہے ہیں کہ

......وَ خَسِيسُ عَيْشٍ كَالْمَرْعَى الْوَبِيلِ......[1]

کیا یہ نہیں دیکھتے ہو کہ تمہارا یہ معاشرہ اُس چراگاہ کی طرح بن گیا ہے جسے جانوروں نے روند دیا ہے اور جسکا بھوسا بھی ناکارہ ہو گیا ہے۔ خسیس اُس بھوسے کو کہتے ہیں جو پاؤں تلے آجائے اور جس کو جانور بھی کھانے کیلئے تیار نہ ہو۔ مرع: چراگاہ کو کہتے ہیں اور وبیل: وہ چراگاہ جس کو جانوروں نے پاؤں تلے روند ڈالا ہو۔ وہ چراگاہ جسے جانور اپنے پاؤں تلے پائمال کرتے ہیں وہاں نہ گاس اُگتی ہے اور نہ جانور چرنے آتے ہیں۔ معاشرے کو اُن ظالم حکمرانوں، طاغوتوں اور بیت المال کھانے والوں نے روند ڈالا تھا اور اُس روندی ہوئی چراگاہ میں کوئی ریوڑ نہیں پالا جا سکتا تھا اور نہ کھیتی باڑی کی جاسکتی تھی اور نہ اُس معاشرے سے کسی قسم کی امید رکھی جاسکتی تھی۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی تازہ رپورٹ میں بتایا تھا کہ پاکستان میں سب سے زیادہ کرپشن، رشوت خوری، فراڈ، قتل وغارت اور ناامنی ہے۔ اگر ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ کا سید الشہداءؑ کی زبان میں ترجمہ

---

[1]......(صفحہ ۳۹ پر رجوع کریں)

کیا جائے تو یہ بنتا ہے کہ

...... وَ خَسِیسُ عَیْشٍ کَالْمَرْعَی الْوَبِیلِ ......

یہ ملک ایک روندی ہوئی اور پائمال چراگاہ کی طرح ہے جسکا سب کچھ تباہ کر دیا گیا ہے اور اب اس میں کسی بھی چیز کے اُگنے کی اُمید نہیں ہے۔ یہاں بھی یزیدی آئے اور انھوں نے پاکستان کی یہ حالت بنائی ہے۔ ظاہر ہے یزید ایک دم آسمان سے تو نہیں ٹپکا بلکہ یزید کو حکومت تک لانے کیلئے پہلے ماحول بنایا گیا، بہت سارے مرحلے طے کر کے وہ حکمرانی تک پہنچا۔ جب یزید حکمرانی کیلئے یہ مراحل طے کر رہا تھا تو مسلمان کہاں سوئے ہوئے تھے؟ سید الشہداء علیہ السلام یہی بیان فرما رہے ہیں کہ تب اُن سے غیرتِ دین، عزت، احساس اور شرف نکل گیا تھا اور فقط اتنا رہ گیا تھا کہ جتنا برتن کی تہہ میں تری ہوتی ہے اور امت اُس روندی ہوئی چراگاہ کی طرح بن گئی تھی جو کسی کام کی نہیں ہوتی۔

انتظارِ امام یا بھنگڑا؟!

یہ ضرورت ہے کہ اس پائمال شدہ چراگاہ کو زندہ کیا جائے اور اُس برتن کو دوبارہ پانی سے بھر دیا جائے۔ یعنی نظامِ مملکت، نظامِ اُمت اور نظامِ دین کو سیدھا کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً ابھی امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف جب ظہور کریں گے تو پیروانِ ولایت کیا کریں؟ اس حوالے سے ایک شاعر نے بہت خوبصورت شعر لکھا ہے کہ ''جب امامؑ آئیں گے''۔ اسکے سارے شعر خوبصورت ہیں لیکن جب آخر میں اپنی باری آئی ہے تو اس شاعر نے کہا ہے کہ ہم امامؑ کو شعر و قصیدے سنائیں گے۔ کیا امامؑ فقط غزلیں، قصیدے اور اشعار سننے کیلئے آئیں گے؟ کیا امامؑ اسلئے غیبت میں چلے گئے تھے کہ آپؑ کو قصیدے سنانے والا کوئی نہیں تھا؟ پس اُمت آپؑ کا استقبال بھنگڑے ڈال کر نہیں کریگی کیونکہ آئمہ علیہم السلام کو بھنگڑے پسند نہیں ہیں۔

امامؑ کو ایک تیار شدہ اُمت چاہئے جسکی مدد سے امامؑ اپنے دشمنوں اور باطل کو سرکوب کر کے عدلِ الٰہی اور حق قائم کرسکیں، جسکے ذریعے سے آپؑ تفرقے کو مٹا کر وحدت قائم کرسکیں۔ پس امامؑ کو ایک تیار اور میدان میں

حاضر امت چاہیئے۔ جب ایک فوجی کمانڈر جنگی حالات میں آتا ہے تو اسکو ایک فوج کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اُسکی فوج لنگر پکا کر خود بھی کھائے اور کمانڈر کو بھی کھلا کر بھنگڑے ڈالتی رہے تو اس فوج کو فوجی کمانڈر کیا کرے گا؟ نہ یہ فوج اُسکے کسی کام میں آئے گی اور نہ ہی اُنکے بھنگڑے اس کمانڈر کے کچھ کام آئیں گے۔ وہی فوج کمانڈر کے کام آسکتی ہے جس نے ٹریننگ لی ہو اور تربیتی کورس پورا کر لیا ہو، جس نے سارے ساز و سامان تیار کر لئے ہوں، جس نے کمر کس لی ہو، جس نے اپنے آپکو تیار کر لیا ہو اور جس نے ارادوں کو پُرعزم کر لیا ہو کہ ہم نے آخری سانس تک اپنے رہبر کے پیچھے چلنا ہے۔

زمانۂ انتظار بھنگڑوں کا زمانہ نہیں ہے بلکہ تیاری کا زمانہ ہے۔ جب امامؑ آئیں گے تو ہم نے بھنگڑے نہیں ڈالنے بلکہ آپؑ کے فرمان پر جانوں کا نظرانہ پیش کرنا ہے۔ ہم امامؑ کے فرمان پر وہ کام کریں گے جو امامؑ ہمیں حکم دیں گے۔ اگر امامؑ یہ کہیں کہ فلاں اس سرزمین کو آپ نے آزاد کرانا ہے؟ تو ہم نے اُس سرزمین کو آزاد کرنا ہے۔ اگر امامؑ ہمیں حکم یہ دیں کہ آپ نے فلاں مرکز کو آباد کرنا ہے تو ہم نے اُس مرکز کو آباد کرنا ہے۔ ہم ایسی حالت میں نہ ہوں کہ جب امامؑ ہمیں کوئی حکم دے تو ہم یہ کہے کہ یا امامؑ ہمیں تو فقط بھنگڑے ڈالنے آتے ہیں۔

جب کوفیوں نے سید الشہداءؑ کو خطوط لکھے تو آپؑ پہلے مکہ چلے گئے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔ جب مکہ میں بھی کوفیوں کے لاتعداد خطوط آپؑ کو موصول ہوئے تو آپؑ نے کوفہ کی طرف سفر شروع کیا۔ کوفہ میں بڑے بڑے لوگ رہتے تھے اور یہ ہر روز کسی نے کسی کے گھر میں میٹنگ رکھ کر بکرے ذبح کرتے تھے اور آپؑ کو خطوط لکھ کر بھیجتے رہتے تھے کہ یا امامؑ آپ آجائیں ہم آپؑ کے منتظر ہیں۔ پھر ساری دنیا نے دیکھ کہ جب آپؑ کوفے کی طرف چلے گئے تو وہ لوگ وہاں تیار اور آمادہ نہیں تھے۔ نہ ارادے کے لحاظ سے تیار تھے، نہ ساز و سامان کے لحاظ سے تیار تھے، نہ نظریئے کے لحاظ سے تیار تھے، نہ عقیدے میں تیار تھے، نہ عمل میں تیار تھے، نہ حرکت کیلئے تیار تھے، نہ دشمن سے لڑنے کیلئے تیار تھے، نہ طاغوت کے مقابلے میں آنے کیلئے تیار تھے اور نہ امامؑ کی نصرت کرنے کیلئے تیار تھے۔ یہ صرف بھنگڑے کیلئے تیار تھے اور تاریخ بتاتی ہے کہ یہ آپؑ کا بھنگڑوں اور دھمال سے استقبال کرنے کی بھرپور تیاریاں کر رہے تھے۔

بغیر تیاری کے امام کو بلانے کا انجام!

کوفہ میں موجود جاسوسوں نے یزید کو اطلاع دی کہ کوفہ کا گورنر نعمان ابن بشیر کمزور آدمی ہے اور حالات پر کنٹرول نہیں رکھ سکتا لہٰذا کسی ایسے شخص کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا جائے جو زیادہ شدت پسند، سخت گیر اور بے رحم ہو۔ جب یزید نے اپنے بیورو کریسی سسٹم میں دیکھا تو اُسے عبید اللہ ابن زیاد میں یہ ساری صفات نظر آئیں۔ یہ واقعاً جلاد صفت، جفا کار، ظالم اور بے رحم انسان تھا اور اُس وقت یہ بصرہ کا گورنر تھا۔ یزید نے اسکو کوفہ بھیجا لیکن یہ بڑی فوج کیساتھ کوفہ نہیں آیا کیونکہ اس میں بے حد خود اعتمادی تھی۔ یہ رات کے وقت دو آدمیوں کیساتھ کوفہ میں داخل ہوا۔ جب یہ کوفہ میں داخل ہو رہا تھا تو اسکے چہرے پر نقاب تھا۔ کوفہ کے لوگ اس وقت تیاریاں کر کے بیٹھے ہوئے تھے کہ امامؑ آرہے ہیں۔ جب نقاب پہن کر عبید اللہ ابن زیاد کوفے میں داخل ہوا تو کوفیوں نے سمجھا کہ امامؑ آگئے ہیں لہٰذا سارے کوفی میدانِ کوفہ میں جمع ہو گئے اور عبید اللہ کا نعروں، بھنگڑوں اور دھمالوں کے ذریعے بھرپور استقبال کیا۔ جب یہ بھنگڑوں سے فارغ ہوئے تو پھر تقاضا کیا کہ یا امام! آپ اپنے چہرے سے نقاب ہٹایئے اور ہمیں موقع دیں کہ ہم آپکے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اس عمل سے ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ امام شناس نہیں تھے۔ اُس وقت اس نے چہرے سے نقاب اُلٹی۔ یہاں پر یہ ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے اور عبید اللہ صرف دو ہی آدمیوں کیساتھ اُنکے سامنے کھڑا تھا لیکن جونہی اس نے نقاب اُلٹی تو یہ سب ڈر گئے اور خوفزدہ ہو گئے۔ اُس نے انکے سامنے تقریر کی اور انتہائی شرمناک گالیاں دی اور کہا کہ جو بھی امام حسین علیہ السلام کا ساتھ دینا چاہتا ہے وہ یہیں پر اعلان کرے۔ جب انھوں نے اسکا چہرہ دیکھا اور تقریر سن لی تو اُن پر سکتہ طاری ہوا اور اُلٹے قدموں سب گھروں کی طرف پلٹے اور پھر اسکے بعد گھروں سے نہیں نکلے۔

انہوں نے امامؑ کو بلایا تو تھا لیکن تیاری نہیں کی تھی اور صرف بھنگڑے ڈالنے کی تیاری کی ہوئی تھی اور وہ بھی یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ ہم اپنے امام کے پیروکار ہیں۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ دھمالی لوگ جب جنگ اور نبرد کا وقت آتا ہے تو میدان چھوڑ جاتے ہیں اور کوفہ والے وہی لوگ تھے۔ جب امامؑ کربلا میں اپنے خاندان کیساتھ قربانی دے رہے تھے تو صرف دو آدمیوں کے علاوہ باقی کوئی کوفی آپؑ کی مدد کیلئے نہیں آیا۔ جب ایک

ملت تیار نہ ہو اور اپنے امام کو بلائے تو پھر اس صورت میں بہت دردناک سانحہ بنتا ہے۔ سید الشہداءؑ اسی لئے فرمارہے ہیں کہ یہ دنیا اُلٹ گئی ہے اور اس سے معروف ختم ہو گیا ہے۔ یعنی ملت اور ملک کا نظام اُلٹا ہو گیا ہے۔ اگر لوگ میرا ساتھ دیں تو یہ سیدھا ہو سکتا ہے۔ یعنی جب ہم سب مل کر اس طاغوت یزید کو سرنگوں کریں گے اور اسکی جگہ پر حکومتِ الٰہی قائم کریں گے تو یہ زمانہ سیدھا ہو گا۔

آپؑ نے فرمایا کہ زمانے کو سیدھا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ لوگ میرا ساتھ دیں لیکن اگر لوگ ساتھ نہ دیں تو تب بھی میں واپس نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے اس دنیا کو سیدھا کرنا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر لوگ ساتھ نہ دیں تو پھر میں اسکو اپنے لہو سے آباد کروں گا کیونکہ اسکو آباد کرنے کیلئے اسکے علاوہ میرے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر باقی سارے لوگ میرا ساتھ نہیں دیتے تو میرا کنبہ، میرے بیٹے، میرے اصحاب، میری بیبیاں اور میری بہنیں میرے ساتھ موجود ہیں۔ یعنی میں حرم رسول اللہ ﷺ کی قربانی دیکر اس کو آباد کروں گا۔

عزاداری کا مقصد بگڑے حالات کو سُدھارنا ہے

یہ عزاداریاں اور مجالس بگڑے ہوئے حالات کو ٹھیک کرنے کیلئے برپا ہوتی ہیں۔ یہ فقط رسم نہیں ہیں بلکہ درحقیقت سید الشہداءؑ کی وہ نہضت و تحریک ہے جس میں آپؑ نے فرمایا تھا کہ اگر میری راہ اپناؤ گے تو تمہارے الٹے حالات سیدھے ہو جائیں گے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ تم سب میرے ساتھ متحد و متفق ہو جاؤ اور جس دن متفق ہو جاؤ گے اسی دن یزید سرنگوں ہو جائے گا اور اگر تم متفق و متحد نہیں ہوئے تو پھر تمہارا کام سخت ہو جائے گا۔ پھر تمہیں اپنے لہو سے یہ حالات سیدھے کرنے پڑیں گے اور اگر تم نے حالات سیدھے نہیں کئے تو تمہارا خون ہر صورت میں بہایا جائے گا۔ اگر تم خون دینے کیلئے تیار نہ بھی ہوئے تو تمہارا خون تو بہا دیا جائے گا۔ فرق یہ ہو گا کہ وہ خون جو تمہارا بہا دیا جائے گا اسکے ذریعے سے حالات ٹھیک نہیں ہوں گے بلکہ اور زیادہ خراب ہوں گے لیکن اگر خود تم میدان میں نکلو گے اور دشمن کے مقابلے میں نکل کر اپنا خون بہاؤ گے تو پھر تمہارے حالات بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔

انقلاب سے پہلے ایران کے حالات پاکستان کی نسبت زیادہ خراب تھے، ملت بیدار ہوئی جس نے دشمن کا مقابلہ کیا اور کئی لوگ شہید ہوئے لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ اُنکے بگڑے ہوئے حالات اور اُلٹی دنیا سیدھی ہوگئی۔ وہاں پر قائم طاغوتی و یزیدی حکومت ختم ہوکر ولایت کی حکومت قائم ہوگئی۔ اسی طرح لبنان کے حالات ایران سے بھی زیادہ خراب تھے، پورے لبنان پر اسرائیل کا قبضہ تھا لیکن آج لبنان کو دیکھیں کہ کس طرح سے لبنان کے حالات سیدھے ہوئے ہیں۔

راہِ امام حسینؑ میں پاکستان کی نجات

پاکستانی چاہتے ہیں کہ ہمارے بگڑے ہوئے حالات ٹھیک ہوجائیں۔ کبھی سوچتے ہیں کہ شاید ووٹوں سے ٹھیک ہوجائیں گے، کبھی سوچتے ہیں کہ فلاں سیاستدان ٹھیک کرے گا اور کبھی کہتے ہیں کہ ہم فلاں کام کریں گے اور حالات ٹھیک ہوں گے۔ یہ حالات فقط راہِ حسین ابن علی علیہم السلام سے ٹھیک ہوں گے۔ حالات کو ٹھیک کرنے کیلئے فقط دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ سارے بیدار ہوکر متحد و متفق ہوجائیں۔ اگر سارے اکٹھے ہوجاتے ہیں تو پھر پوری دنیا کے حالات ٹھیک ہوجائیں گے لیکن اگر اتنی بیداری اور آگاہی پیدا نہیں ہوتی ہے تو جو بیدار ہیں وہی میدان میں آجائیں، اس دوسری صورت میں خون تو ضرور بہے گا لیکن حالات بہتر ہوجائیں گے ورنہ ان دھمالوں اور بھنگڑوں سے حالات کبھی بھی ٹھیک نہیں ہوں گے۔

جب الیکشن کے دن آتے ہیں تو ساری قوم بھنگڑوں کی تیاری کرتی ہے۔ ستّر سال تک یہ بھنگڑا کھیلتے رہے ہیں لیکن آج نہ کسی کی جان محفوظ ہے، نہ کسی کی عزت محفوظ ہے، نہ کسی کی ناموس محفوظ ہے، نہ مجلسیں محفوظ ہیں، نہ عزاداریاں محفوظ ہیں، نہ مسجدیں محفوظ ہیں، نہ امام بارگاہیں محفوظ ہیں، نہ مزار محفوظ ہیں اور نہ کسی کی حرمت وتقدس محفوظ ہے۔ اتنے زیادہ مسلمان جو مسلمان ممالک میں موجود ہیں جن کے پاس دولت وثروت اور سب کچھ موجود ہے لیکن ان مسلمانوں کے نبی کی توہین کھلم کھلا کی جاتی ہے۔ مسلمانوں سے کوئی بھی نہیں ڈرتا کیونکہ یہ صرف دھمال ڈالتے ہیں اور چلے جاتے ہیں اور انکے اندر جرأت کہ اُس راہ کو اور اُس دین کو بچانے کیلئے

حوصلہ نہیں ہے جسے سید الشہداء علیہ السلام نے کربلا میں پیش کیا تھا اور جسکے ذریعے سے دینِ خدا، حرمتِ خدا، حرمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حرمتِ آئمہ علیہم السلام کو بچایا تھا۔

اُلٹے حالات کو سیدھا کرنے کا نام کربلا ہے اور اُلٹی دنیا کا ماحول بدلنا عاشورا ہے۔ اگر مسلمانوں نے راہِ عاشورا نہیں اپنایا تب بھی مارے جائیں گے اور اگر راہِ عاشورا اپنایا تب بھی مارے جائیں گے لیکن ایک موت عزت کی موت ہے اور دوسری موت ذلت کی موت ہے۔ اسلئے سید الشہداء علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں مدینے میں یا مکے میں رہوں تو بھی مجھے شہید کر دیں گے اور اگر کربلا میں جاؤں تب بھی شہید کر دیں گے لیکن اِس شہادت میں اور اُس شہادت میں بہت فرق ہے۔ آج پوری دنیا میں آپؑ کی تقدیس اور احترام ہے۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم آپؑ کی ان قربانیوں کو ضائع نہ کریں بلکہ آپؑ کی اس تحریک کو ہدف تک پہنچائیں۔

فصل سوم

همّ حسین علیه السلام و غم حسین علیه السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اِنَّ لِقَتلِ الُحُسَینِ(ع) حَرَارَۃً فِیُ قُلُوُبِ الُمُؤُ مِنِیُنَ لَا تَبُرُدُ اَبَدًا.....[1]

بیشک امام حسین علیہ السلام کی شہادت میں مومنین کے دلوں میں ایک حرارت ہے جو کبھی ٹھنڈی نہیں ہوگی۔

رسول خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ شہادتِ حسینؑ، قتلِ حسینؑ وخونِ حسینؑ میں ایسی تڑپ اور حرارت موجود ہے جو ہمیشہ کیلئے مومنین کے دلوں کو گرماتی رہے گی اور ہرگز یہ تڑپ اور حرارت ٹھنڈی نہیں ہوگی۔صدیاں گزر گئی ہیں لیکن یہ عشق، یہ جوش، یہ ولولہ، یہ تڑپ اور یہ حرارت مسلسل بڑھ رہی ہے اور انشاء اللہ بڑھتی ہی چلی جائے گی۔اگرچہ بعض نادان واحمق لوگ اپنی خام خیالی کی بنیاد پر بسا اوقات یہ کوشش کرتے ہیں کہ اس حرارت، تڑپ اور شعلۂ عشق کو کم کردیں، مومنین کے دلوں کو سرد کردیں اور امام حسینؑ سے دور کردیں لیکن اس کا روز افزوں ہونا قانونِ الٰہی ہے۔

دل تو خدا کا حرم ہے

دل تو خدا کا حرم ہے

خداوند تبارک وتعالیٰ نے انسان کا دل بنایا، اُس دل میں اپنی محبت ڈال دی اور اُس دل کو اپنا حرم بنادیا لہٰذا جب تک یہ انسان کا دل ہے اور دل زندہ ہے اُس میں یادِ خدا ضرور رہے گی۔اگر یادِ خدا، ذکر خدا، محبت خدا اور خوفِ خدا نہ ہوتو یہ دل نہیں رہتا اور جب انسان کا دل انسان کا دل نہ رہے، انسان بھی انسان نہیں رہتا۔انسان کی انسانیت اُس کے دل کی وجہ سے ہے، اُس کے جسم کی وجہ سے نہیں ہے اور دل اُس وقت انسانی ہوتا ہے جب اُس کے اندر یادِ خدا وخوفِ خدا موجود ہو۔خصوصاً روایات میں ہے کہ جب یہ خوفِ خدا جوانی میں انسان کے دل میں آجائے، جب خدا کسی جوان کو اپنی محبت کیلئے منتخب کرلے اور اُس کے دل میں اپنی محبت ڈال دے، اُس جوان کے اندر اپنی ذات کا عشق ڈال دے اور اُس جوان کے اندر اپنی ذات کا خوف ڈال دے تو یہ

[1].....(مستدرك الوسائل ومستنبط المسائل- میرزا حسین النوری الطبرسیؒ،الجزء ١٠،صفحه٣١٨)

جوان کا دل خداوند تبارک وتعالیٰ کا سب سے اعلیٰ حرم ہے۔ اگر چہ دل جس عمر میں بھی خدا کیلئے تیار ہو جائے وہ حرمِ خدا ہے لیکن خصوصاً جب جوان کے دل میں عشقِ خدا آ جائے تو یہ بڑا پاکیزہ دل ہے اور جب دل میں خدا کا خوف آ جائے، اللہ کی محبت آ جائے خدا کے اولیاء کی محبت بھی آ جاتی ہے، چونکہ حبِ خدا اپنے مظاہر سے دور نہیں ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ......[1]

کہد یجئے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اگر تم اللہ کو پسند کرتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرو، رسول اللہؐ کی پیروی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تمہیں پسند کرے گا۔ اور خدا جس دل کو انتخاب کر لیتا ہے اُس دل میں اپنے اولیاء کی محبت ڈال دیتا ہے اور سب سے بڑھ کر حبِ علیؑ و اولادِ علیؑ ڈال دیتا ہے۔

عشقِ حسینؑ، انسانیت کا معیار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت منقول ہے: اے علیؑ! کبھی بھی کوئی مومن اگر چہ اُسے شکنجوں میں جکڑا جائے، اُسے خارِ مغیلاں پر گھسیٹا جائے، اُسے عذاب و تکلیفیں پہنچائی جائیں لیکن کبھی کوئی مومن تجھ سے نفرت نہیں کرے گا اور اگر ساری دُنیا کی لالچ کسی منافق کو دی جائے وہ کبھی تجھ سے محبت نہیں کرے گا...... [2]

بعض چیزیں خدا نے معیار قرار دی ہیں۔ حبِ حسینؑ، عشقِ حسینؑ اور تڑپ جو عاشورا و کربلا نے انسان کے دلوں میں ایجاد کی ہے یہ خداوند تبارک وتعالیٰ کا بنایا ہوا معیار ہے۔ جس دل کو خدا نے غمِ حسینؑ کی نعمت کیلئے انتخاب کر لیا اُس دل کے اندر کشش حسینؑ ڈال دی تو دراصل اُس دل کے اندر وہ حرارت ڈال

---

[1]......(سورة آل عمران، آية: ٣١)

[2]......لَوْ ضَرَبْتُ خَيْشُوْمَ الْمُؤْمِنِ بِسَيْفِىْ هٰذَا عَلٰى اَنْ يُّبْغِضَنِىْ مَا اَبْغَضَنِىْ، وَ لَوْ صَبَبْتُ الدُّنْيَا بِجَمَّاتِهَا عَلَى الْمُنَافِقِ عَلٰى اَنْ يُّحِبَّنِىْ مَا اَحَبَّنِىْ، وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ قُضِىَ فَانْقَضٰى عَلٰى لِسَانِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنَّهٗ قَالَ: يَا عَلِىُّ! لَا يُبْغِضُكَ مُؤْمِنٌ، وَ لَا يُحِبُّكَ مُنَافِقٌ......(نهج البلاغه، حكمت : ٤٥)

دی جو اُسے ہرگز ٹھنڈا نہیں ہونے دے گی۔ انسانیت کا معیار اور علامت یہی محبتیں اور یہی غم ہیں۔ محبت کی بابت تو ہم سنتے رہتے ہیں، محبت آتی ہی اُس دل میں ہے جس دل کو محبوب کے ساتھ کوئی مناسبت حاصل ہوتی ہے لیکن اللہ کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ خدا غم کیلئے بھی دل کو منتخب کرتا ہے۔ اللہ ہر غم ہر دل میں نہیں ڈالتا۔ ہم فخر کریں اور دُعائیں دیں اُن لوگوں کو جنہوں نے ہمیں غمِ حسینؑ سے آشناء کیا ہے اور وہ لوگ جو غمِ حسینؑ کو ہمارے دلوں میں زندہ و تازہ رکھتے ہیں اور اسے ٹھنڈا نہیں ہونے دیتے، البتہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ اہتمام اللہ کا ہے۔

غمِ حسینؑ، مومنین کے دلوں میں اللہ کی نعمت

اللہ وسیلے فراہم کرتا ہے اور بغیر سبب یا وسیلے کے کچھ کرنا اللہ کی سنت نہیں ہے۔ کبھی کوئی کام اللہ نے بغیر اسباب کے انجام نہیں دیا۔ یہ ذاتِ قدیر ہر کام کسی سبب کے ذریعے سے انجام دیتی ہے، اُسے آپ کو حرارت دینی ہوتی ہے تو سورج کو وسیلہ بناتا ہے، اُسے آپ کی پیاس بجھانی ہوتی ہے تو پانی کو وسیلہ بناتا ہے، اُسے آپ کی بھوک مٹانی ہوتی ہے تو کھانے کو وسیلہ بناتا ہے، اُسے آپ کو آرام دینا ہوتا ہے تو رات کو وسیلہ بناتا ہے اور اسے آپ کو رزق دینا ہوتا ہے تو دن کو وسیلہ بناتا ہے اور ہر چیز کا ایک وسیلہ بنا کر انسان کو اپنے مقرر کردہ وسیلے سے اپنی نعمتوں تک پہنچاتا ہے۔ خدا کے مقرر کردہ وسیلے جو ہمارے دلوں کے اندر غمِ حسینؑ و یادِ حسینؑ کو زندہ رکھتے ہیں وہ درحقیقت ہم پر عظیم احسان کرتے ہیں۔ اللہ انہیں وسیلوں کے ذریعے سے غم کو زندہ رکھتا ہے لیکن کونسا غم؟ وہ غم جو انسان کے دل میں تڑپ پیدا کرے، وہ غم جو انسان کے دل میں حرارت، جوش اور جذبہ پیدا کرے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اِنَّ لِقَتْلِ الْحُسَيْنِ حَرَارَةً فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ......[1]

[1]......(مستدرك الوسائل ومستنبط المسائل- میرزا حسین النوری الطبرسیؒ، الجزء ۱۰، صفحه ۳۱۸)

مومنین کے دلوں میں شہادتِ حسینؑ، غمِ حسینؑ، ذکرِ حسینؑ اور خونِ حسینؑ ایک حرارت وتڑپ پیدا کرتا ہے۔ وہ تڑپ درحقیقت خداوند تبارک وتعالیٰ کی جانب سے نعمت ہے جو خدا کسی دل کو انتخاب کرکے اسکے اندر ڈال دیتا ہے۔ اگرچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ کئی غموں میں مبتلا ہیں، کسی کے دل میں غمِ دُنیا ہے، کسی کے دل میں غمِ دوراں ہیں، کسی کے دل میں غمِ مال وغمِ اولاد ہے یعنی ہر ایک انسان کے دل میں کسی نہ کسی چیز کا غم موجود ہے اور انسان جس طرح اپنے 'ہم' سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح اپنے غم سے بھی پہچانا جاتا ہے۔

''ھمِّ'' کا مفہوم

ھمّ،عربی زبان کا لفظ ہے(ھَـمَـمَ ادغام کے قانون کے تحت ھَمَّ لکھا جاتا ہے) عربی زبان میں 'ھمّ' ہمت کو کہتے ہیں۔ جب ھمّ کہتے ہیں کہ تیرا ھمّ وغم کیا ہے یعنی تیری ہمت کیا ہے، تیرا ارادہ کیا ہے، تیری مراد کیا ہے، تیری جستجو کیا ہے، تیرا مقصد کیا ہے، تیرا ہدف کیا ہے، جو چیز انسان کا ھمّ ہوتی ہے، جو انسان کا مقصد ہوتی ہے، انسان کے اندر اُسی سے دوری کا غم بھی پیدا ہوتا ہے۔ پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ آپ کا ھمّ کیا ہے، جو ھمّ ہے وہی آپ کا غم ہے۔ اگر انسان کا ھمّ دُنیا ہے، انسان کا غم بھی دُنیا ہے۔ اگر ہمِّ انسان اولاد ہے غمِ انسان بھی اولاد ہے، اگر ہمِّ انسان شخصیت ہے غمِ انسان بھی شخصیت ہے۔ اپنے غم دیکھو اور اپنے اردگرد کے لوگوں کے غم دیکھو۔ کبھی کوئی جوتے کیلئے غمگین ہے، کوئی جوڑے کیلئے غمگین ہے، کوئی موبائل کیلئے غمگین ہے، کوئی موٹر سائیکل کیلئے غمگین ہے، کوئی روزگار کیلئے غمگین ہے، کوئی ڈگری کیلئے غمگین ہے، کوئی ویزے کیلئے غمگین ہے، ہر شخص اُسی چیز کے بارے میں غم میں مبتلا ہے جس کو اُس نے اپنا 'ھمّ' یا اپنا مقصد بنایا ہے۔ غم انسان کے دل میں اُسی وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان اپنے ھمّ سے دور ہوتا ہے۔ اُردو میں ''ہم'' اور ہے فارسی میں ''ہم'' اور ہے، ساری زبانوں میں لفظِ ''ہم'' استعمال ہوتا ہے لیکن سب سے خوبصورت ''ہم'' عربی زبان کا ''ھمّ'' ہے۔

انسان کی ہمت، اس کی قیمت!

علی علیہ السلام کا فرمانا ہے کہ اے انسان! تیری قیمت وہی ہے جو تیرا 'ھم' ہے:

قَدْرُ الرَّجُلِ عَلَى قَدْرِ هِمَّتِهِ......[1]

ہرانسان کی قیمت وہی ہے جو اُس کی ہمت ہے۔

اگرکسی حادثے میں کوئی اچھا شخص مرجائے تو کہتے ہیں کہ بڑی قیمتی جان چلی گئی، کبھی کسی کا کوئی موبائل گم ہوتا ہے کہتے ہیں بڑا قیمتی موبائل گم ہوگیا۔ موبائل سستے بھی ہیں اور قیمتی بھی ہیں، اسی طرح انسان بے قیمت بھی ہیں اور قیمتی بھی ہیں۔ بے قیمت انسان کون ہیں اور قیمتی انسان کون ہیں؟ علیؑ فرماتے ہیں کہ جب انسانوں کی قیمت لگاؤ تو اُن کا وزن نہ تولو کہ کتنے کلو کے ہیں، جب انسانوں کی قیمت لگاؤ تو اُن کی ڈگریاں نہ تولو کہ اس کے پاس کتنی ڈگریاں ہیں، جب انسان کی قیمت لگاؤ تو اُس کا مال نہ تولو کہ اس کے پاس کتنا مال ہے، جب انسان کی قیمت لگاؤ تو اُس کا خاندان نہ تولو کہ کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے، جب انسان کی قیمت لگاؤ تو پہلے اُس کی ہمت دیکھ لو کہ اُس کا زندگی کے اندر مقصد کیا ہے۔ انسان کی قیمت انسان کے مقصد سے پیدا ہوتی ہے۔ وہی جو تیری ہمت ومقصود ہے وہی تیری قیمت ہے: اگر تو دُنیا تک پہنچنا چاہتا ہے پہلے یہ دیکھ لے دُنیا کی کتنی قیمت ہے؟ قیمتی جان کس کو کہتے ہیں؟

قیمتی نفوس کا خریدار اللہ ہے

خداوندمتعال نے فرمایا کہ میں نے تمہیں جو جانیں دی ہیں یہ جانیں تمہارے اختیار میں ہیں، یہ جانیں تمہاری گروی ہیں، اپنے نفوس کو آزاد کراؤ، آزاد کرا کے ان کو قیمتی بناؤ، اتنا قیمتی بناؤ کہ اس پوری کائنات میں تمہاری جان کا کوئی خریدار نہ مل سکے، اس لئے کہ اس جان کی کوئی قیمت ادا ہی نہ کرسکتا ہو۔ جب انسان اپنی جان

[1]......(نهج البلاغة، حكم : ٤٧)

کو اُس نقطے پر پہنچا دیتا ہے تو اللہ کہتا ہے اس جان کا خریدار میں ہوں۔ جان سب کو اللہ نے دی ہے لیکن بعض انسانوں نے اس جان کو اتنا بے قیمت کر دیا ہے کہ اس کو ڈھیر پر پھینک دو تو بھی کوئی اُٹھانے کیلئے تیار نہیں ہے اور جس نے اس جان کو قیمتی بنالیا اللہ اُس جان کا خریدار ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ......[1]

خدا نے مومنین کے نفوس خرید لئے ہیں!

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ......[2]

اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی رضا جوئی میں اپنی جان بیچ ڈالتا ہے!

کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے نفس کو رضائے خدا کے بدلے میں دے دیا، اُن کے نفس کو اللہ نے خرید لیا اس لئے کہ خدا کے علاوہ کسی کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے:......**اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ......** لہٰذا جان کو قیمتی بناؤ۔ آج کل ایک کباڑ کا کاروبار ہے۔ کباڑ یعنی ردّی چیزیں۔ جو چیزیں استعمال ہو چکی ہیں، خراب ہو چکی ہیں، خراب گاڑیاں، خراب مشینیں، خراب آلات اور دیگر بہت ساری چیزیں جو لوگ استعمال کرتے ہیں جب وہ استعمال کے قابل نہیں رہتیں تو اُن کو کباڑ کہتے ہیں۔ آپ گاڑی لاکھوں روپے میں خریدتے ہیں لیکن جب یہ گاڑی ایکسیڈنٹ ہو کے کباڑ بن جاتی ہے تو اسکو تول کے بیچتے ہیں کیونکہ یہ کباڑ بن گئی ہے۔ کباڑ کو لوگ کوڑیوں کے بھاؤ خریدتے ہیں۔ آپ بیشک کہیں کہ میری یہ گاڑی پچاس لاکھ روپے کی تھی، کباڑیہ کہتا ہے کہ اب پانچ سو سے زیادہ کی نہیں ہے، بیچنی ہے تو دو بیچو ورنہ اپنی راہ لو۔ یہ گاڑی اس وقت پچاس لاکھ کی رہی ہوگی جب اس کے اندر ایسی صلاحیت و خصوصیت تھی جس نے اس کی قیمت پچاس لاکھ کر دی تھی لیکن تم نے اُس کو سنبھالا نہیں، تم نے اسے کباڑ بنا دیا لہٰذا اب اس کا کوئی خریدار نہیں ہے۔ اگر خریدار بھی ہے تو کباڑیہ خریدار ہے۔

اسی طرح خدا نے ہمیں جان دی اور کہا یہ جانیں تمہارے پاس ہیں، چاہو تو ان کو کباڑ بنا دو اور چاہے تو ان کو قیمتی بنا دو، اگر قیمتی بناؤ اللہ خریدار ہے اور اگر کباڑ بنا دیا کباڑیہ خریدار ہے۔

---

[1]......(سورة التوبه، آية: ١١١)　[2]......(سورة البقره، آية: ٢٠٧)

آپ دیکھ لیں کہ بہت سارے لوگ ہیں جن کو کباڑیوں نے خرید لیا ہے۔ بہت سارے اپنے آپ کو کباڑ کیلئے تیار کررہے ہیں کہ ہمیں کوئی چین کی کمپنی خرید لے، کوئی بینک خرید لے۔ اگر یہ کمپنیاں خرید لیں تو انہوں نے انسان نہیں خریدا بلکہ کباڑ خریدا ہے۔ تونے اپنے آپ کو کباڑ بنایا ہے لہٰذا کباڑیئے نے خریدا ہے، اگر تونے اپنے آپ کو قیمتی بنایا ہوتا تو تیرا خریدار اللہ ہوتا۔

انسان کی قیمت، اسکا ارادہ!

انسان کے اندر قیمت 'ھمؑ' سے آتی ہے۔ ھمؑ ہمت سے ہے اور ہمت یعنی مقصد یا ارادہ۔ پکے ارادے کو ہمت کہتے ہیں، کہتے ہیں بڑا باہمت آدمی ہے یعنی اس نے ارادہ کرلیا اور اب سختیوں کے سامنے تسلیم نہیں ہورہا۔ سختیاں انسان کو نہیں توڑتیں انسان کے ارادوں کو توڑتی ہیں، مصائب انسان توڑنے نہیں آتے انسان کے ارادوں کو توڑنے آتے ہیں، مشکلات انسانوں کو نہیں توڑتیں انسانوں کے ارادوں کو توڑتی ہیں، محرومیاں انسان کو نہیں توڑتیں انسان کے ارادے توڑتی ہیں۔ جب انسان ارادہ کرکے توڑ دیتا ہے تو اپنی مراد سے دور ہوجاتا ہے اور جتنا مراد سے دور ہوتا ہے، اپنی قیمت اتنی ہی کم کرلیتا ہے اور آہستہ آہستہ خود کو کباڑ بنالیتا ہے۔

ہمتِ مرداں، مددِ خدا!

صاحبِ ارادہ وصاحبِ عزم بنیں۔ فارسی کا یہ محاورہ (اسے ہم نے فارسی اہلِ زبان لوگوں سے تو نہیں سنا لیکن برِصغیر کی فارسی میں پایا جاتا ہے) جو ہم عموماً استعمال کرتے ہیں اُردو کا حصہ بن گیا ہے کہ ''ہمتِ مرداں مددِ خدا''۔ خدا کی مدد مشروط ہے یعنی وہ ہرجگہ مدد نہیں کرتا۔ خدا اپنی مدد کو ضائع نہیں کرتا۔ اللہ حکیم ہے، اللہ سمیع ہے، اللہ بصیر ہے، اللہ علیم ہے۔ جیسے آپ کے پاس پیسہ ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ کسی فقیر کو دیں لیکن آپ گداؤں کو نہیں دیتے چونکہ آپ کو معلوم ہے گدا کو دینا ضائع کرنا ہے۔ گدا اور فقیر میں فرق ہے۔ فقیر وہ ہے جس کے پاس پیسہ نہیں ہے لیکن مانگتا بھی نہیں ہے، جبکہ گدا وہ ہے جس کی جیب بھری ہوئی ہے پھر بھی مانگ

رہا ہے۔آپ کو کہا گیا ہے کہ اپنا مال فقیر کو دو، گدا کو نہ دو۔اگر فقیر کا مال گدا کو دیا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہوں گے کہ مال کسی کا تھا اور دیا کسی اور کو۔جس کا مال ہے اُسی کو دو۔فقیر کون ہے؟ فقیر وہ ہے جس کو تمہیں تلاش کرنا ہے، گدا وہ ہے جو تمہاری تلاش میں نکلا ہوا ہے۔فقراء بہت ہیں، آپ کے اڑوس پڑوس میں فقراء ہیں، آپ کے رشتہ داروں میں فقراء ہیں۔جا کر تلاش کرو اُن کی زندگیوں میں کیا کمی ہے؟ ان کی زندگیوں میں کیا مشکل ہے؟ شاید بظاہر سفید پوش ہوں لیکن اُن کی زندگی میں بڑی مشکلات ہوں۔اُن کی زندگیوں کا سہارا بنو، اُن کے بچوں کی تعلیم و تکمیل کا سہارا بنو، اُن کی بیٹیوں کی شادیوں کا سہارا بنو، اُن کے بیماروں کے علاج کا سہارا بنو، اُن کے قرض اُتارنے کا سہارا بنو۔کتنے لوگ قرضوں میں ڈوبے ہوئے ہیں لیکن کسی کو بتاتے نہیں ہیں۔اُن کی عزت و آبرو خطرے میں ہے اور ہم اُن کا مال اُٹھا کے گداگروں کو دے دیتے ہیں۔اپنے آپ کو قیمتی بناؤ قیمت ھمّ سے پیدا ہوتی ہے، مضبوط ارادہ رکھو، صاحبِ ارادہ بنو۔اللہ نے اپنی امداد مشروط کر دی ہے۔

مددِخدا کی شرائط

اللہ کا فرمانا ہے میں ہر ایک کی مدد نہیں کرتا بلکہ جو میری مدد کرے گا میں اُس کی مدد کروں گا!

يا اَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ ......[1]

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا۔

اللہ بے نیاز، غنی، قدیر اور قوی ہے۔یہ اسماء اللہ ہیں۔اللہ کے اسماء میں سے قوی (قوت والا)، قدیر (قدرت والا)، محیط (احاطے والا)، صمد (بے نیاز) اور غنی (بے نیاز) ہیں۔جو ذات قدیر ہے، جو ذات صمد ہے وہ ذات کہہ رہی ہے اُٹھو میری مدد کرو۔اللہ کو کس چیز کی مدد کی ضرورت ہے؟ خدا کا جواب آئے گا وہی میری مخلوق جو تمہارے پڑوس میں تھی اگر تم اُس کی مدد کرتے تو میری مدد ہوتی۔

قرآن مجید میں آیت ہے:

---

[1]......(سورة محمد، آية: ۷)

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا......[1]

کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے؟

حیرت کی بات ہے اللہ کو قرضِ حسنہ دے! اے اللہ! تو محتاج ہو گیا، تجھے قرض کی ضرورت پڑ گئی؟ قرض تو وہ لیتا ہے جو بالکل ختم ہو جائے، تو بے نیاز خدا، تو خالق و مالک خدا، تجھے قرض کی ضرورت پڑی؟ جواب آئے گا تیرے پڑوس میں جو میری مخلوق میں سے تھا، جو مقروض وضرورت مند تھا اور تجھ سے قرض مانگنے آیا تھا اگر تو اُس کو دے دیتا تو اُس قرض دینے کا شرف اتنا بڑا تھا کہ گویا تو خدا کو دے رہا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض اولیاء سے کہا کہ تو میری عیادت کو کیوں نہیں آیا؟ اُن نبیِ خدا، ولی خدا نے پوچھا اے پروردگار! تیری عیادت کو آنا سمجھ نہیں آتا: تُو تو مبرا ہے، تو پاک ہے، تو مقدس ہے، تو اعلیٰ ہے، تو مریض کب ہوتا ہے کہ میں تیری عیادت کو آؤں؟ جواب آیا، تیرے پڑوس میں میری مخلوق میں سے ایک شخص مریض تھا اگر تو اُس کی عیادت کو جاتا ایسا ہی تھا جیسے اللہ کی عیادت کو گیا۔

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ...... [2]

اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا۔

اللہ کی امداد مشروط ہے کہ تو اللہ کی مدد کر اللہ تیری مدد کرے گا۔ اللہ کس کی مدد کرتا ہے؟ اللہ مَردوں کی مدد کرتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتوں کی مدد نہیں کرتا، یہ لفظ 'ہمت مرداں' کا مطلب جنسِ مرد نہیں ہے کہ جنسِ عورت اُس سے باہر ہو جائے۔ اس مرد ہونے سے مراد مردانگی ہے۔ امیر المومنینؑ نے اپنے لشکر کو بٹھایا، وہ لشکر جو جنگ کیلئے تیار نہیں ہوتا تھا، کبھی کہتا تھا سردی بہت ہے، کبھی کہتا تھا گرمی بہت ہے، حضرتؑ نے فرمایا کہ تم جو سردی اور گرمی سے بھاگتے ہو، تم دشمن کی تلوار کا سامنا کیسے کرو گے؟ اُن کو بٹھا کر حضرتؑ نے خطبہ دیا اور فرمایا:

یَا اَشْبَاہَ الرِّجَالِ وَ لَا رِجَالَ!......[3]

---

[1]...... (سورة البقرة،آية ٢٤٥)　　[2]......(سورة محمد،آية: ٧)

[3]......(نهج البلاغة، خطبة: ٢٧)

اے مردنما چہرو! اے مَردوں کی شکل والے نامردو!

تمہارے چہرے تو مردوں والے ہیں لیکن تمہارے اندر صفاتِ مردانہ نہیں ہیں، غیرت نہیں ہے، مردانگی نہیں ہے، شجاعت نہیں ہے۔ بلند ہمت انسان کو مرد کہتے ہیں، جو بلند اہداف رکھتا ہو جو بڑے مقاصد رکھتا ہو۔ خدا نے فرمایا کہ خدا اُن کی مدد کرے گا جو بلند ہمت رکھتے ہیں، چھوٹی ہمت والوں کو خدا دوسروں کے سپرد کر دیتا ہے، کباڑیوں کے سپرد کر دیتا ہے کہ تم ان کی مدد کرو۔ کتنے لوگ ہیں جن کو اللہ نے سیٹھوں کے حوالے کیا ہوا ہے، کتنے ایسے لوگ ہیں ویلفیئر این جی اوز کے سپرد کیا ہوا ہے۔

اللہ کے یہاں منفورترین لوگ

سیدالشہداؑ دُعائے عرفہ میں فرماتے ہیں کہ اے پروردگار! مجھے اپنی معرفت اپنی ذات سے عطا فرما، مجھے اپنے آثار اور اپنی مخلوقات کے حوالے نہ کر کہ میں زمینوں کو دیکھ کر خدا کو پہچانوں، میں آسمانوں کو دیکھ کر خدا کو پہچانوں، میں ستاروں کو دیکھ کر خدا کو پہچانوں۔ اے پروردگار! تو مجھے اپنی ذات کا قرب اپنی ہی ذاتِ بابرکت سے عطا فرما، تو خود اپنی ذات کی تجلی فرما کہ حسینؑ تجھ سے تجھ کو پہچانے۔ مجھے ان کے سپرد نہ کر کہ میں ان میں بھٹکتا پھروں، کائنات میں تلاش کرتا پھروں۔

نہج البلاغہ میں امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ دو قسم کے لوگ اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مبغوض، مترود، منفور ہیں اور سب سے زیادہ خدا ان دو قسم کے لوگوں کو ناپسند کرتا ہے:

۱۔ جو علم نہیں رکھتا لیکن عالم بن کر لوگوں میں آبیٹھتا ہے۔

۲۔ جس کو خدا نے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے، جس کو خدا نے دوسروں کے سپرد کر دیا ہے۔

خوش نہ ہوں کہ سفارت خانے ہماری مدد کریں، ہمیں چندے دیں، این جی اوز کی مدد سے ہم اپنی مشکلات حل کریں، کبھی سوچا کرو کہ اے پرورگار! مجھے این جی اوز کے حوالے کیوں کر دیا؟ مجھے ویلفیئر تنظیموں کے حوالے کیوں کر دیا، اے پروردگار! وہ رزق کے وسیلے جو تو اپنے خاص بندوں کو دیتا ہے تو اُن وسیلوں سے

مجھے رزق عطا فرما، عزت کے ساتھ مجھے رزق عطا فرما مجھے ان سیٹھوں کے حوالے مت کر، مجھے ان ویلفیئر سوسائٹیوں کے حوالے مت کر، مجھے یہ راشن تقسیم کرنے والوں کے حوالے مت کر، مجھے اُن کے حوالے مت کر جو مجھے ایک پاؤ آٹا دیتے ہیں اور ایک ٹن میری عزت ضائع کرتے ہیں۔

میں نے دیکھا پاکستان سے باہر پاکستان کے شہداء کے بچوں اور بیواؤں کی تصاویر مساجد میں لگی ہوئی ہیں۔ پاکستانی شہداء اور اُن بچوں کی تصاویر مساجد کے دروازے کے اوپر لٹکی ہوئی ہیں کہ فلاں شہر میں اتنے شہید ہیں، یہ بیوہ ہے، یہ بچہ ہے، یہ فلاں ہے اور ان کی مدد کیلئے لوگ آتے جاتے ہوئے صندوق میں پیسے ڈالتے ہیں۔ خدا شاہد ہے اُس مسجد میں جا کر ندامت سے سر جھک گیا، شرمندگی ہوئی یہ دیکھ کر کہ آج ہماری حالت یہ بن گئی کہ ہمارے شہداء کے بچوں کی تصویروں کی عالمی سطح پر تشہیر ہو رہی ہے تا کہ لوگ ایک ایک ڈالر ان کی مدد کیلئے ڈالتے رہیں۔ خدا کیوں ان کے سپرد کر دیتا ہے؟ خوش نہ ہوا کرو کہ ہماری مدد فلاں جگہ سے ہو رہی ہے۔ اللہ ہمت والوں کی خود مدد کرتا ہے، ہمت بلند کرو۔ اگر ہمت کم ہوئی خدا کسی اور کے سپرد کر دے گا، اگر ہمت بلند ہوئی خدا اپنی تحویل میں لے لے گا اور سب کچھ عزت کے ساتھ دے گا۔

شیروں کی نسل کو بکریوں کا سبق

عموماً میں عرض کرتا ہوں کہ اقبالؒ کے شاہینوں سے ایک گلہ اقبالؒ کو تھا، ایک گلہ مجھے ہے۔ اقبالؒ کو گلہ کیا تھا کہ

شکایت ہے مجھے یارب! خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا......[1]

یہ بچے شیر کے ہیں لیکن سبق، نصاب اور کتابیں بکریوں والی ہیں، اُستاد بکریاں، تعلیم ساری بکریوں والی اور تعلیم شیر کے بچوں کو دی جا رہی ہے۔ شیر کے بچوں کی کلاس لگتی ہے، تعلیمی نظام میں جاتے ہیں، داخلہ ہوتا ہے شیر کے

[1]......(علامہ اقبالؒ، بال جبریل)

بچے کا، شیر کے بچے کو کسی جگہ لومڑی کا درس دیا جا رہا ہے، کسی جگہ بکری کا درس دیا جا رہا ہے، کسی جگہ گیدڑ کا درس دیا جا رہا ہے آپ دیکھ لیں یہی درس دیا جا رہا ہے۔ شیر کے بچے کو اگر تقویٰ سکھانا ہے تو شیر والا تقویٰ سکھاؤ، بکری والا نہیں۔ بکری کو فارسی میں ''بز'' کہتے ہیں اور جس کا دل بکری والا ہو اُس کو بزدل کہتے ہیں یعنی بکری والا دل۔ گیڈر کوئی خونخوار جانور نہیں ہے، مردہ خور ہے۔ گیڈر شکاری جانور نہیں ہے۔ گیدڑ مری ہوئی مرغی، مرے ہوئے جانور یا کسی نے کوئی شکار کیا ہوا ہو اُس کا باقی ماندہ مردار ڈھونڈتا ہے۔ گیڈر شکاری نہیں ہے لیکن اسی گیڈر کے سامنے جب بکری آ جاتی ہے یہ شکاری بن جاتا ہے۔ یعنی گیڈر میں بھی حوصلہ آ جاتا ہے کچھ کرنے کا، مارنے کا، چنگھاڑنے کا، پھاڑنے کا لیکن اس وجہ سے نہیں کہ گیڈر کے اندر اللہ نے یہ خصوصیت رکھی ہے بلکہ بکری کا ضعف دیکھ کر، بکری کی کمزوری دیکھ کر، بکری کی بزدلی دیکھ کر، بز کی بزدلی دیکھ کر گیڈر بھی شیر بن جاتا ہے۔ شیر کے بچوں کو جب بکریوں کا تقویٰ سکھائیں یہی ہوتا ہے۔

علمِ دین سے مراد علمِ تقویٰ ہے۔ کہتے ہیں جوان کو متقی بنا دیا۔ پہلے کتنے انقلابی جوان نظر آتے تھے آج کل نظر نہیں آتے، پوچھتے ہیں کہاں چلے گئے؟ کہتے ہیں انہوں نے فلاں صاحب کے درسِ تقویٰ میں شرکت کی تھی، آج کل نظر نہیں آتے، یعنی کس نے شیر کو بکری بنا دیا؟ شیر کو شیر کا تقویٰ سکھاؤ، شاہین کو شاہین کا تقویٰ سکھاؤ شاہین کو ممولوں کا دین نہ پڑھاؤ۔ تعلیمی اداروں کے اندر شاہین کو ممولے بنا رہے ہیں، شیر کو بکری بنا رہے ہیں اور بہت کامیاب تعلیمی نظام ہے۔ سرکس میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ کس طرح وحشی جنگلی جانور کو پکڑ کر اُس کو مسخ کر کے کرسی پر لا بٹھاتے ہیں۔ ہاتھی کو کرسی پر لا بٹھاتے ہیں، شیر کو کرسی پر لا بٹھاتے ہیں یہ رونے کا مقام ہے۔ جب ایک شیر آپ بلی بنا ہوا دیکھو تو ہنسو مت، روؤ چونکہ انسان نے یہ ظلم کیا، یہ ستم کیا کہ شیر کو بلی بنا کر سرکس میں تماشے کیلئے لے آیا اور اس سے بڑا ظلم انسان خود انسان کے ساتھ کر رہا ہے کہ انسان کے بچوں کو جو اقبالؒ کے بقول شاہین کے بچے تھے ان کو بلی بنا دیتا ہے، ان کو خرگوش بنا دیتا ہے، ان کو چوہوں جیسا درس دیا ہے، ان کو بکریوں والا تقویٰ سکھایا ہے اُس سرکس کے منظر سے بھی زیادہ قبیح منظر ہوتا ہے، اتنا کرسی پر بیٹھا ہوا شیر برا نہیں لگتا جتنا ایک جوان جس کے اندر سے روح نکال دی گئی ہو برا لگتا ہے۔

ہم سے ہمت چھین لی گئی ہے، ہمیں بزدل بنا دیا ہے۔ دین بزدلوں والا، دُنیا بزدلوں والی، تعلیم بزدلوں

والی، انتخاب بزدلوں والا، مستقبل بزدلوں والا، فیکلٹی بزدلوں والی، اُستاد بزدل ہر طرف زمین آسمان سے بزدلی ہی بزدلی ہےاور بزدلی کے اثرات آج آپ پاکستان میں دیکھ رہے ہیں، یہ ذلت بزدلی کا نتیجہ ہے، بے غیرتی کا نتیجہ ہے۔ آج جو اس ملک وملت کو سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کوئی چیز محفوظ نہیں ہے، فوج پر حملے ہورہے ہیں، مملکت کی یہ حالت بن گئی ہے، حکمرانوں کی یہ حالت بن گئی ہے اور ملت ٹی وی پر بیٹھ کر تماشہ دیکھ رہی ہے، ٹی وی سرکس دکھاتا ہے، وہاں جانور ہیں یہاں روزانہ انسانوں کا سرکس دکھاتا ہے۔ پاکستانیوں کی یہ درگت بزدلی و بے غیرتی کی وجہ سے بن گئی ہے۔ جوانوں کا دین، دلیروں کا دین، مردوں کا دین، شجاعوں کا دین اختیار کریں۔

کربلا بزم ورسم نہیں بلکہ رزم ہے

کربلا بزدلوں کیلئے نہیں تھی، عاشورہ بزدلوں کیلئے نہیں ہے، عاشورہ کا کیا ربط ہے بزدلوں کے ساتھ! لیکن بزدل اگر عاشورہ کی رزم بجالائے تو وہ بھی کربلائی اور عاشورائی ہوجائے گا۔ کربلا رسم نہیں ہے، کربلا بزم بھی نہیں ہے۔ یہ گمان ذہن سے نکال دو کہ ہم بزمِ عزاء منعقد کر کے کربلائی ہوجائیں گے اور ہم رسمِ کربلا انجام دے کر کربلائی ہوجائیں گے۔ کربلا نہ بزم ہے نہ رسم ہے، کربلا رزم ہے۔ دلیروں کی رزم ہے، شجاعوں کی رزم ہے، ہمت مرداں رکھنے والوں کی رزم ہے۔ وہاں پر اگر بچہ تھا تو وہ بھی مردانہ وار لڑا، اگر بوڑھا تھا تو وہ بھی مردانہ وار لڑا، اگر خواتین تھیں تو وہ بھی مردانہ وار لڑیں۔ کربلا بزدلوں کا میدان نہیں ہے، کوئی بزدل کربلا آیا ہی نہیں۔ کیوں فقط چھانٹی ہو کر بہتر پہنچے؟ بہتر لاکھ میں سے بہتر پہنچے، باقی کہاں رہ گئے؟ باقی کہاں بیٹھے ہوئے تھے؟ کربلا میں فقط بہادر اور شجاع آئے۔ بہادرانہ و مردانہ ہمت پیدا کرو۔

اس قوم کا جوان جب سوچتا ہے تو بزدلوں کی طرح سوچتا ہے، جب انتخاب کرتا ہے تو بزدلوں کی طرح کرتا ہے، اپنے لئے زندگی کے میدان کا انتخاب بھی بزدلانہ کرتا ہے۔ کیا سوچتا ہے، میں کیا پڑھوں؟ کونسی فیکلٹی انتخاب کروں؟ ڈرتا ہے کہ کہیں غلطی سے ایسا مضمون نہ پڑھ لوں جس میں روٹیاں کم ہوجائیں، روٹیوں کی کمی کے خوف سے اس کا دل لرز رہا ہے۔ بزدل یہی تو ہوتا ہے بزدل کو اگر کہو تو ڈرتا ہے کہ مجھے کچھ ہو نہ جائے، اسی کو

بزدل کہتے ہیں۔ اندھیرے میں نہیں جاتا کہ کہیں مجھے کچھ ہو نہ جائے، میت کے پاس نہیں بیٹھتا کہ کہیں میت مجھے اُٹھ کے دبوچ نہ لے۔ پڑھتا ہے تو ڈرتے ڈرتے پڑھتا ہے۔ منبر حسینؑ جو منبر شجاعت و دلیری ہے اس مذہب کا عالم آتا ہے منبر پر بیٹھتا ہے ڈرتے ڈرتے بولتا ہے، یہ تو بزدلی کا منبر نہیں ہے۔

بنتِ علیؑ کی شجاعت!

آپ چاہے بڑے سے بڑے دلیر پہلوان کو بھی لے کر آؤ، اُسکے ہاتھ پس گردن باندھو، اُسکی پشت پر تازیانے مارو، اُس کو اونٹ پر بٹھاؤ، اُس کی بہنوں اور اُس کی بیوی کو سر برہنہ و پابند کر کے اُس کے سامنے بازار میں کھڑا کرو، اُس کے بچوں پر ستم کر کے بازاروں میں لے آؤ اور پھر اُس سے کہو کہ تو اپنی بہن کی پرواہ بھی نہ کر، تو اپنے شہید بھائی کی پرواہ بھی نہ کر جس کا سر نوکِ نیزہ پر تیرے سامنے ہے، یہ جو تیری پشت پر تازیانے ہیں ان کی پرواہ نہ کر، اپنی ناموس کی بھی پرواہ نہ کر، اس بازار میں کھڑے ہو کر فقط دس منٹ کا خطبہ دیدے۔ کون ہے دُنیا کا شجاع انسان جو ایسے عالم میں آ کر کہ جب اُس کے بھائی کا سر نوکِ سناں پر ہو، اُس کے بیٹوں کا سر نوکِ سناں پر ہو، اُس کی بیبیاں بہنیں وہ ساری اسیر اُس کے سامنے سر برہنہ کھڑی ہوئی ہوں اور اُس کی پشت پر تازیانے برس رہے ہوں اور بہتر کے جنازے چھوڑ کر آیا ہو اور پھر بازارِ کوفہ میں کھڑے ہو کر دلیرانہ خطبہ دے؟ علی علیہ السلام کی بیٹی کے علاوہ کوئی یہ کام کر ہی نہیں سکتا۔

اگر یہ مردانگی دکھائی تو علیؑ کی بیٹی نے دکھائی۔ وہ خطبہ سن کر لگتا ہے کہ یہ وہ بی بی ہے جو کربلا سے کوفہ تک تازیانے کھاتی آئی ہے؟ وہ خطبہ سن کر لگتا ہے کہ یہ وہ بی بی ہے جس کے سامنے اس کا بھائی نوکِ سناں پر ہے؟ لگتا ہے یہ وہ بی بی ہے جس کے سامنے یتیمانِ شہداء بھوکے و پیاسے ہیں؟ یہ خطبہ سن کر ایسا نہیں لگتا بلکہ یہ خطبہ سن کر ایسے لگتا ہے کہ یہ ایک انتہائی دلیر و شجاع انسان ہے جو تمام دشمنوں کو اور بھرے بازار کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے:

يَااَهْلَ الْكُوفَةِ يَا اَهْلَ الْخَتْلِ وَالْغَدْرِ...... [1]

---

[1]......(اللهوف علی قتلی الطفوف۔ابن طاووسؒ،علی بن موسیٰ،،المتوفی:٦٦٤ھ،صفحه١٤٧-١٤٦)

اے کوفہ والو! اے مکارو! اے غدارو! اے ہزار چہرہ لوگو! سنو میری بات!

ایسی دلیری کس کے اندر ہے؟ بنت علیؑ وہاں کوئی رسم انجام نہیں دے رہی تھیں۔ کوفہ کوئی رسم گاہ نہیں تھی، کوفہ زینب سلام اللہ علیہا کی رزم گاہ تھی۔ کربلا حسینؑ کی رزم گاہ تھی کوفہ وشام زینب سلام اللہ علیہا کی رزم گاہ تھی۔

ہم نے کربلا سے رزم نکال کر اُس کو بزم بنا دیا، کربلا سے رزم جدا کر کے اس کو رسم بنا دیا۔ رزم دلیروں کا کام ہے بزم ادیبوں کا کام ہے۔ رسم سادہ لوحوں کا کام ہے، کربلا کو رزم جُو چاہئیں، کربلا کو اہل رزم چاہئیں، کربلا کو دلیر لوگ چاہئیں، کربلا کو شجاع چاہئیں۔ دلیرانہ بات کرو، ہمت پیدا کرو اپنے اندر، ھمّ بلند کرو اپنا، مقصود اپنا بڑا رکھو، مقصد عالی رکھو اپنا۔

جیسا ''ھمّ'' ویسا غم

چھوٹی چیز کی نیت مت کرو، ختم ہو جاؤ گے۔ اپنا ھمّ بلند کرو، جب تمہارا ھمّ بلند ہو جائے گا تمہارا غم بھی بلند ہو جائے گا۔ پہلے خدا توفیقِ ہمت دیتا ہے پھر توفیقِ غم دیتا ہے۔ ھمّ، اپنے مقصد تک پہنچنے کی ہمت اور پختہ ارادہ اور غم اس مقصد سے دوری پر پیدا ہونے والے احساس کا نام ہے۔ وہ احساس جو انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے کہ میں پیچھے رہ گیا اس کو غم کہتے ہیں۔ غم یہ نہیں ہوتا کہ وہ آگے چلا گیا، غم یہ ہوتا ہے کہ میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ غم فقدان کی وجہ سے ہوتا ہے، غم ہجران کی وجہ سے ہوتا ہے، غم پیچھے رہ جانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اپنے ھمّ بلند کرو اور اپنے غم بھی بلند کرو۔ آپ کو روٹیوں کا غم نہ ہو، آپ کو جوتوں کا غم نہ ہو، آپ کو لباس کا غم نہ ہو، آپ کو نوکری کا غم نہ ہو، آپ کو لباس کا غم نہ ہو، آپ کو ملازمت کا غم نہ ہو، آپ کو خواہشات کا غم نہ ہو، آپ کو ہوس کا غم نہ ہو، آپ کو شہوات کا غم نہ ہو۔ اگر خدا نے آپ کو ہمت بلند عطا کی ہے تو غم بھی اُتنا ہی بلند پیدا کرو۔

حقیقتِ غمِ حسینؑ

غمِ حسینؑ سے مراد یہ نہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے قتل کی وجہ سے ہمیں غم وافسوس ہو رہا ہے، یہ احساساتی غم

ہے۔غمِ حسینؑ سے مراد یہ ہے کہ وہ 'ھمّ' جو حسینؑ کا تھا، حسینؑ کے پیروکار کا ہوجائے اور وہ غم جو حسینؑ کا تھا وہ حسینؑ کے پیروکار کے دل میں آجائے۔ حسین علیہ السلام کا ھمّ بھی تھا، حسین علیہ السلام کا غم بھی تھا۔عزادارِ حسینؑ کس کو کہتے ہیں؟ عزادارِ حسینؑ وہ ہے جس کا ھمّ و غم وہی ہوجائے جو حسینؑ کا ھمّ و غم تھا۔ حسین علیہ السلام کو یہ غم نہیں تھا کہ میرا بیٹا مارا جائے گا، میں پیاسا رہ جاؤں گا، مجھ سے روٹی چھن جائے گی، میری ناموس اسیر ہوجائے گی۔ حسین علیہ السلام کو غم یہ تھا کہ میں صاحبِ عزت حسینؑ، میں امامِ اُمت حسینؑ، میں رہبرِ الٰہی حسینؑ اور میں اس ملک میں رہوں کہ جس کے اوپر یزید کا سایہ ہو! یزید کے سائے میں رہنا حسینؑ کا سب سے بڑا غم تھا۔ یزید کے سائے میں رہنا غمِ حسینؑ ہے۔

غمِ اہل بیتؑ اور ہمارے غم!

خدا غمِ حسینؑ اس دل میں ڈالتا ہے جس دل میں ھمِّ حسینؑ ڈالتا ہے۔ یہ توفیق الٰہی ہے۔ امامِ پنجم حضرت امام محمد باقرؑ کا فرمانا ہے کہ جب عید الفطر و عید الاضحیٰ کا دن آتا ہے تو ہم آلِ محمدؐ کا غم تازہ ہوجاتا ہے۔امامِ باقر علیہ السلام گواہِ کربلا اور کربلا کے عینی شاہد ہیں، روایات میں ہے کہ اُس وقت امامؑ کی عمر تین سال یا پانچ سال تھی۔ بچپن میں امام باقر علیہ السلام کربلا میں موجود تھے۔ کربلا کے عینی شاہد یہ فرمارہے ہیں کہ جب عید کا دن آتا ہے ہم آلِ محمدؐ کا غم تازہ ہوجاتا ہے۔ راوی نے پوچھا کونسا غم؟ کیا شہدائے کربلا یاد آجاتے ہیں، امامؑ نے فرمایا اُنہیں تو ہم بھولتے ہی نہیں ہیں، وہ غم نہیں۔ یوں نہیں کہ مجھے اپنے جد یا اپنے عزیز یاد آجاتے ہیں وہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں ہیں، عید کے دن ہمارا یہ غم تازہ ہوجاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ روزِ عید، روزِ امام مسلمین، روزِ رہبر مسلمین، یوم امام مسلمین اس دن کو وہ مسند جو خدا نے ہمارے لئے بنائی ہے اُس کے اوپر طاغوت بیٹھا ہوا دیکھتے ہیں ہمارا غم تازہ ہوجاتا ہے۔ غمِ امام باقرؑ وہ نہیں ہے جو میرے اور آپ کے غم ہیں۔ معمولی انسان اور معصوم میں یہی تو فرق ہے، ہم ایک طرف سے کہتے ہیں وہ معصوم ہیں اور دوسری طرف سے ہم اُنہیں اپنے جیسا سمجھنا شروع کردیتے ہیں، اگر تو نے یہ کہا کہ امامِ باقرؑ کا غم وہی ہے جو میرا غم ہے پھر امامِ باقرؑ تیرے جیسے ہوجائینگے۔

ہماری خواتین کے غم کیا ہیں؟ پتہ نہیں بیٹی کی شادی ہوگی یا نہیں ہوگی، بیٹے کو اچھی عورت ملے گی یا نہیں ملے گی اور بیٹی کے لئے غم یہ ہے کہ اس کا جہیز پورا ہوگا یا نہیں ہوگا، یہ شوہر کے گھر میں آباد ہوگی یا نہیں ہوگی، جب آباد ہوگی تو خدا ان کو بچہ دے گا یا نہیں دے گا، یہ ہماری خواتین کے غم ہیں!

اہل بیت علیہم السلام کی خواتین کے یہ غم نہیں ہیں۔ یہ پست غم ہیں یہ میرے اور آپ کے غم ہیں، یہ کم ہمت لوگوں کے غم ہیں۔ بلند ہمت لوگوں کے غم بھی بلند ہوتے ہیں۔ خدا نے اُن کو اُن غموں کیلئے انتخاب کیا ہے۔ وہ غم جو انبیاء کے دلوں میں ڈالے، وہ غم جو آئمہؑ کے دلوں میں ڈالے، وہ غم جو اولیاء کے دلوں میں ڈالے اور پیروانِ اولیاء کو اللہ نے انتخاب کیا تا کہ یہ غم مٹنے نہ پائیں۔ غمِ حسینؑ، حسینؑ کی شہادت سے شروع نہیں ہوتا، غمِ حسینؑ، حسین علیہ السلام کی زندگی سے شروع ہوتا ہے۔ غمِ حسینؑ کیا ہے؟ غمِ حسینؑ وہ ہے جس نے حسینؑ سے گھر چھڑوایا، جس نے حسینؑ سے ناناؐ کا روضہ چھڑوایا، جس نے حسینؑ سے ماں کا مقبرہ چھڑوایا، جس نے امامِ حسنؑ کی قبر چھڑوائی، جس نے حسینؑ سے مدینہ چھڑوایا، جس نے حسینؑ سے مکہ چھڑوایا، کعبہ چھڑایا ہے، جس نے حسینؑ سے اپنا کنبہ چھڑوایا ہے۔ وہ غم کیا تھا؟ وہ غم یہ تھا کہ میں امامِ عزت ہوتے ہوئے ذلت کی زندگی بسر کروں! یہ غم ہے حسینؑ کا۔ امام میں ہوں سایہ یزید کا ہو! یہ امام حسینؑ کا غم تھا۔

خدا نے آپ لوگوں کو غم حسینؑ کیلئے چنا ہے لیکن پہلے یہ سمجھو غم حسینؑ کیا چیز ہے، غم حسینؑ کی معرفت پیدا کرو، غم حسینؑ احساسات نہیں ہیں، جذبات نہیں ہیں، غم حسینؑ بہت گہرا ہے، غم حسینؑ کیلئے خدا جس دل کو انتخاب کرلے وہ دل الٰہی ہو جاتا ہے۔ جس طرح حسینؑ سے غم حسینؑ نے گھر چھڑا دیا آج بھی جس انسان کے دل میں غم حسینؑ آجائے گا اُس سے آج بھی غم حسینؑ گھر چھڑوا دے گا، آج بھی غم حسینؑ اُس سے زندگی چھڑوا دے گا، آج بھی غم حسینؑ اُس سے چین چھڑوا دے گا۔

بے غم لوگ لبیک کے وقت الوداع کہہ دیتے ہیں

بے غم لوگ لبیک کے وقت الوداع کہہ دیتے ہیں

آج ہم رسمی غم مناتے ہیں۔ صرف موت کی خبر ہمیں غمگین کر رہی ہے، جبکہ ہمیں اُس چیز کا سوگوار ہونا

چاہئے جس پر خود حسینؑ سوگوار ہیں، جس کا غم خود حسینؑ منا رہے ہیں۔لیکن ہم فقط رسم بجالاتے ہیں، پہلی محرم کو غم کا آغاز کرتے ہیں اور دس محرم کو ابھی حسینؑ میدانِ کربلا میں کھڑے ہیں ندائے استغاثہ بلند کر رہے ہیں، تنہا رہ گئے ہیں اور حسینؑ بلا رہے ہیں:

......یا فرسان الهيجاء!......[1]

میرے شیر کہاں ہیں؟

میرا اکبرؑ کہاں ہے؟ میرا عباسؑ کہاں ہے؟ میرا حبیبؑ کہاں ہے؟ میرا مسلم ابن عوسجہؑ کہاں ہے؟

جب حسینؑ **فرسان الهيجاء** کو طلب کر رہے ہیں، اپنے شیروں کو، اپنے دلیروں کو اُسی وقت ہم یہاں پر الوداع کا ماتم کر کے سلام پڑھ کے گھر کو چلے جاتے ہیں۔کس نازک موقع پر الوداع کرتے ہو؟ دس محرم کو ہم اپنی عزاء کو سب کچھ سمیٹ کر ختم کر دیتے ہیں، دس محرم کو ہم اپنا عزاخانہ بند کر دیتے ہیں، دس محرم کے بعد اختتام ہوگیا۔جس دن حسینؑ کا غم شروع ہوتا ہے ہماری رسم ختم ہو جاتی ہے۔اگر ہمیں عزاداری کے اندر وہ غم لے کر آتا جو حسینؑ کو مدینے سے کربلا لایا تھا تو ہم کبھی بھی ٹِک کر آرام سے نہ بیٹھتے، ہم کبھی بھی اختتام نہ کرتے، ہم کبھی بھی حسینؑ کو الوداع نہ کہتے، ہم کبھی بھی نہ کہتے اے حسینؑ! اس سال یہ ماتم کافی ہوگیا اگلے سال زندہ رہے تو پھر آئینگے، اگر نہ آسکے تو یہی ماتم ہے قبول فرما، یہ کبھی بھی نہ کہتے بلکہ کہتے اے حسینؑ! جس طرح تو گھر سے نکلا پھر گھر لوٹ کر نہیں آیا میں بھی تیری راہ میں نکلا ہوں اب کبھی لوٹ کر نہیں آؤں گا۔

ہم کیا سمجھتے ہیں اہلبیتؑ کے غم کیا تھے؟ علیؑ کا غم کیا تھا؟ علیؑ کا غم وہ نہیں تھا جو ہمارا غم ہوتا ہے۔علیؑ کو گھر کا غم نہیں تھا، علیؑ کا یہ غم نہیں تھا کہ میرے بچے شہید ہو جائینگے، بلکہ علیؑ کا غم وہ تھا جو انہیں پچیس سال تنہائی کے عالم میں رلاتا رہا۔غمِ فاطمہ سلام اللہ علیہا باغِ فدک فقط چند کھجوروں کے درخت نہیں تھے، یہ تو صرف حق کی طرف متوجہ کرنے کا ایک بہانہ تھا۔غمِ فاطمہ سلام اللہ علیہا یہ تھا کہ اعلانِ غدیر ساری اُمت نے سنا اور دو مہینہ دس دن بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت ہوگئی اور اُمت اپنی رسومات میں مصروف ہے لیکن ولایت علیؑ بھول گئی ہے۔

بے غم لوگ ایک لمحے کے وقت الوداع کہہ دیتے ہیں

---

[1]......(موسوعة كلمات الإمام الحسين(ع)، چاپ اول، ص:۵۸۲-۵۸۱)

یہی غم فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اس دُنیا سے لے کر چلا گیا، یہ غمِ حسنؑ تھا، یہ غمِ حسینؑ تھا۔ آج امامِ زمانہؑ کا غم میرے اور آپ جیسا نہیں ہے۔ امامِ زمانہ (عج) کا غم سارے ائمہؑ کا غم ہے۔ یہ امامؑ وارثِ غمِ ائمہؑ ہیں۔ جو غم ہر معصومؑ کو تھا وہ سارا غم آج امامِ زمانہ (عج) کے قلبِ نورانی میں ہے۔ امامِ زمانہؑ کا غم یہ ہے کہ جس کیلئے ہمارے اجداد نے اتنی قربانیاں دیں وہ مقصد آج بھی حاصل نہیں ہورہا۔ امامِ زمانہ (عج) کا غم یہ ہے کہ میں بارہ سو سال سے پردۂ غیبت میں منتظر بیٹھا ہوں کہ کب وہ نسل پیدا ہوتی ہے، کب وہ جوان پیدا ہوتا ہے جو آ کر امامِ زمانہ (عج) کو اس غم سے بچائے، اس غم سے نکالے اور وہ میدان ہموار کرے تا کہ ظہورِ عدالت وظہورِ امامؑ ہو جائے اور امامؑ آ کر اس سارے غم کی تلافی کردیں جو تاریخ بھر میں چھایا رہا۔ امامؑ کا حقیقی غم یہ ہے، امامؑ ان واقعات سے غمگین نہیں ہیں جنہیں ہم باعث سمجھتے ہیں۔

وراثانِ غمِ حسینؑ

ائمہ اور اولیاءؑ کے غم بڑے ہوتے ہیں۔ بڑے غم خدا ان لوگوں کو دیتا ہے جن کے 'ھمّ' بڑے ہوتے ہیں، جن کی ہمتیں بڑی ہوتی ہیں، جن کے ارادے بڑے ہوتے ہیں۔ خدا نے روٹیوں کا غم ہر ایک کے اندر ڈال دیا، خدا نے ہر عورت کے اندر احساساتی غم ڈال دیا، ہر وہ شخص، وہ چہرہ جس کو نسوانی شکل دی اُس کے اندر خدا نے یہ غم بھی ڈال دیئے، بچوں کے غم، بچوں کے کپڑوں کے غم، بچوں کی زندگیوں کے غم، بچوں کی شادیوں کے غم، بچوں کی مشکلات کے غم، بچوں کی بیماریوں کے غم، یہ ہر عورت کے اندر موجود ہیں لیکن غمِ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا الگ ہے، غمِ زینب علیا الگ ہے، غمِ خدیجہ کبریٰ سلام اللہ علیہا الگ ہے اُن غموں کا وارث کون بنے گا؟ وہ غم خدا ہر دل میں نہیں ڈالتا۔ جس کا ھمّ خدا ہوجائے اُس کا غم بھی خدا ہوجاتا ہے، جس کا ھمّ حسینؑ ہوجائے اُس کا غم بھی حسینؑ ہوجاتا ہے، جس کا ھمّ دین ہوجائے اُس کو غم بھی دین ہوجاتا ہے، جس کا مقصد دین ہوجائے اُس کا غم بھی دین ہی ہوتا ہے، جس کا ھمّ اسلام ہوجائے اُس کا غم بھی اسلام ہوجاتا ہے۔ سید الشہداء علیہ السلام سے اس غم نے گھر چھڑوایا اور سید الشہداء علیہ السلام نے ناصر مانگے، ناصر کون ہیں؟ کون آ کر وارثِ غمِ حسینؑ بنے؟ یہ غم کون اُٹھائے؟

بقول فارسی شاعر کے

پـردلـی بـایـد کـه بـار غـم کـشـد
رخـش مـی بـایـد کـه تـن رسـتـم کـشـد

یعنی کوئی ایسا دردمند دل ہو، کوئی بڑا دل ہو جس دل کو خدا نے بہت وسعت وشرح عطا کی ہوتا کہ وہ بارِ غم اُٹھا سکے۔ غم کا بوجھ الٰہی بوجھ ہے۔

وہ دل چاہیے جو اس غم کا بوجھ اُٹھا سکے۔ غمِ حسینؑ منتظر ہے کب وہ نسل پیدا ہوتی ہے کہ خدا اُس کو غمِ حسینؑ کا امین بنادے۔ غمِ حسینؑ، وہ غم جو حسینؑ کے دل میں تھا وہ حسینؑ کے دل سے حسینؑ کے پیروکاروں کے دل میں منتقل ہو جائے، اُس غم کا وارث بننے اور اس کو برداشت کرنے کیلئے اور بڑے غم جھیلنے پڑتے ہیں۔ حسینؑ وارثِ انبیاءؑ ہیں، وارثِ آدمؑ ہیں، وارثِ نوحؑ ہیں، وارثِ ابراہیمؑ ہیں، وارثِ اسماعیلؑ ہیں، وارثِ موسیٰؑ ہیں، وارثِ رسول اللہؐ ہیں۔ زیارتِ وارثہ میں پڑھتے ہیں آپ، کیا وراثتیں ملی حسینؑ کو ان انبیاءؑ سے؟ جائیدادیں اور اموال نہیں، حسینؑ کو وراثت میں یہی غم ملا ہے۔ غمِ ابراہیمؑ کے وارث حسینؑ ہیں، غمِ نوحؑ کے وارث حسینؑ ہیں، غمِ آدمؑ کے وارث حسینؑ ہیں، غمِ موسیٰؑ کے وارث حسینؑ ہیں، غمِ عیسیٰؑ کے وارث حسینؑ ہیں، غمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث حسینؑ ہیں اور آج حسینؑ کھڑے ہو کر کربلا میں اپنے غم کا وارث مانگ رہے ہیں:

هَلْ مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ؐ ؟ ......[1]

ہے کوئی مدافع جو حرم وحرمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے؟

کوئی ہے وارثِ غمِ حسینؑ جو حسینؑ کا غم آ کر اُٹھائے، حاملِ غمِ حسینؑ بن جائے۔ حسینؑ نے بہت غم اُٹھائے اس ایک غم کو باقی رکھنے کیلئے جو ساری اُمت کے دل میں مر گیا تھا مگر حسینؑ کے دل میں زندہ تھا۔

---

[1]......(اللھوف علی قتل الطفوف-سید ابن طاووسؒ،علی بن موسیٰ، المتوفی:٦٦٤ھ،صفحه١١٦) (مثیر الاحزان-ابن نما حلیؒ،جعفر بن محمد،المتوفی:٦٤٥ھ،صفحه٧٠)

حاجیوں کے دل میں مر گیا تھا، نمازیوں کے دل میں مر گیا تھا، زائرین کے دل میں مر گیا تھا، رسوماتیوں کے دلوں میں مر گیا تھا، یہ غم صرف حسینؑ کے دل میں زندہ تھا اس لئے صرف حسینؑ آئے اور وہ ۷۲ آئے جن کے دلوں میں یہ غم زندہ تھا، وہ بہتر آئے اور اس راہ میں پھر ہزاروں غم اور دیکھے۔

مقتل میں نہ مسجد نہ خرابات میں کوئی
ہم کس کی امانت میں غمِ کار جہاں دیں
شاید کوئی ان میں سے کفن پھاڑ کے نکلے
اب جائیں شہیدوں کے مزاروں پہ اذاں دیں......[1]

[1]......(فیض احمد فیض، مرے دل مرے مسافر)

فصل چہارم

مجالس محرم
بزم و رسم نہیں
رزم ہیں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اِنَّ لِقَتْلِ الْحُسَيْنِ(ع) حَرَارَةً فِي قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَبْرُدُ اَبَدًا......[1]

بیشک امام حسین علیہ السلام کی شہادت میں مومنین کے دلوں میں ایک حرارت ہے جو کبھی ٹھنڈی نہیں ہوگی۔

محرم الحرام سوگ و عزاء کا مہینہ ہے جس میں پوری دنیا کے اندر مجالس عزائے سید الشہداء علیہ السلام برپا کی جاتی ہیں اور مومنین و مسلمین اپنی توفیق کے مطابق ان مجالس کا اہتمام کرتے ہیں اور ان میں شرکت بھی کرتے ہیں۔ ان مجالس کے اندر اہم مقصد کارفرما ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام کی مجالس عزاء ہر شہر، ہر محلے اور ہر گلی میں برپا کی جائیں۔ سوگواری کیلئے جہاں بڑی مجالس برپا ہو رہی ہیں، اُن میں بھی شرکت کرنی چاہئے لیکن گھر گھر مجالس اور ذکرِ امام حسین علیہ السلام ہونا بھی ضروری ہے خصوصاً اس دور میں اسکی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

مجالسِ عزا کے انعقاد کا مقصد

امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں ایسے لوگ موجود تھے جو بظاہر کلمہ تو پڑھتے تھے، خداوند تبارک وتعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار بھی کرتے تھے، قرآن اور قبلہ پر بظاہر ایمان رکھتے تھے لیکن انہی میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو گمراہی کا شکار ہوگئے اور گمراہوں کی طرف سے انہیں گمراہ کر دیا گیا۔ کربلا میں جس لشکر نے امامؑ کو شہید کیا اور آلِ رسولؐ پر ظلم ڈھائے وہ سبھی کلمہ گو تھے، اقرارِ توحید و رسالت بھی کرتے تھے، قیامت اور قبلے کا بھی ذکر کرتے تھے، قرآن بھی پڑھتے تھے لیکن آلِ رسولؐ، فرزندِ رسولؐ اور نواسۂ رسولؐ کو قتل بھی کر رہے تھے اور آلِ رسولؐ کو اسیر بھی بنا لیا تھا۔

---

[1]......(مستدرك الوسائل ومستنبط المسائل- میرزا حسین النوری الطبرسیؒ، الجزء ۱۰، صفحه ۳۱۸)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپکو خناس کے شر سے پناہ مانگنی ہے۔ خناس انسان کا بڑا دشمن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہیں اور درجۂ عصمت پر فائز ہیں، اسکے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ بھی خناس کے شر سے خدا کی پناہ مانگیں۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ. مَلِكِ النَّاس. اِلٰهِ النَّاسِ. مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ......[1]

کہہ دیجئے کہ میں تمام لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں، لوگوں کے مالک کی، لوگوں کے الہ کی، بار بار وسوسے ڈالنے والے خناس کے شر سے، جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

اے رسول! آپ خناس کے شر، ظلم و جفا سے اپنے مالک و خالق کے ہاں پناہ لیں! خناس کیا کرتا ہے؟ خناس لوگوں کے ذہنوں اور دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے، انہیں گمراہ کرتا ہے، اُنکے دلوں میں شبہات ایجاد کرتا ہے، انہیں اپنے خدا سے دور کرتا ہے، انہیں خداوند تبارک وتعالیٰ کے پیغام اور راہ سے دور کرتا ہے، اُنہیں خدا کے رسولؐ، آلِ رسولؐ اور قرآن سے دور کرتا ہے۔ خناس لوگوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات ڈالتا ہے اور ان شبہات کے نتیجے میں کمزور لوگ جن کے دل شیطان اور خناس کیلئے تیار ہیں وہ جلد ہی دھوکے میں بھی آجاتے ہیں۔ جس طرح آج کل ہو رہا ہے، سادہ لوگوں کے ذہنوں میں شک و شبہ ڈال دیا جاتا ہے، انہیں اپنے دین کے بارے میں ہی گمراہ کر دیا جاتا ہے اور وہ اپنے دین کے بارے میں تشویش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے افراد کو شیطان اور خناس کے شر سے محفوظ رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپؐ لوگوں کو خناس کے شر سے بچائیں۔

امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں خناس نے یہ کام کیا کہ لوگوں کو آلِ رسول علیہم السلام کے بارے میں ورغلایا، انکے اذہان میں غلط فہمیاں ڈالیں، اُسکی جگہ پر ظالم و جابر حکمران یزید لعین کو امیر المومنین کہا گیا اور امام حسین علیہ السلام کے بارے میں یہ مشہور کروایا کہ انہوں نے امیر المومنین یزید کیخلاف بغاوت کی ہے۔ اس چیز کا انہوں نے بہت زیادہ پرچار کیا اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کیخلاف ورغلایا۔

---

[1]...... (سورة الناس، آية: ٥-١)

جسے لوگوں سے چھپایا گیا مجالس میں اسے بیان کیا جائے

مجالس کا حکم اسلئے دیا گیا ہے کہ وہ حقیقت جس پر حکومتوں اور ظالموں نے پردے ڈالے ہیں، ان مجالس میں وہ حقیقت دنیا کے سامنے کھول کر بیان کی جائے۔ یہ مجالس بہت اہمیت رکھتی ہیں اور ان مجالس کی اشد ضرورت ہے لہٰذا یہ مجالس گھر گھر برپا ہونی چاہئیں۔ اس پر اکتفا نہ کریں کہ کسی آبادی میں ایک مجلس ہو جائے بلکہ سب مومنین اہتمام کریں اور اس میں زیادہ خرچ بھی نہیں آتا۔ کوئی ایسی جگہ جیسے صحن، گھر، یا کمرہ مخصوص کرلیں جہاں عموماً لوگ مل بیٹھ سکتے ہوں اور ان مجالس کا انتظام واہتمام کریں۔

جس طرح کربلا نے اسلام بچایا ہے اسی طرح آج ان مجالس نے اسلام بچانا ہے۔ چند سالوں پہلے پاکستان میں ہر جگہ ایک بحث چھڑی ہوئی تھی کہ شہید کون ہے؟ آیا دہشتگرد شہید ہے، دہشتگرد کیخلاف لڑنیوالا شہید ہے، فوج کو مارنیوالا شہید ہے، پولیس کو مارنیوالا شہید ہے، بے گناہوں کو مارنیوالا شہید ہے یا بے گناہ شہید ہے؟ ان سے شہید اور شہادت کا تصور ہی گم ہوگیا ہے اور یہ سب کچھ ان مجالس سے دوری کے باعث ہوا ہے۔ انہوں نے مجالس کی مخالفت کی، مجالس سے دور ہوئے، ذکرِ حسین علیہ السلام وسید الشہداءؑ سے دور ہوئے ہیں اور سید الشہداءؑ سے دوری کا نتیجہ یہ ہے کہ ان سے شہادت کا مفہوم ہی کھو گیا ہے۔ اب انہیں یہ ہی معلوم نہیں ہو رہا کہ شہید کون ہے؟ آیا قاتل شہید ہے یا مقتول شہید ہے؟ دہشتگرد شہید ہے یا دہشتگرد کا مقابلہ کرنیوالا شہید ہے؟ محرم شہادتوں اور حرمتوں کا مہینہ ہے اس مہینے میں شہداء کی بے حرمتیاں ہو رہی ہیں۔ یہ مجالس بہت اہم ہیں۔ امام حسین علیہ السلام صرف شیعوں کے نہیں ہیں، امام حسین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، اللہ کی حجت ہیں اور تمام بشریت کی ہدایت کے امامِ مبین ہیں۔ سید الشہداءؑ پر سب کا حق بنتا ہے۔

یہ بحث جو اخباروں کے اندر چھیڑی دی جاتی ہے کہ شہید کون ہے، یہ فرقہ بازی یا شیعہ سنی کی بحث نہیں ہے کہ آیا وہ فوجی جو دہشتگردوں کیخلاف مارا گیا وہ شہید ہے یا وہ دہشتگرد شہید ہے جس نے فوج کو مارا ہے؟ یہ تو فرقہ واریت کی بحث نہیں ہے! یہ تو شیعہ سنی کا جھگڑا نہیں ہے! یہ بحث کیوں پیش آگئی؟ وہ لوگ جنہوں نے سیاست کا بھی ٹھیکہ لے لیا ہے، مذہب کا بھی ٹھیکہ لے لیا ہے، دین کا بھی ٹھیکہ لے لیا ہے اور لوگوں کو اسلام

جسے لوگوں سے چھپایا گیا مجالس میں اسے بیان کیا جائے

اور مسلمان ہونے کے سٹیفکیٹ دینے شروع کر دیئے ہیں، انہوں نے آج جب منہ کھولا ہے تو اُس زبان نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں کو دُکھایا ہے۔

قرآن وعترتؑ سے تمسک میں امت کی نجات ہے

سید الشہداء امام حسین علیہ السلام سرمایۂ اسلام ہیں اور آلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے اُمت! اے مسلمانو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، میں تمہارے درمیان دو بہت ہی گران بہا، گرانقدر، ثقیل، سنگین اور بھاری چیزیں، وزنی دلیلیں، وزنی راستے، وزنی حجت اور وزنی رہنما چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ ساری انسانیت مل کر بھی ان وزنی چیزوں کو راستے سے نہیں ہٹا سکتی۔ دشمن تو اِن وزنی چیزوں کو نہیں ہٹا سکتا لیکن یہ ممکن ہے کہ تم ہی خود انکو چھوڑ کر چلے جاؤ۔

بعض اوقات راستہ روکنے کیلئے راستے میں کوئی وزنی بلاک رکھ دیئے جاتے ہیں تا کہ آنیوالی گاڑی بھی اس وزنی بلاک کو راستے سے نہ ہٹا سکے۔ دشمن تو اِن وزنی چیزوں کو نہیں ہٹا سکتا لیکن ممکن ہے جن کا تعلق ان وزنی چیزوں کیساتھ ہے وہی اس راہ کو چھوڑ کر کہیں چلے جائیں۔ یہ حدیثِ نبویؐ تمام کتابوں کے اندر موجود ہے اور اتفاقاً اہل سنت کی کتابوں میں زیادہ ہے جبکہ شیعہ کی کتابوں میں کم ہے۔ اہل سنت کی کتابوں میں اس حدیث کو زیادہ نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا ہے:

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا إِنِ اتَّبَعْتُمُوهُمَا، وَهُمَا: كِتَابُ اللَّهِ، وَأَهْلُ بَيْتِي عِتْرَتِي......[1]

اے مسلمانو! میں تمہارے درمیان دو وزنی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب جو میں وحی کے ذریعے لایا ہوں اور ایک اپنی عترت وآلؑ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کا دامن تھام لو، ان

---

[1]...... (المستدرك علی الصحیحین، ج۳، ص۱۱۸، حدیث نمبر: ۴۵۷۷) تھوڑے سے فرق کے ساتھ (سنن الترمذی، الترمذی السلمی، ابوعیسی محمد بن عیسی (متوفی ۲۷۹ھجری) ج۵، ص۶۶۳)(صحیح مسلم میں حدیث نمبر ۲۴۰۸)

دونوں سے لَو لگالو، انکو گرفت ڈال لواور یہ دونوں تمہیں نجات دیں گی۔قرآن واہل بیتؑ قیامت میں حوضِ کوثر تک ایک ساتھ رہیں گے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی الگ نہیں ہوں گے۔اگرتم نے قرآن وآلِ رسولؐ کا دامن تھام کررکھااوران سے تمسک رکھاتو کبھی گمراہ نہیں ہوگےلیکن اگرتم نے قرآن اوراہل بیتؑ کو چھوڑ دیا پھر تمہاری گمراہی کوکوئی روک نہیں سکتا، اُس صورت میں تمہاری گمراہی یقینی ہوجائیگی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ قرآن وعترت اُمت کی نجات کا ذریعہ ہیں۔

قرآن سے بھی تمسک ضروری ہے اور اہل بیتؑ سے بھی تمسک ضروری ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ قرآن لے لواور اہل بیتؑ چھوڑ دواور یہ بھی درست راستہ نہیں ہے کہ اہل بیتؑ کو لے لواورقرآن چھوڑ دو چونکہ اہل بیت قرآن کونہیں چھوڑتے اورقرآن اہل بیت کونہیں چھوڑتا۔اگرقرآن سے جاکر پوچھیں کہ حق کی نشانی کون ہے تو قرآن فرماتا ہے اہل بیت رسولؑ حق کی نشانی ہیں۔قرآن فرمارہا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آلؑ ہیں جن کوخدانے پاک وپاکیزہ بنایاہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً......[1]

بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہلبیت کہ تم سے ہر رجس کو دور رکھے اوراس طرح پاک وپاکیزہ رکھے جیسے پاک رکھنے کاحق ہے۔

اگرتم نے یہ دامن تھام کررکھا تو گمراہ نہیں ہوگے۔قرآن انسان کواہل بیتؑ کی طرف بھیجتا ہےاور اہل بیتؑ سے پوچھوتو وہ قرآن کی طرف بھیجتے ہیں کہ قرآن کی پیروی کرو،قرآن کی اتباع کرو،قرآن کے پیچھے چلو،قرآن کافرمان مانواورقرآن کافرمان مانوگےتوتمہیں نجات مل جائیگی۔

نہج البلاغہ میں امیرالمومنینؑ کافرمانا ہے:

فَاِنَّهٗ يُنَادِىْ مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: اَلَا اِنَّ كُلَّ حَارِثٍ مُّبْتَلًى فِىْ حَرْثِهٖ وَ عَاقِبَةِ عَمَلِهٖ غَيْرَ حَرَثَةِ الْقُرْاٰنِ، فَكُوْنُوْا مِنْ حَرَثَتِهٖ وَ اَتْبَاعِهٖ، وَ اسْتَدِلُّوْهُ عَلٰى رَبِّكُمْ، وَ اسْتَنْصِحُوْهُ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ، وَ اتَّهِمُوْا

---

[1]...... (سورہ احزاب، آیت ۳۳)

قرآن وعترتؑ سے تمسک میں امت کی نجات ہے

عَلَيۡهِ اٰرَآئَكُمۡ، وَ اسۡتَغِشُّوۡا فِيۡهِ اَهۡوَآئَكُمۡ......[1]

قیامت کے دن ایک نداد ینے والا پکار کر کہے گا کہ: دیکھو! قرآن کی کھیتی بونے والوں کے علاوہ ہر بونے والا اپنی کھیتی اور اپنے اعمال کے نتیجہ میں مبتلا ہے، لہٰذا تم قرآن کی کھیتی بونے والے اور اس کے پیروکار بنو اور اپنے پروردگار تک پہنچنے کیلئے اسے دلیل راہ بناؤ اور اپنے نفسوں کیلئے اس سے پند و نصیحت چاہو اور اس کے خلاف اپنی آراؤں پر بھروسا نہ کرو اور اس کے مقابلہ میں اپنی خواہشوں کو غلط و فریب خوردہ سمجھو۔

ماہِ محرم، حرمتِ قرآن کا مہینہ

جس طرح ماہِ مبارکِ رمضان قرآن اور نزولِ قرآن کا مہینہ ہے، اسی طرح محرم اور صفر احترام و حرمتِ اہل بیت علیہم السلام کے مہینے ہیں۔ جس طرح ماہِ رمضان میں مسلمان اہتمام کرتے ہیں اور اپنے اپنے مذہب و مسلک کے مطابق کثرت سے قرآن مجید پڑھتے ہیں، تراویح میں پڑھتے ہیں، نماز میں پڑھتے ہیں، شبینے کرتے ہیں، ختمِ قرآن کرتے ہیں، گھروں میں پڑھتے ہیں، مساجد میں پڑھتے ہیں، مدرسوں میں پڑھتے ہیں، افطار و سحر میں پڑھتے ہیں اور ہر وقت قرآن کا ایک سماں رہتا ہے اور ہونا بھی چاہئے اور جو نہیں پڑھتے انہیں بھی زیادہ پڑھنا چاہئے۔ اسی طرح مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ جس طرح رمضان المبارک میں قرآن کا احترام کیا ہے، محرم میں اہل بیت علیہم السلام کا احترام کریں۔ رمضان نہ شیعہ کا ہے نہ سنی کا ہے بلکہ اللہ کا مہینہ اور شہر اللہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان المبارک شہر اللہ ہے۔ اے لوگو! اللہ کا مہینہ تمہاری طرف آرہا ہے۔ محرم بھی صرف شیعوں کا مہینہ نہیں بلکہ محرم اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کا مہینہ ہے۔

رمضان المبارک قرآن کے نزول کا مہینہ ہے اور محرم قرآن کی حرمت کو بچانے کا مہینہ ہے کیونکہ اگر محرم نہ ہوتا تو قرآن کی حرمت بھی ختم ہو جاتی۔ جس طرح آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر چیز کی بے حرمتی ہو رہی ہے، اہل مغرب آئے دن کسی نہ کسی ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ ایک دن کیلئے

---

[1]...... (نهج البلاغه، خطبه: ۱۷۴)

مسلمان کو جوش چڑھتا ہے، سارے عشقِ رسولؐ میں سڑکوں پر آ جاتے ہیں اور پھر جھنڈے لپیٹ کر پورا سال نہ رسولؐ یاد آتے ہیں، نہ حرمتِ رسولؐ یاد آتی اور نہ بے حرمتی کرنیوالے بلکہ بے حرمتی کرنیوالوں سے دوستی شروع کر دی جاتی ہے۔ اگر ہم دین ومقدسات لوگوں، عوام، سیاستدانوں اور سیاست بازوں پر چھوڑ دیں تو سب کچھ ختم ہو جائیگا۔ جن کے ذہنوں سے شہید کا تصور غائب ہو گیا ہے اور انہیں سمجھ نہیں آ رہا کہ شہید کون ہے اور کون نہیں ہے! یہ اگر متوجہ ہوتے تو سارا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی کیخلاف احتجاج کرتے اور بے حرمتی کرنے والوں کو سزا دیتے۔ حرمتیں محرم کی مجالس میں ملحوظ رہنی چاہئیں۔

مجالسِ محرم میں اہلِ سنت کیوں نہیں آتے؟

عام لوگوں کی مجالسِ محرم میں شرکت نہ کرنے کی بہت ساری وجوہات ہیں۔ کچھ لوگ آنا چاہتے ہیں لیکن مجالس کروانے والے انہیں آنے نہیں دیتے۔ بہت سارے اہلِ سنت برادران کا مجالس میں شرکت کا دل چاہتا ہے اور اتفاقاً آتے بھی ہیں۔ مجھے کم از کم تجربہ ہوا ہے کہ جہاں بھی مجلس پڑھی ہے وہاں اہل سنت کی ایک اچھی خاصی تعداد نے بھی شرکت کی ہے۔ وہ کہتے بھی ہیں کہ ہمارا جی چاہتا ہے لیکن جب ہم مجالس میں جاتے ہیں تو وہاں آپ لوگ جو زبان استعمال کرتے ہو اور ہمارے مقدسات کی توہین ہوتی ہے، وہ ہم سے برداشت نہیں ہوتی۔ اس طرح بعض کو تو ہم خود بھگا دیتے ہیں کہ آپ ہماری مجالس میں نہ آئیں اور یہ بہت غلط کام ہے۔

بانیانِ مجالس اور خطباء کا فریضہ

بانیٔ مجلس، ذاکرِ مجلس اور خطیبِ مجلس کا کام لوگوں کو مجلسِ حسین علیہ السلام سے بھگانا نہیں ہے بلکہ انکا فریضہ مجالس سے باہر بیٹھے ہوئے لوگوں کو بھی مجلس میں لانا ہے۔ یہ کیا کمال ہے کہ مجلس میں آئے ہوئے انسان کو مجلس سے اٹھا کر باہر بھیج دو؟ اس مجلس میں لوگوں کو لانا ہے۔ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ مجلس کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار ہے کہ یہ مجلس کیوں ہو رہی ہے، اسکا مقصد کیا ہے، یہ یہاں ہونی چاہئے، یہ وہاں ہونی چاہئے، یہ

ایسے ہونی چاہئے، یہ ویسے ہونی چاہئے! لوگوں کے ذہنوں میں اس طرح کے شکوک وشبہات ڈالے گئے ہیں۔ انکے سارے شک نکال دو، ان مجالس کی حکمت کو سمجھو اور مجالس کے اندر سب آئیں، شیعہ بھی مجلس میں آئے، اہلِ سنت بھی مجلس کے اندر آئیں، علماء وخطباء بھی مجلس کے اندر آئیں، خواتین وجوان بھی مجلس کے اندر آئیں، تاجر وسرمایہ دار بھی مجلس کے اندر آئیں، سرکاری لوگ بھی مجلس کے اندر آئیں اور سب کے سب اس مجلس کو اپنی مجلس سمجھیں!

پہلے سمجھیں کہ مجلس کس کیلئے ہے! چودہ سو سال سے یہ عزاداری اور سلسلۂ عزاء جاری ہے اور گھر گھر میں مجلس ہو رہی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حکومت مجالس سے تنگ آئی ہوئی ہے۔ وہ طرح طرح کے بہانے تراشتے ہیں کہ جناب امن کو خطرہ ہے، دہشتگردی کا خطرہ ہے، فلاں کا خطرہ ہے لہٰذا مجالس کو اندر لے جاؤ اور انہیں سمیٹو۔ نہیں! یہ مجالس پاکستان کی ضرورت ہیں۔ اگر پاکستان کی فوج ان مجالس کی حکمت کو سمجھ جاتی تو آج کوئی بھی اُنکے شہدا کی شہادت پر شک نہ کرتا۔ اِنکو چاہئے کہ ان مجلسوں کے قدردان ہوں، ان مجلسوں کی قدر جانیں، ان مجلسوں کو پھیلائیں، ان مجلسوں کو تحفظ دیں اور ان مجلسوں کا احترام کریں۔ محرم الحرام احترام اور حرمتیں بچانے کا مہینہ ہے۔ الحمدللہ چودہ سو سال سے یہ سلسلۂ عزاداری قائم ہے اور انشاءاللہ تا قیامت جاری رہیگا۔

مجالسِ محرم اباءواجداد کی رسم نہیں ہے

مجالسِ عزا کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟ بعض سمجھتے ہیں کہ یہ تو صرف ہمارے بڑوں اور آباواجداد کی ایک قدیمی رسم ہے۔ بعض لڑکے جو یونیورسٹیوں اور کالجوں سے پڑھ لکھ گئے ہیں، نوکریاں کرتے ہیں اور خصوصاً جن کو افسری مل گئی ہے، اب وہ یہ کہتے ہیں جی کیا کریں، مجلس گلے پڑ گئی ہے، ماں باپ نے رکھی ہوئی تھی اب یہ مجبوراً کرانی پڑتی ہے اور کسی طرح مجالس سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔

فخر کرو کہ یہ مجلس کا سلسلہ آپکو ملا ہے، ان سے جان نہ چھڑاؤ۔ یہ مجلس قائم رکھو اور اسکو آباء کی رسم نہیں سمجھنا۔ یہ مجلس ایک دینی فریضہ ہے اور سب کا فریضہ ہے البتہ آج پاکستان میں حالات خراب کر دیئے گئے ہیں لیکن ہمیں یاد ہے کہ اکثر مجالس میں منتظم اور شرکاء اہلِ سنت ہوتے تھے بلکہ بعض جگہ پر منبر پر تقریریں کرنیوالے

بھی اہلِ سنت ہوتے تھے، نیازیں وسبیلیں اہلِ سنت پکاتے اور بانٹتے تھے اور ابھی بھی کئی جلوسوں کے لائسنس اہلِ سنت کے نام پر ہیں، بہت سارے شہروں میں ماتمی جلوسوں کے لائسنس اہلِ سنت کے نام پر ہیں لیکن بعد میں ایک طبقہ آیا جس نے مسلمانوں میں پھوٹ، تفرقہ، جدائی اور نفرتیں ڈالیں اور مسلمان کو مسلمان کیخلاف اُکسایا، کفر کے فتوے دینا شروع کئے اور مسلمانوں کیخلاف زہر اُگلنا شروع کیا جس سے آج ہمارا ملکی ماحول ایسا افسوسناک بن گیا ہے۔

مجالس کا فلسفہ وحکمت کیا ہے اور یہ مجالس کیوں ضروری ہیں؟ مجالس رسم نہیں ہیں۔ رسم وہ ہوتی ہے جو آباء واجداد قائم کرتے ہیں اور جسکو اولاد جاری رکھتی ہے جیسے بسنت منانا رسم ہے کیونکہ بسنت کا حکم دین نے نہیں دیا بلکہ یہ خود بنائی گئی ہے، بسنت کا سلسلہ آباء واجداد نے قائم کیا اور اُنکی نسلوں نے آکر اس بسنت کو جاری رکھا۔ آج بسنت آتی ہے تو سب گڈیاں اُڑانا شروع کردیتے ہیں۔

یہ مجلس رسم نہیں ہے، یہ نہ باپ دادا کی رسم ہے، نہ آباء واجداد کی رسم ہے، نہ بڑوں کی رسم ہے اور نہ ہی چھوٹوں کی رسم ہے۔ جس طرح ماہِ رمضان رسم نہیں ہے بلکہ ماہِ رمضان اللہ کا مہینہ ہے، قرآن کا مہینہ ہے اور قرآن کو زندہ کرنے کا مہینہ ہے۔ قرآن زندہ ہوگا تو اسلام زندہ ہوگا، اسلام زندہ ہوگا تو مسلمان زندہ ہوگا اور مسلمان زندہ ہوگا تو اسکی عزت وآبرو اور نجات ہوگی۔ اسی طرح محرم رسم نہیں ہے بلکہ محرم آلِ رسول علیہم السلام کے ذکر کو زندہ کرنے کا نام ہے۔ آلِ رسولؐ کا تذکرہ ہوگا تو مذہبِ رسولؐ، مسلکِ رسولؐ و دینِ رسولؐ زندہ ہوگا، اُمتِ اسلام زندہ ہوگی اور اُمتِ اسلام زندہ ہوگی تو اسلام زندہ ہوگا اور اس صورت میں مسلمانوں کو نجات ملے گی، یہ مجلسیں نجات کیلئے ہیں۔

مجالس کی بے حرمتی مت کرو!

مجالس کرانیوالے، مجالس پڑھنے والے اور مجالس کے اندر شرکت کرنیوالے ان مجالس کا احترام قائم رکھیں۔ منبر سے کوئی ایسی بات نہ ہو جو مجلس کے احترام کیخلاف ہو۔ نیچے سے کوئی ایسا نعرہ نہ لگے جو مجلس کے احترام کیخلاف ہو۔ کوئی تقریر کرنیوالا تقریر میں کوئی ایسی بات نہ کہے جو مجلس کے احترام کیخلاف ہو۔ اگر اُمت کی

بے احترامی کی جائے تو مجلس کا تقدس ختم ہو جائیگا، اگر اسلام کی بے حرمتی کی جائے تو مجلس کا تقدس ختم ہو جائیگا، اگر مسلمان کی بے حرمتی کی جائے تو بھی مجلس کا تقدس ختم ہو جائیگا۔ یہ سلسلۂ عزاء کربلا و عاشورا کا تسلسل ہے۔

ان مجالس کا بڑا اہم مقصد ہے اور اُس مقصد کو حاصل کرنا ہے۔ لہٰذا مجالس پڑھنے والوں اور بانیانِ مجالس کی ذمہ داری ہے اور مجالس میں شرکت کرنیوالوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ مجالس کا تقدس محفوظ کریں۔

ہوش کے بغیر جوش

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی ہوئی جسکے نتیجے میں جوشیلے مسلمان سڑکوں پر آ گئے۔ مسلمان بہت جوشیلے ہیں اور خصوصاً پاکستانی مسلمان دوسرے مسلمانوں سے زیادہ جوشیلے ہیں۔ انہیں ایک دم جوش چڑھتا ہے اور جتنا جلدی جوش چڑھتا ہے اتنا جلدی ختم بھی ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی ہوئی، جوش چڑھا، ایک جمعے کو سارے اکٹھے ہوتے ہیں، ہفتے کے دن سارا جوش ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور پھر سال گزر جاتا ہے اسکے بعد کسی کو جوش نہیں آتا۔ دین کو صرف جوش سے نہیں بچایا جاسکتا۔ جوش ہونا ضروری ہے کیونکہ جوش کے بغیر بھی کوئی حرکت نہیں ہوسکتی لیکن ہوش، عقل، سمجھداری، آگاہی، شعور، ذہانت اور فراست و بصیرت کی بھی ضرورت ہے۔

کوئی ملعون انسان شیطانی حکومت کے اندر رہ کر، امریکہ کے کہنے پر توہین کرتا ہے اور مسلمانوں کے احساسات کو مجروح کرتا ہے، ردِعمل میں مسلمان جوش دکھاتے ہیں اور پھر آرام سے بیٹھ جاتے ہیں جبکہ یہ پرانی داستان ہے۔ یہ بے حرمتیاں ابھی شروع نہیں ہوئیں بلکہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ تشریف لائے اُسی دن سے ایک طبقہ پیدا ہوا جن کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی کرنا تھا۔ جاہل سردارانِ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی شروع کی جسکی گواہی قرآن مجید نے دی ہے۔ یہ بے حرمتیوں کا سلسلہ اُسی زمانے سے شروع ہو گیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظّمہ کے اندر تشریف لائے۔ قرآنِ مجید نے گواہی دی ہے کہ ایک طبقے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی شروع کی۔

گستاخانِ رسولؐ اور مدافعینِ حرمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کس نے کیا اور بے حرمتی کس نے کی؟ یہ دونوں کام مکہ سے ہی شروع ہو گئے تھے۔ مکہ میں کچھ افراد ایسے تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام شروع کیا اور ایک گروہ ایسا تھا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی شروع کی۔

تاریخ میں درج ہے کہ کن ہستیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کیا۔ یہ کوئی مذہبی بات نہیں ہو رہی بلکہ تاریخی بات ہو رہی ہے اور تاریخ کا کوئی عقیدہ نہیں ہوتا۔ جو کچھ گزشتہ زمانے میں ہو چکا ہے اور اسے قلمبند کر دیا گیا ہے اسے تاریخ کہتے ہیں، یہ عقیدہ نہیں ہوتا۔ تاریخ الگ چیز ہوتی ہے اور عقیدہ الگ چیز ہوتا ہے۔ یہ تاریخ قلمبند کی گئی اور لکھا گیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کر اپنا پیغام سنایا اور فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو سب سے پہلے تین ہستیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام میں اپنی گردنیں جھکا دیں اور کہا کہ ہم آپؐ کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں اور آپؐ کو مانتے ہیں۔ اُن ہستیوں میں ایک عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑے اور نسب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے۔ اس ہستی کا نام ابو طالبؑ ہے۔ دوسری ہستی وہ تھیں جو بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ بنیں یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا، انہوں نے فرمایا کہ میں بھی آپؐ کی رسالت پر ایمان لاتی ہوں اور تیسری ہستی ایک بارہ سال کا بچہ تھا جسکا نام علی علیہ السلام ابن ابی طالب علیہ السلام تھا۔ ان تین ہستیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کیا اور کوئی بات بھی نہیں کی۔ ان تینوں میں سے کسی نے حتیٰ یہ بھی نہیں کہا کہ ہم آپ کو اس وقت رسول مانیں گے جب آپ ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں گے، انہوں نے کوئی معجزہ بھی نہیں مانگا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ رسولؐ صادق، امین اور سچے ہیں۔ جب وہ کہہ رہے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو یہاں معجزہ مانگنے کی بھی ضرورت نہیں ہے لہٰذا انہوں نے اس پیغام کو سمجھ لیا۔

تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ بے حرمتیاں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر تہمت و بہتان کا سلسلہ بھی مکہ سے شروع ہو گیا تھا۔ پس دو سلسلے قائم ہو گئے: ایک بے حرمتی کرنیوالا سلسلہ اور ایک حرمتوں کو بچانیوالا سلسلہ۔ ایک طرف بے حرمتیوں کا لشکر پیدا ہوا اور ایک طرف حرمتوں کو بچانیوالا لشکر بنا اور یہ سلسلہ پہلے دن سے ہی شروع ہو

گیا۔قرآن گواہی دے رہا ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا کہ یہ جادوگر اور ساحر ہیں (معاذ اللہ)۔ قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے دفاع کیا کہ ہمارا رسول ساحر نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کہا مجنون ہے (معاذ اللہ)۔ مجنون پاگل کو کہتے ہیں، یہ وہ بے حرمتیاں تھیں جو مکہ میں کچھ لوگوں نے کیں۔ پھر اسکے بعد کہا کہ یہ شاعر ہیں۔ شاعر یعنی یہ وحی نہیں ہے بلکہ انکے اپنے خیالات ہیں۔ان کے خیالات سے ذہن میں بات آتی ہے اور یہ اسے دین قرار دے کر لوگوں کے اندر پھیلا رہے ہیں۔ یہ تینوں باتیں قرآن نے ذکر کی ہیں۔

خداوند تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارا رسول نہ ساحر ہے، نہ مجنون ہے اور نہ ہی شاعر ہے، بلکہ یہ ہماری طرف سے اللہ کا رسول ہے جو اُمت کی نجات کا ذریعہ ہے۔ہم اس پر وحی نازل کرتے ہیں، اسکا علم ہماری جانب سے ہے، اسکا تعلق ہماری جانب سے ہے، یہ اپنی خواہش سے بولتا بھی نہیں ہے۔ جب ہم وحی نازل کرتے ہیں تو یہ گفتگو کرتا ہے۔ خداوند تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت بچائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام بچایا اور اسکے بعد اُن ہستیوں نے اللہ کا حکم مانا ور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام بحال رکھا اور اسکے بعد مسلسل یہ دونوں کام ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ ایک طرف بے حرمتیاں کرنیوالے اور ایک طرف حرمتوں کو بچانیوالے۔

ایک زمانے میں اتنی بے حرمتی بڑھ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ چھوڑنا پڑا اور پھر حرمت بچانیوالا گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ مدینے منتقل ہو گیا اور وہاں بھی جا کر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام اور آپ کی حرمت کو بچایا۔

مجالس تسلسلِ دفاعِ حرمتِ رسولؐ ہیں

ان مجالس کی قدر جانیں اور آپ سمجھیں کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ اس عمل کو سمجھیں اور غور کریں کہ آپ کیا کر رہے ہیں اور یہ مجالس کس چیز کا تسلسل ہیں! آج اگر کوئی شبہ ڈالتا ہے کہ یہ مجالس بدعت ہیں تو اسکی بات پر توجہ نہ دیں، جبکہ یہ مجلسیں ایک بڑا عظیم کام انجام دے رہی ہیں۔ یہ مجالسِ عزا وہ کام انجام دے رہی ہیں جو مکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت بچانیوالوں نے شروع کیا تھا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ پھر اسکے بعد یہ لوگ مدینہ آ گئے اور بے حرمتی کرنیوالا گروہ لشکر بنا کر مدینہ کے اندر پہنچ گیا۔

انہوں نے پہلے جنگِ بدرلڑی اور بے حرمتی کی، پھر جنگِ اُحد و جنگِ خندق لڑی اور دیگر جنگیں لڑیں اور انہوں نے ہر جنگ کے اندر بے حرمتی کی۔ جنگِ خندق کے اندر آ کر خندق پھلانگ کر بے حرمتی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حرمتی اور بے احترامی کیساتھ خطاب کیا کہ اے محمد! کون ہے تیرے پاس ایسا شجاع و دلیر جسے میرے مقابلے میں بھیجو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس وقت فرمایا کہ اس بے حرمتی کرنیوالے کتے کی زبان کون بند کریگا؟ سارا لشکر بیٹھا ہوا تھا، کسی نے بھی سر نہیں اٹھایا لیکن اُسی نے سر اُٹھایا جو مکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کا دفاع کررہا تھا۔ اُسی نے پھر تلوار اٹھائی اور بے حرمتی کا جواب بھی دیا۔

ان جنگوں کے اندر ہر ایک نے بے حرمتی کی اور بے حرمتی کرنے کیلئے لشکر آیا لیکن اُدھر خدا نے کچھ لوگ تیار کیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام اور حرمت کو بچانیوالے تھے۔ جب جنگِ اُحد میں بے حرمتی کا لشکر آیا اور حمزہ سید الشہداءؑ کو گرایا، انکے سینے میں نیزہ مارا، انکے سینے کو خنجر سے چاک کر کے جگر نکالا، اسکو چبایا اور بے حرمتی کی اور باقی سارے لوگ میدان چھوڑ کر جان بچانے کی فکر میں تھے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی حالت میں میدان کے اندر تشریف فرما تھے اور لوگوں کو کہہ رہے تھے کہ اے لوگو! ابھی رسول شہید نہیں ہوئے، زندہ ہیں لیکن کوئی لوٹ کر نہیں آ رہا تھا۔ یہ قرآنی واقعہ ہے اور اس وقت صرف تین ہستیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچایا اور آپ کا دفاع کیا اور زخمی حالت میں آپ کو اُٹھا کر پہاڑی کے دامن میں لے گئے اور پھر تلوار اُٹھا کر بے حرمتی کے لشکر کو شکست دی۔ یہ وہی خاندان ہے جن کو اللہ نے انتخاب کیا ہے تا کہ دین کی حرمت کو بچائیں۔ جب بھی کوئی بے حرمتی کرنیوالا پیدا ہو جائے تو یہ بھی میدان میں آ جائیں۔

میدان کربلا میں حرمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع

کربلا میں بھی یہی ہوا۔ بے حرمتی کرنیوالوں کی ناپاک نسل سے ایک ناپاک جرثومہ نکلا اور اس نے بانگِ دُہل اور سرِ عام ہر چیز کی بے حرمتی شروع کر دی۔ اس نے قرآن و کعبہ کی بے حرمتی کی، اسلام کی بے حرمتی کی، اللہ کے دین کی بے حرمتی کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آلِ رسولؑ کی بے حرمتی کی اور اس بے حرمتی کے باوجود سارے لوگ

اپنی تجارتوں میں مصروف رہے، اپنی ملازمتوں میں مصروف رہے، اپنی عبادتوں اور اپنی رسموں میں مصروف رہے اور اپنے روزمرہ کے کام کاج میں مصروف رہے، کسی کو یہ خیال نہیں آرہا تھا کہ بے حرمتی کرنیوالوں کی نسل سے ناپاک وجود حکومت میں آکر اور حکومتی وسائل استعمال کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی بے حرمتی کررہا ہے۔ اُس وقت جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا لال پھر کھڑا ہوا اور مدینہ سے نکلا کہ میری رگوں میں علی علیہ السلام و بتول سلام اللہ علیہا کا خون ہے اور جب تک حسین زندہ ہے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دینِ رسول کی بے حرمتی نہیں کرسکتا۔ امام حسین علیہ السلام کا خطاب ہے:

اَ لَا تَرَوْنَ إِلَی الْحَقِّ لَا يُعْمَلُ بِهِ وَ إِلَی الْبَاطِلِ لَا يُتَنَاهَی عَنْهُ......[1]

کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہورہا، اور کوئی باطل سے روکنے والا نہیں ہے!

اے لوگو! کیا اندھے اور نابینا ہوگئے ہو، کیا دیکھ نہیں رہے ہو، کیا تمہاری آنکھوں پر پردے پڑ گئے ہیں، تمہاری عقل کو کیا ہوگیا ہے؟ اے لوگو! کیا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ حق پائمال ہورہا ہے اور باطل کی ترویج ہورہی ہے؟ یعنی امام علیہ السلام پوچھ رہے تھے کہ اتنی کھلم کھلا بے حرمتیاں ہورہی ہیں اور ان کھلم کھلا بے حرمتیوں میں تم سر جھکا کر اپنے اپنے خول میں چھپے بیٹھے ہو اور اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہو۔ اُس وقت سیدالشہداء علیہ السلام نے مدینہ چھوڑا اور مکہ تشریف لے گئے۔

۶۰ ہجری میں مکہ میں اسلام کی کریم (Cream) خلاصہ اور نچوڑ جمع تھا، مکہ وہی جاتا ہے جسکے اندر دوسروں سے زیادہ قوی ایمان ہوتا ہے چونکہ مکہ جانے کیلئے پیسے خرچ کرنا پڑتے ہیں، وقت نکالنا پڑتا ہے، دکان بند کرنا پڑتی ہے، کھیت چھوڑنا پڑتا ہے اور پھر انسان حج کا فریضہ انجام دینے کیلئے مکہ جاتا ہے ورنہ بہت سارے مالدار ہیں لیکن مکہ میں حج کیلئے نہیں جاتے۔ مکہ وہی جاتا ہے جسکے اندر ایمان، اسلام اور دین ہوتا ہے۔ سیدالشہداء علیہ السلام مکہ تشریف لے گئے کہ یہاں پر اسلام کے بڑے بڑے دیندار اکٹھے ہوئے ہیں جو دور دراز سے پیسہ خرچ کرکے آئے ہیں، انکے دل میں یقیناً اسلام کا کوئی دُکھ ہوگا اور اسلام کا احساس ہوگا۔ سیدالشہداء علیہ السلام نے اُنکو بتایا کہ اس وقت دین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، احکامِ دین اور ہر ایک چیز کی بے حرمتی ہورہی ہے۔ یزیدِ فاسق و فاجر تمام مقدسات کی بے حرمتی کررہا ہے۔

[1]...... (اللهوف علی قتلی الطفوف، ص٦٩)(تحف العقول، ص١٧٤) (تاريخ طبری، ج٧، ص ٣٠٠)

یزید کی جانب سے اعلانیہ بے حرمتی

یزید ملعون عموماً نشے میں رہتا تھا۔ اس نے ایک بندر پالا ہوا تھا جو منبر پر بھی بیٹھتا تھا اور تخت پر بھی بیٹھتا تھا۔ یزید خود کو امیر المومنین کہلواتا تھا جبکہ حقیقتاً امیر الملعونین یعنی ملعونوں کا امیر تھا۔ بڑے بڑے دیندار اسکی باتیں، مجلس، شعر اور تقریریں سنتے تھے اور یہ بندر کو بھی ساتھ بٹھاتا تھا۔ اسکا بے حرمتی کا یہ طریقہ تھا اور اس طرح احکامِ اسلام کا مذاق اُڑاتا تھا۔ اسے اگر کوئی کہہ دیتا کہ اے یزید! پھوپھی مَحرم ہوتی ہے اور انسان پھوپھی کیساتھ شہوت رانی نہیں کرسکتا تو وہ کہتا تھا کہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں اور جو مجھے پسند ہے میں وہی کرونگا۔ اسکے سامنے اصحابِ رسولؐ اور تابعین بیٹھے ہوتے تھے جن میں سے بعض چپ بیٹھے ہوتے تھے اور بعض یزید کو ٹوک دیتے تھے۔ جو ٹوک دیتے اُنکے جواب میں یزید کہتا تھا کہ یہ سب ڈھونگ اور ڈرامہ ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں ہے اور اپنی بات کی تصدیق کیلئے بندر سے پوچھتا تھا کہ اے بندر! تُو بتا میں صحیح کہہ رہا ہوں یا غلط کہہ رہا ہوں اور بندر جب اپنی باچھیں کھولتا تھا تو یزید سارے مجمع کو کہتا تھا کہ دیکھو اس نے بھی میری تصدیق و تائید کردی ہے۔ اس طرح سے یزید سب کے سامنے دینِ رسولؐ کا مذاق اُڑاتا تھا۔ چونکہ یزید کے پاس طاقت، حکومت اور اقتدار تھا اسلیئے سارے مسلمان ڈر کے مارے جھک جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کا مذاق اُڑتے دیکھتے رہتے تھے۔ یزید سرِ عام شراب پیتا تھا۔

امام حسین علیہ السلام نے یزید کے گورنر کے دربار میں فرمایا کہ

وَيَزِيدُ رَجُلٌ فَاسِقٌ شَارِبُ الْخَمرِ......[1]

یہ شراب خوار ہے۔ شراب خوری یزید کی سنت اور یزیدی عمل ہے۔ یزید شراب خوار اور نشئی تھا اور مست ہوکر لوگوں کو کہتا تھا کہ لوگو! کوئی وحی نہیں ہے، کوئی قرآن نہیں ہے (نعوذ باللہ)، کوئی نبی نہیں ہے، کچھ بھی نہیں ہے، یہ بنو ہاشم نے بنواُمیہ سے اقتدار لینے اور بنواُمیہ کو نیچا دکھانے کیلئے ایسے ہی (معاذ اللہ، نعوذ باللہ) ڈھونگ رچایا ہے:

---

[1]...... (بحارالانوار، ج٤٤، ص٣٢٥)(عوالم العلوم، الامام حسینؑ، الشیخ عبد الله البحرانی، صفحة: ١٧٣)

لَعِبَتْ هَاشِمٌ بِالمُلْكِ فَلَا   خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحُيٌ نَزَلَ......[1]

یہ یزید کے اشعار ہیں کہ بنو ہاشم نے معاذ اللہ ایسے ہی ڈھونگ اور ڈرامہ رچایا ہے (نعوذ باللہ) ورنہ نہ کوئی وحی نازل ہوئی ہے، نہ کوئی فرشتہ آیا ہے، نہ کوئی آیت اتری ہے، نہ انکے ہاں رسالت آئی ہے، نہ نبوت آئی ہے، یہ سب بنو ہاشم کا اپنا رچایا ہوا ڈھونگ ہے۔ یہ باتیں یزید نشے میں کرتا اور تصدیق بندر سے کرواتا تھا جبکہ سامنے بیٹھے ہوئے لوگ سر جھکا لیتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے بے حرمتی ہو رہی ہے اور تم ان بے حرمتیوں پر کوئی عکس العمل نہیں دکھاتے۔

لقمۂ حرام کا اثر بے حرمتی

امام حسین علیہ السلام نے عاشور کے دن خطبہ دینا چاہا تو عمرِ سعد ملعون نے اپنے فوجیوں کو کہا کہ تم نے یہ خطبہ نہیں سننا اور جب امامؑ خطاب شروع کریں تو تم اپنی تلواریں ڈھالوں کے اوپر مارنا شروع کر دو۔ قدیم جنگ کے دو ہتھیار ہوتے تھے: تلوار اور ڈھال۔ جب تلوار ڈھال پر مارو تو ڈھولک یا طبلے جیسی آواز نکلتی ہے۔ اس نے کہا کہ تم اپنے نیزے اور تلواریں ڈھالوں پر مارو اور شور شرابہ مچاؤ تا کہ حسین ابن علی علیہ السلام کی آواز اور خطبہ لوگوں کے کانوں میں نہ جائے۔ امامؑ نے ایک دفعہ خطاب شروع کیا، انہوں نے شور مچایا اور امامؑ کی تقریر کاٹ دی۔ امامؑ تھوڑے وقفے کے بعد پھر مخاطب ہوئے، انہوں نے پھر شور مچایا اور امامؑ نے خطبہ ختم کر دیا۔ تین دفعہ امامؑ نے خطبہ شروع کیا، جب انہوں نے تیسری دفعہ یہ حرکت کی تو امامؑ نے فرمایا مجھے معلوم ہے تم میری بات کیوں نہیں سنتے؟ اسلئے کہ تمہارے پیٹ میں لقمۂ حرام ہے اور جسکے پیٹ میں لقمۂ حرام ہو اسے رسولؐ اور آلِ رسولؐ کی بات سمجھ میں نہیں آسکتی۔

لقمۂ حرام کون دیتا ہے؟ فرمایا یہی یزیدی حکومت تمہیں لقمۂ حرام کھلاتی ہے اور اس نے اتنا حرام تمہارے پیٹ میں بھر دیا ہے کہ تمہاری آنکھوں پر بھی پردہ آ گیا ہے اور تمہارے کانوں پر بھی پردہ آ گیا ہے،

[1]...... (الاحتجاج علی اهل اللجاج۔ الشیخ الطبرسی، ج: ۲، صفحة: ۳۰۷)(شرح نهج البلاغة البلاغه لابن ابی الحدید، ج ۱۵، صفحة: ۱۷۸)

اب تم میری آواز نہیں سن سکو گے۔

دفاعِ حرمت کیلئے قیام

سید الشہداءؑ نے اُس وقت اہل مکہ کو کہا کہ تم تو دیندار ہو، تم تو کعبہ میں آئے ہو، تم تو حج کرنے کیلئے مکہ آئے ہو، اگر دوسروں کو دین کا خیال نہیں تو تم حاجیوں کو تو دین کا خیال ہے، تم تو آئے ہی اللہ کیلئے ہو۔ تم تو آئے ہی خدا کو لبیک کہنے کیلئے ہو۔ جب اللہ کو لبیک کہنے آئے ہو تو میں تمہیں بتاتا ہوں اس وقت دینِ خدا پائمال ہو رہا ہے، یزید بے حرمتیاں کر رہا ہے، اس احرام کو کھولو، حج ختم کرو، میرے ساتھ آؤ، یہ حج کرنے کا وقت نہیں بلکہ حج بچانے کا وقت ہے۔ اس وقت طوافِ کعبہ کا وقت نہیں، حرمتِ کعبہ کو بچانے کا وقت ہے۔ تم آؤ آج میرا ساتھ دو لیکن وہ لوگ حج میں لگے رہے اور امامؑ کا ساتھ نہیں دیا۔ انہوں نے بے حرمتیوں کے اس عمل کو روکنے کیلئے کوئی اقدام نہیں کیا اور اپنی کاروائیوں میں لگے رہے۔

اُس وقت سید الشہداءؑ نے اپنا خاندان، بیبیاں، چھوٹے چھوٹے بچے لیے اور چند جوان ساتھ لیے اور اُنکو لیکر امامؑ کربلا آ گئے۔ اگرچہ کوفہ والوں نے خط لکھ کر وعدے کئے تھے کہ ہم بھی آپ کا ساتھ دیں گے لیکن جب وقت آیا تو ساتھ نہیں دیا۔

مدینہ میں لوگ یزید کی طرف سے ہونیوالی بے حرمتیاں دیکھتے رہے لیکن اپنے کام کاج میں مصروف رہے۔ مکہ میں لوگ یزید کی بے حرمتیاں دیکھتے رہے اور اپنی عبادت و طواف میں مصروف رہے اور اہل کوفہ نے خط لکھ کر امامؑ کو بلایا لیکن جب امامؑ گئے تو ان لوگوں نے عبید اللہ ابن زیاد کا خوف محسوس کر کے امامؑ کا ساتھ چھوڑ دیا اور امامؑ تنہا کربلا میں جا پہنچے۔ امام حسینؑ دین کی حرمت اور احترام کو بچانے کیلئے کربلا پہنچے اور وہاں تشنہ لب اپنی اولاد اور ساتھیوں کیساتھ عظیم قربانیاں دیکر اُمت کو بتایا کہ دین وہ مقدس چیز ہے جس پر سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔ امام خمینیؒ جو جہانِ اسلام کے رہبر کبیر ہیں اور جنہوں نے اس دور میں اُمت کو راہِ حسینیت سکھائی ہے فرماتے ہیں کہ اے لوگو! اگر حسین ابن علیؑ جیسی پاک و مقدس ہستی اسلام پر قربان ہو سکتی ہے تو پھر

کسی اور کے خون کی کیا قیمت ہے جو قربان نہ ہو! اس راہ پر ہر ایک کو قربان ہونا چاہیئے۔

مجالسِ عزا، حرمتِ دین کے دفاع کا تسلسل ہے

سپاہِ یزید نے امام حسین علیہ السلام کے سامنے شرط رکھی تھی کہ آپ یزید کے سامنے تسلیم ہو جائیں، خاموش ہو جائیں اور اسکی بیعت کر لیں تو ہم آپکو نہیں چھیڑتے، آپکا خون نہیں گراتے اور آپکی آل و اولاد کو اسیر نہیں بناتے۔ ایسے میں امامِ عالی مقام نے اپنا سر کٹا دیا لیکن یزید کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ حسینیت اسی چیز کا نام ہے کہ سر کٹا دیا لیکن سر جھکایا نہیں لیکن اسکے بعد جو کچھ ہوا وہ بڑا ہی دردناک ہے۔ کربلا سے بھی زیادہ دردناک وہ سلوک تھا جو اہل بیت علیہم السلام اور حرمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بیبیوں کیساتھ بازاروں اور درباروں میں روا رکھا گیا لیکن جنابِ زینب علیا سلام اللہ علیہا نے بھی اپنے بھائی کی طرح یزید کو یہ بتا دیا کہ اے یزید! تجھے ہم دین کی بے حرمتی نہیں کرنے نہیں دیں گے، تجھے ہم قرآن کی بے حرمتی کرنے نہیں دیں گے۔ ہم وہ خاندان ہیں جسکو اللہ نے دین کی حرمت کو بچانے کیلیئے بنایا ہے۔ ہم پاسبانِ دینِ خدا اور پاسبانِ حرمتِ دینِ خدا ہیں۔ اسکے بعد بی بی سلام اللہ علیہا نے یہ سارا کام کر کے بتا دیا اور اسکے بعد ائمہ اطہار علیہم السلام نے فرمایا کہ اے مسلمانو! اے شیعو! اے مومنو! اے قرآن کو ماننے والو! اے اُمتِ رسولؐ! جس طرح امام حسین علیہ السلام نے دین کی حرمت بچانے کیلیئے گھر چھوڑ کر کربلا میں آکر قربانی دی ہے اور اس سے دین کی حرمت بچی ہے، تمہارے اوپر بھی یہ فریضہ ہے کہ اب حرمتِ دین بچانیوالے اس سلسلے کو قیامت تک جاری رکھو۔ اسی سلسلے کا نام عزاداری رکھا گیا ہے، یہ سب کچھ اسلیئے کیا جاتا ہے تاکہ وہ سلسلہ قائم رہے۔

مجالس کے متعلق ذہن صاف کرو!

میری تمام مسلمانوں، اہلِ سنت، شیعہ سے درخواست ہے کہ یہ مجالسِ عزا بڑی گرانقدر مجالس ہیں۔ ان مجالس کا فلسفہ وہ نہیں جو آپ نے خود ذہنوں سے بنالیا ہے یا دشمنوں اور خناسوں نے آپکے ذہن میں ڈال دیا ہے۔ یہ مجالس درحقیقت حرمتِ دین بچانے کیلیئے ہیں۔ چودہ سو سال سے یہ مجالس برپا ہیں، آج اگر دین کا

احترام باقی ہے تو یہ انہی مجالس کی بدولت ہے۔ البتہ آج کل دین کا احترام نظر نہیں آتا اور حکومتیں بھی اس احترام کا خیال نہیں رکھ رہی ہیں۔ پہلے محرم کے ایام آتے تھے تو میوزک اور سینما گھر بند ہو جاتے تھے اور ٹیلیویژن چینل سوگوار ہو جاتے تھے لیکن آج یہ کام نہیں کرتے بلکہ کچھ بھی نہیں کرتے۔ میوزک بجتے رہتے ہیں، سینما ہال چلتے رہتے ہیں، احترامِ محرم کا خیال نہیں رکھتے اور یہ بے حرمتیاں جاری ہیں۔ مجالس کا فریضہ دین اور سنتِ حسین ابن علی علیہ السلام کو زندہ رکھنا ہے۔ یہ سنتِ عزاء وسنتِ کربلا درحقیقت دین کو زندہ رکھے گی اور اسکی حرمت کو بچائیگی۔

عزاداری رسم نہیں رزم ہے

عزاداری رسم نہیں ہے اور عزاداری بزم بھی نہیں ہے۔ یہ وہ اصطلاحیں ہیں جو ہندوستان و پاکستان میں عزاداری کے بارے میں رائج ہو چکی ہیں کہ رسمِ عزاء برپا ہے اور بزمِ عزاء برپا ہے۔ عزاداری نہ رسمِ عزاء ہے اور نہ ہی بزمِ عزاء ہے۔ درحقیقت عزاداری دو چیزوں کا نام ہے: ایک رزمِ حسینیؑ اور ایک عزمِ زینبیؑ کا نام ہے۔ رزمِ حسینیؑ یعنی یزید کی بے حرمتی کیخلاف جنگ لڑ کر جان دے دینا اور عزمِ زینبیؑ یعنی جیسے بھی حالات ہو جائیں، ہم نے شہداء کے مقصد کو دنیا تک پہنچانے اور حرمتِ دین کو بچانے کیلئے بازاروں میں آجانا ہے۔ لہٰذا عزاداری آباء کی رسم نہیں بلکہ عزمِ زینبی کا تسلسل ہے۔

اس عزاء میں وہ آتا ہے جسکا عزم یہ ہے کہ جس طرح بی بی سلام اللہ علیہا نے باہر نکل کر اپنے بھائی کی راہ کو بچایا ہے، ہم بھی اس راہ پر اسی لئے نکلیں کہ راہِ حسین ابن علی علیہ السلام کو بچا سکیں۔ اگر مجلسوں اور جلوسوں کو خطرہ ہے تو جلوسِ عزاء خطرے میں کودنے کا نام ہے۔ علیؑ کی بیٹی جس جلوس میں شامل ہوئی وہ سارا راستہ ہی خطرے کا راستہ تھا، وہ پورا رُوٹ ہی خطرے کا رُوٹ تھا۔ مدینے سے شام تک سارا روٹ خطرے کا روٹ تھا، انہی خطرے کی راہوں پر چلنا ہی عزمِ زینبیؑ ہے۔ اسلیئے جہاں خطرے زیادہ ہوں، وہاں سے ڈرو مت، وہاں اپنی اولاد کو مت روکو، بلکہ وہاں پر اپنے شیر خوار بھی اُٹھا کر لے جاؤ، اپنے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اُٹھا کر لے جاؤ اور اپنی بیبیوں کو بھی لے جاؤ۔ زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا؟ یہی کہ ہمیں انکے لاشوں کے ٹکڑے ہی ملیں گے، یہی کہ ہماری بیبیاں اسیر

ہو جائیں گی، بچے یتیم ہو جائیں گے؟ اسی کا نام تو کربلا ہے، اسی کا نام تو حسینیت ہے، اسی کا نام تو زینبی عزم ہے، یہی تو بنتِ علیؑ کی سنت ہے، یہی تو ابنِ زہراء سلام اللہ علیہا کی سنت ہے، اسی سے تو دین بچتا ہے!

خوف کے مارے گھر میں بیٹھنا کوفیت ہے، حسینیت و زینبیت نہیں ہے۔ زینبیت کا مطلب ہے کہ خوف جتنا زیادہ ہو عزم اتنا بلند ہو جائے، ڈر جتنا زیادہ ہو حوصلہ اتنا زیادہ بلند ہو جائے، دلیری اتنی زیادہ ہو جائے اور پھر ڈرو اور سہمو مت! اگر آپکو درباروں، سرکاروں اور دفتروں میں طلب کر لیا جائے اور کوئی بڑے سے بڑا افسر بھی بلا لے تو اُس افسر سے مخاطب ہونے کا طریقہ بھی زینب عُلیا سلام اللہ علیہا سے سیکھو۔

زینب عُلیا سلام اللہ علیہا دربار میں گئیں، پہلے عبید اللہ نے بلایا جو کوفہ کا گورنر تھا، پھر یزید لعین نے بلایا جو امیر المومنین بنا ہوا تھا لیکن درحقیقت امیر الملعونین تھا اور تخت و تاج سر پر سجا کر بیٹھا ہوا تھا۔ اس ملعون نے بی بی سلام اللہ علیہا کو اسیر کر کے اور دربار میں کھڑا کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ میں بادشاہ اور آپ قیدی ہیں۔ بی بی سلام اللہ علیہا نے فرمایا: اے یزید! ذرا آہستہ آہستہ جا، اتنا نشے میں مست نہ ہو جا! میں یہاں اسلئے آئی ہوں تا کہ اقتدار و قدرت کا نشہ تیرے ذہن سے نکال دوں۔ تُو یہ سمجھتا ہے کہ تخت پر بیٹھ کر عزت رکھتا ہے اور ہمیں رسیوں میں باندھ کر تُو نے ذلت میں ڈال دیا ہے؟ بی بی سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ شیر رسیوں میں بھی ہو تو بھی شیر ہوتا ہے اور اگر ذلیل تخت پر بھی بیٹھا ہوا ہو تو بھی وہ ذلیل ہی ہوتا ہے۔ تم ذلیل ہو اور ہم عزیز ہیں کیونکہ خدا نے ہمیں عزت عطا کی ہے۔
مجلس اسی جرأت و عزم زینبی کے اظہار کا نام ہے لہٰذا یہ مجالسِ عزاء ہونگی تو دین برپا ہوگا۔ ان مجالسِ عزاء کی حرمت باقی ہوگی تو دین اور قرآن کی حرمت بچے گی۔ آج اس ملک کو سب سے زیادہ ضرورت ان مجالسِ عزاء و مجالسِ حسینی و زینبی کی ہے۔ اگر یہ مجالس نہ ہوئیں یا کم ہوئیں اور مسلمان کسی بہانے اس سے دور ہو گئے اور اہلِ سنت کو کسی وجہ سے ان مجالس سے دور رکھا گیا تو نتیجہ یہ ہو جائیگا کہ آپکو قاتل اور مقتول میں پتہ ہی نہیں چلے گا کہ شہید کون ہوتا ہے اور دہشتگرد کو شہیدوں کے لقب دینا شروع کر دو گے۔ اگر یہ مجالس ہوئیں تو دین اپنی میزان پر قائم رہے گا، شہید شہید رہے گا، قاتل قاتل رہے گا، حسینؑ سید الشہداء بن جائے گا اور یزید اشق الاشقیاء اور ملعون بن جائے گا۔

یزید کے منہ اور دامن کو دھونے کی ہزار کوششیں کر و لیکن جب تک نامِ حسینی و علمِ حسینی باقی ہے، نہ

یزیدیت سے یہ دھبہ دھو سکتے ہو، نہ یزید سے یہ دھبہ دھو سکتے ہو۔ حسینؑ ابن علیؑ اور بنتِ علیؑ وہ کام کر گئے ہیں کہ اب کوئی بھی یزیدیت کا دامن پاک نہیں کر سکتا۔ مجالس صرف رسموں کا نام نہیں ہے بلکہ مجالس بقائے دین کیلئے ہیں۔ یہ مجالس اہتمام کیساتھ ہر گھر میں برپا ہونی چاہئیں۔

مجالس کی ایک بے حرمتی یہ ہے کہ یہ لائسنس لیکر ہونی چاہئیں۔ نمازوں کو لائسنس چاہئے کیا؟ رمضان میں روزہ رکھتے ہو لائسنس چاہئے؟ تراویح کو لائسنس چاہئے؟ نمازِ عید کو لائسنس چاہئے؟ نمازِ جمعہ کو لائسنس چاہئے؟ یہ کیسی مسلمانوں کی مملکت ہے کہ جس میں عبادتوں اور دین کو لائسنس چاہئے؟ ہر کام یہاں پر بغیر اجازت کے ہو لیکن مجلس لائسنس کیساتھ ہو! نہیں، یہ آپکا فریضہ ہے۔ آپکا فریضہ ہے کہ گھر گھر مجلس کریں۔ البتہ مجالس کا کام مسلمانوں اور پڑوسیوں کو تکلیف دینا یا اُنکی زندگیوں میں زحمت ایجاد کرنا نہیں ہے۔ مجالس ان مسلمانوں کی حرمت کو بچانے کا نام ہے۔

فصل پنجم

حج

کارگاه ابراهیمی علیه السلام

و

محرم

رزمگاه حسینی علیه السلام

حج ابراھیمیؑ تربیتی کیمپ

حج کا ایک مقصد ہے اور وہ ثواب نہیں ہے۔اس لئے خدا نے حج مقرر نہیں کیا کہ ثواب کے تحفے مومنین کو دینے تھے انہیں یہ کہا گیا ہو کہ تم کراچی سے نکلو، گوجرانوالہ سے نکلو، وزیر آباد سے نکلو، لاہور سے نکلو، انڈیا سے نکلو، بنگلہ دیش سے نکلو، نائیجیریا سے نکلو، عربی ملکوں سے نکلو، عجمی ملکوں سے نکلو، یورپ سے نکلو، فلاں براعظم سے نکلو، ساری اُمت مکہ کے اندر حرمِ خدا میں اکٹھی ہو جائے۔اُمت حرم میں پہنچ کر پوچھے یا اللہ! ہم آ گئے۔فرمائیے کیا کرنا ہے؟ جواب آئے کہ آپ کو ثواب پہنچانے کیلئے بُلایا ہے۔لوگ سوچ تو سکتے ہیں کہ ثواب تو اپنے گھروں اور علاقوں میں بھی پہنچایا جا سکتا ہے! واضح رہے کہ حج کے اندر اُمت کو اکٹھا کرنے کا خاص طریقہ ہے۔انہیں بتایا گیا کہ تم میں سے منتخب لوگ آئیں۔ ہر ایک اُٹھ کر نہ آئے، وہ آئے جو مستطیع ہو، مستطیع یعنی جو کچھ کرنے کے قابل ہو۔قرآن مجید کی اصطلاح بھی یہی ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا......[1]

اور اللہ کیلئے ان لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا واجب ہے جو اس کام کی استطاعت رکھتے ہوں۔

خدا نے تم پر حج لازمی قرار دیا ہے لیکن ہر ایک کے اوپر نہیں بلکہ جس کو اس راہ کی استطاعت نصیب ہوگی۔ ہم عموماً استطاعت میں پیسے شمار کرتے ہیں کہ جس کے پاس پیسے ہو جائیں وہ اٹھ کر حج کرنے چلا جائے۔جوان بیٹا کماتا ہے اور بوڑھے باپ کو حج پر بھیج دیتا ہے۔استطاعت کا مطلب ہے کہ صرف قابل لوگ آئیں۔ہمیں جو حج بتایا گیا وہ یہ ہے کہ قابل بیٹا دولت کماتا ہے اور اَن فِٹ باپ کو حج پر بھیج دیتا ہے۔ یہ اَن فِٹ باپ وہاں جا کر کیا کرے؟ یہ بیچارہ کہتا ہے کہ اب میرے لئے چارپائی لاؤ، اب میرے لئے ویل چیئر

---

[1]......(سورة آل عمران، آية: ٩٧)

لاؤ، اب میرے لئے چار آدمی لاؤ جو مجھے گھمائیں اور حج کرائیں۔

یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے

حج مومنین کیلئے اللہ تعالیٰ کا ابراہیمی کیمپ ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ......[1]

زمانہ اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے۔ اس لئے کہ اس دنیا کے اندر ہر طرف بت اور بت کدے موجود ہیں۔ زمانہ ان بت کدوں کو ویران کرنے والے ابراہیم کی تلاش میں ہے۔ ابراہیم کہاں سے لائیں؟ ایک ابراہیم تو دنیا میں آکر گزر گئے۔ لیکن ہر زمانے کو ابراہیم چاہئے۔ ہر زمانے کا ابراہیم کہاں سے آئے؟ خدا نے فرمایا میں نے اسکا اہتمام کر رکھا ہے۔ میں نے ابراہیم سازی کا مدرسہ بنایا ہے اور اس مدرسے کا نام میں نے حج رکھا ہے۔

حج تین شخصیتوں کے نقشِ قدم کا نام ہے۔ ابراہیمؑ خلیل اللہ کے نقشِ قدم کا نام ہے، اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ اور ایک مجاہدۂ اعظم ھاجرؑ کے نقشِ قدم کا نام حج رکھا ہے۔ ایک باپ، ایک بیٹا اور ایک ماں۔

لوگوں کو حکم ہے آپ آؤ، اپنی آبادی چھوڑو، معمولات چھوڑو، اپنے گاؤں سے نکلو، دفتر سے چھٹی لے لو، دکان بند کر کے آؤ، سب کچھ چھوڑ کر آجاؤ۔ کہاں آؤں؟ اس سنگلاخ اور پتھریلی زمین پر۔ سیر وتفریح یا سیاحت کے لئے نہیں آنا، چونکہ یہاں پر پتھر ہی پتھر ہیں۔ یہاں پر سبزہ بھی نہیں ہے۔ یہاں پر کوئی گیاہ و درخت، جھیلیں وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ سرسبز علاقوں کو چھوڑ کر سرزمینِ لم یزرع پر آجاؤ۔ کس لئے آؤ؟ اس لئے کہ ہر زمانے کو ابراہیم چاہئے اور ہم نے یہاں پر مکتبِ ابراہیمی کھول رکھا ہے۔ آپ کو ابراہیمؑ کے نقشِ قدم پر کھڑا کریں گے۔ ابراہیمؑ کے نقشِ قدم پر کھڑا کر کے تمہیں ابراہیمیت کی مشق کروائیں گے اور یہاں مشق

---

[1]......(علامہ اقبالؒ، ضرب کلیم، اسلام اور مسلمان)

کر کے جب اپنے دیار و وطن میں واپس جاؤ تو تمہیں وہاں پر ابراہیم بن کر زندہ رہنا ہے۔

میقات ابراہیمی کیمپ کا دروازہ

ابراہیم بننے کیلئے کیا کرنا ہوگا؟ سب سے پہلے میقات پر رک جاؤ، میقات دروازۂ حرمِ خدا ہے۔ کوئی عمارت یا عمارتی دروازہ نہیں ہے بلکہ ایک خالی سرزمین ہے، میقات صرف ایک نقطہ ہے۔ جس طرف سے بھی جاؤ میقات ایک نقطہ ہے یعنی دروازے پر آکر رُک جاؤ۔ حاجی صاحب رُک جاؤ، مولانا رُک جاؤ، جو کوئی بھی ہو رُک جاؤ۔ عورت ہو، مرد ہو، چھوٹے ہو، بڑے ہو، چوہدری ہو، سید ہو، مرزا ہو، فقیر ہو، امیر ہو، غریب ہو سب رُک جاؤ! کیوں روکا گیا اس لیے کہ حرمِ خدا میں داخل ہونے کیلئے تمہاری موجودہ حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اسلئے کہ تم کسی بھی جہت سے ایک نظر نہیں آرہے۔ پس یوں کرو کہ جو کچھ تم نے پہنا ہوا ہے یہ سب بدل دو، سلی ہوئی ہر چیز اتار دو اور اسکی جگہ پر اَن سلا سفید لباس پہن لو تاکہ یک رنگ و یک شکل ہو جاؤ۔ اسلئے کہ ابھی تم میں سے بعض نے قیمتی اور بعض نے سستا لباس پہنا ہوا ہے، بعض کے لباس سے پتہ چلتا ہے یہ عجمی ہے، اِنکے لباس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ پاکستانی ہیں، اُسکے لباس سے پتہ چلتا ہے یہ مغربی ہے۔ ہم نے عرب و عجم کی تمیز ختم کرنی ہے۔ ہم نے بڑے چھوٹے کی تمیز ختم کرنی ہے۔ ایک اُمتِ واحدہ بنانی ہے۔ تم خود سلوا کر بہت کچھ پہن کر آئے ہو یہ سب اتار دو اور احرام باندھ لو، اَن سلا سفید لباس پہن لو اور فوراً لباس پہنتے ہی کوئی اور بات زبان پر جاری نہ کرنا۔ بلکہ سب سے پہلا کلمہ یہ ہو:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ......[1]

حاضر ہوں اے اللہ! تیرے حضور حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے، تمام حمد تیرے ہی لیے ہیں

---

[1]......(من لا يحضره الفقيه۔ الشيخ الجليل الاقدم الصدوق أبى جعفر محمد بن على بن الحسين بن بابويه القمىؒ، المتوفى ٣٨١ھ، ج٢، باب فرائض الحج، حديث: ٢٥٧٨ صفحة: ٣١٧)

اور نعمتیں اور ملک تیرا ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

لبیک یعنی میں حاضر ہوں، خدایا! آپ نے بلایا تھا میں آ گیا۔ اسی اعلانِ حضور سے ہی حج شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد پہلے طوافِ بیت اللہ کرو، طواف کر کے صفا و مروہ کی سعی کرو، مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھو، زمزم پیو، اعمال و مواقف انجام دو، پھر تم اسکے بعد چلے جاؤ، نو ذی الحجہ کو جب حجِ اکبر شروع ہوتا ہے تو مکہ سے باہر سرزمینِ عرفہ پر چلے جاؤ۔ سرزمینِ عرفہ میں آدھا دن گزار کر رات مزدلفہ میں چلے جاؤ۔ مزدلفہ میں رات گزار کر صبح منیٰ میں آ جاؤ۔

عرفہ میدان معرفت

عرفہ میں سارا کام دل کا ہے ہاتھ پاؤں کا کوئی کام نہیں ہے۔ عرفہ معرفت و آگاہی کی سرزمین ہے۔ عرفہ میں بیٹھ کر معرفت حاصل کر، پھر اس کے بعد مشعر میں آ جاؤ وادی مشعر میں رات بسر کرو، رات کو کوئی کام نہیں کرنا، صرف قیام کرنا ہے۔ وادیٔ مشعر سے چھوٹے چھوٹے سنگریزے چننے ہیں اور وہ بھی گن کر چننے ہیں۔ جتنے حملے کرنے ہیں اتنے چننے ہیں۔ جس جس پر حملہ کرنا ہے عدد گن کر اس کے نام کے سنگریزے چننے ہیں، پھر اس کے بعد جونہی طلوع ہو، وادیٔ مشعر کو ترک کر کے تو وادیٔ منیٰ میں آ جا۔

شیطان کا مکر رسنگسار

وادیٔ منیٰ میں آتے ہی خیمے میں نہیں جانا، کچن میں نہیں جانا، کسی اور جگہ نہیں جانا، سیدھا جمرات کے اوپر پہنچ جانا ہے۔ جمرات میں تین چبوترے اور تین ستون ہیں جو اب تین دیواریں بن گئی ہیں۔ یہ شیطان ہیں۔ ایک بڑا شیطان ہے، ایک اس سے چھوٹا شیطان ہے اور ایک اس سے بھی چھوٹا شیطان ہے۔ یہ تین شیطان ہیں۔ وہ جو سنگریزے تم نے اکٹھے کیئے تھے، اب آ کر ان سیمنٹ کی دیواروں کو وہ سنگریزے مارنے ہیں۔ پہلے دن صرف بڑے کو مارنا ہے۔ چھوٹوں کو نہیں چھیڑنا۔ پھر اسکے بعد جا کر قربانی کر۔ ایک حیوان ذبح کر، اس کی گردن پر چھری چلا۔ پھر اسکے

بعد اپنا احرام بدل، معمولی لباس میں آجا اور اس کے بعد معمولی لباس پہن لے۔ محرمیت کی حالت سے باہر آ گیا۔

تین دن منیٰ میں رہ کر تُو نے روزانہ تینوں شیاطین کو سنگسار کرنا ہے۔ یہ تیری مشق ہے جس طرح اگر کسی کو دیوار پھلانگنے کی کوئی مشقیں کروائی جائے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ بعد میں اس سے کوئی کام لینا ہے اور وہ ایسا کام ہے جس میں اسے دیوار پھلانگنی ہے۔ چونکہ ابھی مشق دیوار پر چڑھنے کی کروا رہے ہیں۔ اگر کسی کو اسٹیج پر کھڑا کر کے بولنے کی مشق کروائی جائے، اسکا مطلب ہے کہ بعد میں اس سے یہی کام لینا ہے۔ کام جس نوعیت کا ہے اسی طرح کی مشق کروائی جائے گی۔ اور اگر کسی کو سنگریزے دے دیئے جائیں کہ نشانہ مار، یہاں نشانہ مارنا، یہ مشق ہے۔ ساری بات تو یہیں پر سمجھ میں آجاتی ہے۔ پہلے بڑے شیطان کو تو نے مارنا ہے۔ اسی سے بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اصل میں مجھے اس حرمِ خدا میں کیوں بلایا گیا؟ کچھ مشقیں کروانے کیلئے تا کہ یہ مشقیں کر کے جب میں اپنے وطن واپس لوٹ کر جاؤں تو اصل کام وہاں جا کر کرنا ہے۔ حج میں سیمنٹ کا شیطان اور یہاں پتھر کی کنکری ہے لیکن جب اپنے وطن واپس جاؤں گا تو وہاں پر ایک بہت بڑا شیطان، میرے دین کا دشمن، میرے رسولؐ کا دشمن، میری قوم کا دشمن، میرے وطن کا دشمن، شیطانِ بزرگ، شیطانِ اکبر، جس نے میرے ملک، میرے وطن اور میری قوم کو تباہ کر دیا، جس نے فرقہ واریت کی آگ لگا کر پاکستان کو نابودی کے دہانے پر پہنچا دیا۔ یہ مشقیں اسلئے کروا رہے ہیں، اس شیطان کو سنگ بار کرنا دراصل اُسے سرکوب کرنے کیلئے ہے۔ لیکن اگر وہاں پر پتھر کے سنگریزے سیمنٹ کے شیطان کو مار کر اور ثواب کی انتظار میں واپس آگئے اور اصل کام نہ کیا، مقصد بھول گئے اور بازاروں سے چائنہ کا سامان سمیٹ کر اپنے بورے اور بکسے بھر کر اور کسٹم کو دھوکہ دے کر، نکل کر باہر آگئے تو سمجھ لینا، یہ جو تم وہاں گئے ہو، لہو کر کے آئے ہو، حج کر کے نہیں آئے۔

ثواب، مقصد نہیں رغبت ہے

خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے کوئی چیز بھی عبث نہیں بنائی۔ ہم نے لہو ولعب طور پر کسی کو پیدا نہیں کیا۔ خدا نے کائنات بنائی، فرمایا لہو ولعب نہیں، عبث نہیں ہے۔ یہ سب کچھ کسی مقصد کیلئے بنا رہا ہوں۔ ہر عبادت اور ہر عمل کا ایک مقصد موجود ہے۔ ثواب صرف رغبت کیلئے ہے، ثواب کبھی بھی مقصد نہیں ہے۔ نہ عبادتوں

کا مقصد ہے اور نہ ریاضتوں و نماز کا مقصد ہے۔ثواب اسلئے ہے کہ ہم میں شوق بڑھ جائے۔کچھ لوگ معرفت کی وجہ سے کسی کام کے پیچھے جاتے ہیں، کچھ لوگ مجلس میں آتے ہیں تاکہ کوئی علمی استفادہ کریں، کوئی کام کی بات ہو جائے، کوئی دین کی بات سن لیں اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جونہی انہیں بتاؤ کہ آج مجلس ہے تو فوراً پوچھتے ہیں لنگر کیا پکا ہے؟ پہلے مجالس کے نام خطیبوں کے نام سے ہوتے تھے، جیسے فلاں صاحب کی مجلس ہے، وہاں فلاں صاحب کی مجلس ہے۔مشہور خطیبوں کے نام سے مجلسیں مشہور تھیں۔ پھر بعد میں بانیوں کے نام سے مشہور ہوگئیں۔فلاں چوہدری صاحب کی مجلس ہے، فلاں مرزا صاحب کی مجلس ہے، فلاں ڈائریکٹر صاحب کی مجلس ہے، انجینئر یا ڈاکٹر صاحب کی مجلس ہے، بانی کی شخصیت دیکھ کر جاتے تھے۔اگر کسی غریب نے رکھی ہے تو اس میں کوئی نہیں جاتا۔لیکن آج کل مجالس کے نام بدل گئے ہیں۔اب نہ خطیبوں کا نام پوچھتے ہیں، نہ بانی کا بلکہ لنگر کا پوچھتے ہیں کہ فلاں جگہ حلیم کی مجلس ہے، شیرمال کی مجلس ہے یا بریانی کی مجلس ہے وغیرہ۔

خداوندتعالیٰ نے ثواب کا وعدہ دیا ہے اور ذاتِ خدا اصدق الوعد ہے۔سب سے سچا وعدہ، سب سے سچا قول، اللہ کا قول ہے۔معصومین علیہم السلام نے روایات بیان کی ہیں کہ اس ثواب کا جتنا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے اس سے بھی زیادہ تمہیں دیا جائیگا۔یعنی یہ نہ کہو کہ جتنا وعدہ دیا گیا ہے اتنا ہی یا اس سے بھی زیادہ دیا جائیگا۔ثواب اتنا دیا جائیگا کہ آپ سے سنبھالا تک نہیں جائیگا۔

ایک مولانا ثواب بیان کررہے تھے تو مومن پریشان ہوگیا۔انہوں نے روزے کا ثواب بتایا کہ پہلے دن روزہ رکھو گے تو ایک ہزار حور ملیں گی، دوسرے دن روزہ رکھو گے تو دس ہزار حور ملیں گی، تیسرے دن روزہ رکھو گے تو اسی طرح بڑھتے بڑھتے مولانا جب ایک ملین پر پہنچے تو مومن پریشان ہوگیا، کہنے لگا کہ مولانا صاحب ہم ان کو سنبھالیں گے کیسے؟ آخر یہ اتنا رش اور اتنا ہجوم ہوگا! یعنی ثواب اتنا ہے کہ مومن پریشان ہوگیا کہ میں اس ثواب کو سنبھالوں گا کیسے؟ اللہ کا وعدہ ہے بہت زیادہ ثواب ملے گا۔یعنی آپ ثواب کا اندازہ نہیں لگا سکتے لیکن یہ ذہن میں رہے کہ معرفت کا دین اور ہوتا ہے، رغبت اور ثواب کا دین اور ہوتا ہے۔

خدا نے کسی کا رنگ یا شکل دیکھ کر امام نہیں بنایا بلکہ امامت دینے کیلئے اسکو آزمایا، اسکی معرفت وشعور کا امتحان لیا، پھر اسکے بعد فرمایا:

......اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا......[1]

ہم تمہیں لوگوں کا امام اور قائد بنا رہے ہیں۔

تو واقعاً لائق امامت تھا اسلئے تجھے امام بنایا۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

إِلَهِي مَا عَبَدْتُكَ خَوْفاً مِنْ عِقَابِكَ وَ لَا طَمَعاً فِي ثَوَابِكَ وَ لَكِنْ وَجَدْتُكَ أَهْلًا لِلْعِبَادَةِ فَعَبَدْتُكَ...... [2]

اے پروردگار! میں تیرے جہنم کے خوف سے تیری عبادت نہیں کرتا اور نہ ہی تیرے ثواب کی لالچ میں تیری عبادت کرتا ہوں بلکہ تجھے لائقِ عبادت سمجھتا ہوں اس لئے تیری عبادت کرتا ہوں۔

میں جنت کا عبادت گزار نہیں بلکہ اللہ کا عبادت گزار ہوں، میں نعمتوں کا عبادت گزار نہیں ہوں، میں عبد النعم نہیں عبدِ خدا ہوں۔ عبد الجنة نہیں بلکہ میں جنت کے خالق کا عبد ہوں۔

حج سرمشق ابراھیمی

حج کا اگرچہ بہت عظیم ثواب ہے۔ حج بڑی جامع عبادت ہے لیکن مقصدِ حج ثواب نہیں ہے۔ حج ابراہیم سازی کیلئے ہے۔ ثواب کسی بھی شہر میں پہنچایا جاسکتا تھا، خدا کے پاس اتنے فرشتے ہیں کہ ثوابوں کے بنڈل بنا کر آپ کو اسی محلے میں، اسی مسجد میں عطا کر دے کہ آپ سے سنبھالا بھی نہ جائے لیکن اس شہر میں ابراہیم نہیں بنایا جاسکتا۔ ابراہیم بننے کیلئے آپ کو حرم میں آنا پڑے گا۔

ہمیشہ مقصد کی تلاش میں رہنا چاہیئے، اگر مقصد کو بھول گئے تو عبادتیں بھی عبادت شمار نہیں ہوں گی۔

---

[1]......(سورة البقرة، آية: ١٢٤)

[2]......(عوالى اللئالى العزيزية فى الأحاديث الدينية ،الشيخ محمد بن على بن إبراهيم الأحسائى المعروف به إبن أبى جمهور۔ج١،ص:٢٠) (بحار الأنوار (ط – بيروت) ج٤١،ص:١٤)

موجودہ زمانے میں جیسے حج ہوتا ہے اس میں سب سے زیادہ فائدہ چائنہ، ہوٹل کمپنیوں، ٹرانسپورٹ کمپنیوں، تاجروں اور ٹریول ایجنسیوں کو ہوتا ہے جو دو مہینے تجارت کرتے ہیں اور پورا سال کھاتے ہیں۔ حج کا مقصد چونکہ بہت عظیم ہے اسلئے حج بہت عظیم عبادت ہے۔ نماز سب کیلئے ہے، اپاہج بھی ہو تو نماز پڑھو، فقیر ہو نماز پڑھو، پیسے نہیں ہیں نماز پڑھو لیکن حج کیلئے کہا گیا ہے کہ صرف مستطیع شخص آئے، اسلئے کہ اسکا بہت عظیم مقصد ہے اور اس نے وہ عظیم ذمہ داری ادا کرنی ہے۔

حاجی مقامِ ابراہیمؑ پر کھڑے ہوتے ہیں، مواقفِ ابراہیمی، جہاں حضرت ابراہیم خلیل اللّٰہؑ رکے حاجی کو بھی وہیں پر روکا جاتا ہے۔ جہاں خلیل اللّٰہؑ نے جو عمل انجام دیا وہی عمل آج مسلمان سے بھی کروایا جاتا ہے، حکم ہے کہ تم بھی یہی کام کرو۔ تمہارے اندر بھی وہی شعور اور بیداری آجائے۔ تم بھی اسی طرح سے اللہ اور اسکے دین و توحید کی خاطر اٹھو اور قیام کرو۔ اگر تم نے بت کدے کو نہ چھیڑا تو یوں نہیں کہ بت کدہ بھی تمہیں نہیں چھیڑے گا یا اگر بت کو نہ چھیڑا تو بت بھی تمہیں نہیں چھیڑے گا اور بت پرست بھی تمہیں نہیں چھیڑے گا۔

حسین علیہ السلام وارثِ ابراھیم علیہ السلام

قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کو بڑی عظمت کیساتھ ذکر کیا گیا ہے اور ہم سید الشہداء علیہ السلام کے زیارت نامے میں پڑھتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیكَ یَا وَارِثَ اِبراهیمَ خَلِیلُ اللّٰهِ......[1]

سلام ہو آپ پر اے جناب ابراہیم خلیل اللہ کے وارث۔

سید الشہداءؑ کربلا میں بعنوانِ وارثِ خلیل اللّٰہؑ، وارثِ آدمؑ، وارثِ نوحؑ، وارثِ ابراہیمؑ، وارثِ تمام انبیائے کرام ہیں اور وارثِ انبیاءؑ نے کربلا میں وقتِ شہادت استغاثہ بلند کیا، فریاد کی اور اُمت کو بلایا۔ فقط اُس اُمت کو نہیں جو کربلا میں تھی، بلکہ سید الشہداءؑ نے قیامت تک آنیوالی انسانیت کو استغاثہ کر کے ندا دی:

---

[1]......(المصباح للكعفمى، صفحة:۵۰۲)(زادالمعاد۔مفاتیح الجنان،علامہ مجلسیؒ صفحة ۵۳)

هَلُ مِنُ نَاصِرٍ يَّنُصُرُنِيُ؟......[1]

ہے کوئی ناصر جو میری نصرت کرے؟......

هَلُ مِنُ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنُ حَرَمِ رَسُولِ اللّٰهِ ؐ؟......[2]

ہے کوئی مدافع جو حرم و حرمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے؟

کیا کوئی مدافع و محافظِ حرم خدا ہے۔ خود وارثِ انبیاء ہیں۔ اپنا عہد پورا کر کے بارگاہِ خدا میں جا رہے ہیں لیکن اپنے بعد اپنا وارث مانگ رہے ہیں کہ میں اپنا عہد پورا کر کے جا رہا ہوں لیکن میرے بعد کون ہے جو حرمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے۔ حرمِ رسولؐ میں اہل بیت علیہم السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ و جنابِ سیدہؑ کی اولاد لیکن صرف یہی حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہیں۔ بلکہ ہر وہ چیز جس کا احترام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہے وہ حرمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ حرم و حرمت، احترام سے ہے۔ یعنی حرمت کو بچانا، حرمت کا خیال رکھنا۔

حرمِ مکہ، حرمِ الٰہی یعنی احترام کی سرزمین۔ یہاں پر آ کر تم حرم کا احترام سیکھو اور حرم کا دفاع سیکھو۔ ابراہیمؑ کون تھے؟ حرمِ خدا کے مدافع، حرمِ خدا کے محافظ۔ ہر وہ چیز جس کا احترام و حرمت خدا نے مقرر کر دی، اس کے مدافع کا نام ابراہیم خلیل اللہؑ ہے اور جو بھی ابراہیمؑ کے بعد آ کر حرمِ خدا و مقدساتِ الٰہیہ کے احترام کی پاسداری کرے وہ وارثِ ابراہیم خلیل اللہؑ ہے اور جو بھی آج آ کر حرمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے، وہ وارثِ سید الشہداءؑ ہے، وہ وارثِ وارثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و وارثِ وارثِ ابراہیم خلیل اللہؑ ہے۔

---

[1]......(ترجمہ و تحقیق مفردات الفاظ قرآن۔ راغب اصفهانی،حسین بن محمد، المتوفی۵۰۲ھ، الجزء۳، صفحہ۱۲) (نور الأبصار فی أحوال الأئمّة التسعة الأبرار۔ الشیخ محمد مهدی المازندرانی الحائریؒ) (تاریخ النیاحة علی الامام الشهید الحسین بن علیؑ۔ السید صالح بن ابراهیم بن صالح الشهرستانی) (حماسۂ حسینی۔ متفکر شهید استاد مرتضٰی مطهریؒ)

[2]......(اللهوف علی قتل الطفوف -سید ابن طاووسؒ،علی بن موسٰی، المتوفی:٦٦٤ھ،صفحہ١١٦) (مثیر الاحزان-ابن نما حلیؒ،جعفر بن محمد،المتوفی:٦٤٥ھ،صفحہ٧٠)

حرم کے پاسبان اور حرمت شکنان

خدا نے حرم بنایا ہے، مقابلے میں حرمت شکن بھی موجود ہیں۔ جن کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم کی حرمت کو پائمال کرنا اور آلِ رسولؐ کی حرمت کو پائمال کرنا ہے۔ ابوجہل و ابولہب سے حرمت شکنی کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ آج تک جاری ہے۔

حرمت شکنوں کے لشکروں کے لشکر موجود ہیں۔ جنگِ بدر و جنگِ خندق حرمت شکنی کیلئے تھی، جنگِ اُحد و جنگِ خیبر حرمت شکنی کیلئے تھی لیکن اس وقت ان حرمت شکنوں کو حرمت پائمال نہیں کرنے دی گئی چونکہ حرم کی حرمت کے مدافع ومحافظ موجود تھے۔ صرف ایک جنگ میں مدافعین نے سستی برتی، خداوند تعالیٰ نے قرآن میں مذمت میں آیت نازل کر دی کہ مجھے ایسے ڈھیلے مومن نہیں چاہئیں جب جنگِ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن کے نرغے میں ہوں اور دشمن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زخمی کر دیا ہو اور یہ مسلمان اپنی جان بچانے کیلئے کسی پناہ گاہ کی تلاش میں ہوں، قابلِ احترام نہیں۔ خود خدا نے ان کا احترام نہیں رکھا، اسلئے کہ حرمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہوں نے احترام نہیں رکھا لیکن جنہوں نے احترام کیا، خداوند تعالیٰ نے اُنکے قصیدے پڑھے، اُنکی شان میں آیات نازل کیں اسلئے کہ انہوں نے دفاع کیا ہے۔

قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ نے کس کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا؟

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ...... [1]

اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو مرضی پروردگار کیلئے بیچ ڈالتے ہیں۔

یہ لمبے سجدے، لمبے روزے اور دوسری عبادتیں دیکھ کر نہیں کہا گیا، بلکہ شبِ ہجرت مدافعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایثار دیکھ کر یہ آیت نازل کی۔ حرمتِ نبویؐ کو بچانے کیلئے یہ آیت نازل کی اور اس طرح حرمت شکنوں کی مذمت کی گئی۔ کیوں کہا گیا؟ قرآن بار بار کہہ رہا ہے ویلٌ یعنی مردہ باد۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ...... [2]

---

[1]......(سورة البقرة، آية: ٢٠٧) [2]......(سورة اللهب، آية: ١)

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

ابی لہب کے ناپاک ہاتھ کٹ جائیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت شکنی کی طرف اٹھ رہے ہیں۔ قرآن اُکسا رہا ہے کہ دین کا دفاع کرو! اگر دین کا دفاع نہیں کرو گے تو تم خود بھی محفوظ نہیں رہو گے۔ فقط ہم خود اپنی عبادتیں کرلیں یا اپنی رسمیں بجالائیں اور پھر خوش ہو جائیں کہ ہم نے اپنا فریضہ ادا کر دیا تو یہ جان لیں کہ ابھی فریضہ ادا نہیں ہوا۔

سید الشہداء علیہ السلام پاسبانِ حرم خدا

سید الشہداءؑ اگر کربلا کا سفر نہ کرتے اور مدینہ میں ہی بیٹھ کر سمجھوتہ کر کے نمازیں پڑھتے رہتے تو آپؑ کیلئے یہ راستہ موجود تھا یا مکہ میں بیٹھ کر حرمِ خدا کے مجاور بن جاتے اور ساری عمر مکہ میں بیٹھے رہتے، امامؑ یہ کام بھی کر سکتے تھے۔ امام حسینؑ کو آپکے بھائی جنابِ محمد ابن حنفیہ نے مشورہ دیا کہ اے ابی عبداللہ! آپکے دشمن بہت کینہ توز اور بڑے خطرناک ہیں، یہ آپؑ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے، میرا یہ مشورہ ہے کہ آپ مکہ میں رُک جائیں اور مجاورِ کعبہ بن جائیں اور وہیں پر رہیں اور وہاں سے باہر نہ آئیں۔ اگر وہاں امن نہ ہو تو پھر آپ یمن چلے جائیں، یمن میں آپکے ماننے والے بہت ہیں۔ اگر یمن میں بھی پناہ نہ ملے تو پھر صحراؤں میں بنی ہوئی غاروں کے اندر چھپ جائیں اور جب تک یزید برسرِ اقتدار ہے اور یہ ظالمین برسرِ اقتدار ہیں، اس وقت تک آپ اُن غاروں سے باہر نہ آئیں۔ جب انکی موت کی خبر آجائے تو پھر آپ باہر آجائیں۔

سید الشہداء علیہ السلام نے فرمایا اے بھائی! تو بڑے خیرخواہانہ مشورے دے رہا ہے ہمدردی جتلا رہا ہے اور برادری ثابت کر رہا ہے لیکن کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ مجھے خدا نے امام بنایا ہے، مجھے پاسبانِ دین بنایا ہے، مجھے پاسبانِ حرم بنایا ہے، مجھے مدافعِ دین بنایا ہے، اگر میں غار میں چھپ جاؤں تو دین کون بچائے گا؟ اگر میں یمن چلا جاؤں تو دین کون بچائے گا؟ اگر میں کعبے کا مجاور بن جاؤں تو کعبے کی حرمت کون بچائے گا؟

جنابِ سید الساجدین علیہ السلام نے دربارِ یزید میں اپنا تعارف کروایا کہ

وَ فُضِّلْنَا بِاَنَّ مِنَّا النَّبِیَّ الْمُخْتَارَ مُحَمَّداً وَ مِنَّا الصِّدِّیقُ وَ مِنَّا الطَّیَّارُ وَ مِنَّا اَسَدُ اللّٰہِ وَ اَسَدُ رَسُولِہِ وَ مِنَّا سِبْطَا ھَذِہِ الْاُمَّۃِ......

جن سات چیزوں سے ہمیں فضیلت عطا کی گئی ہے وہ یہ کہ رسول مختارؐ ہم میں سے ہیں، صدیق (سب سے پہلے رسول خداؐ کی تصدیق کرنے والے حضرت علیؑ) ہم میں سے ہیں، ہم ہی میں طیار (جعفر طیارؓ) ہیں، ہم ہی میں سے شیر خدا (حضرت علیؑ) اور شیر رسولؐ (حضرت حمزہؓ) ہیں۔ ہم ہی میں اس امت کے دو سبط (فرزندان رسولؐ، حسنؑ و حسینؑ) ہیں......

یہاں تک تو سمجھ میں آنیوالا تعارف تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند ہوں، میں فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا و علی مرتضیٰؑ کا فرزند ہوں لیکن اسکے بعد امامؑ نے کیا فرمایا؟

...... مَنْ عَرَفَنِی فَقَدْ عَرَفَنِی وَ مَنْ لَمْ یَعْرِفْنِی اَنْبَاْتُہُ بِحَسَبِی وَ نَسَبِی اَیُّھَا النَّاسُ اَنَا ابْنُ مَکَّۃَ وَ مِنَی اَنَا ابْنُ زَمْزَمَ وَ الصَّفَا......[1]

جو مجھے جانتا ہے وہ بہر حال جانتا ہے جو نہیں جانتا تو میں اس کو اپنے حسب و نسب سے آگاہ کر رہا ہوں۔ لوگو! (اس مختصر تعارف کے بعد) جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا میں اپنے خاندان اور آباء واجداد کو متعارف کروا کر اپنا تعارف کراتا ہوں۔ لوگو! میں مکہ و منیٰ کا بیٹا ہوں، میں زمزم وصفا کا بیٹا ہوں۔

اے لوگو! میں مکہ کا فرزند ہوں، میں کعبہ وحرم کا فرزند ہوں، میں زمزم کا فرزند ہوں، میں یہ صفا و مروہ، ان پہاڑیوں کا فرزند ہوں۔ امامؑ یہ نہیں کہنا چاہتے تھے کہ میں اس سرزمین سے تعلق رکھتا ہوں بلکہ امامؑ یہ فرمارہے تھے کہ مکہ کے اندر جا کر طوافِ کعبہ کرنیوالے فرزندِ کعبہ نہیں ہیں، محفوظ کعبہ میں حج کرنے والے فرزندِ کعبہ نہیں ہیں بلکہ وہ کعبہ سے استفادہ کرنے والے ہیں۔ دراصل کعبہ کو خطرے سے بچانے والے ہی فرزندانِ کعبہ ہیں۔ کعبہ کی حرمت کو بچانے والے فرزندانِ کعبہ ہیں۔ صفا و مروہ کی حرمت کو بچانے والے صفا و مروہ کے

---

[1]......(بحار الأنوار (ط – بیروت)۔ علامہ محمد باقر المجلسیؒ۔ ج۴۵، صفحۃ:۱۳۸)

وارث ہیں۔ اسلئے امامؑ نے فرمایا کہ میں ہوں فرزندِ کعبہ، یہ سرزمینیں میری ہیں۔ امامؑ فرما رہے تھے کہ منیٰ کی سرزمین پر جا کر جانور ذبح کرنے سے انسان فرزندِ منیٰ نہیں بن جاتا بلکہ کربلا میں آ کر اپنا بیٹا ذبح کروا کر، منیٰ کی حرمت بچا کر، عرفہ کی حرمت بچا کر انسان وارثِ منیٰ و عرفہ بن جاتا ہے۔

ناقدرے شیعہ

شیعہ کو خدا نے بہت بڑا انعام عطا کیا ہے یہ عنوانِ شیعہ رسول اللہ ﷺ نے عطا کیا لیکن اسے اپنی قدر نہیں ہے۔ بعض اوقات یہ اپنی شان سے ہٹ کر عمل کرتا ہے، اسے معلوم نہیں ہے کہ شیعہ یعنی پیروئے حسینؑ ابن علیؑ، حسینؑ ابن علیؑ کون ہیں؟ حسینؑ ابن علیؑ مدافعِ دینِ خدا، مدافعِ حرمِ رسول اللہ ﷺ، مدافعِ حرمتِ کعبہ، مدافعِ حرمتِ منیٰ، یعنی ہر وہ چیز جو خدا نے مقدس بنائی تھی حسینؑ کو اس کے تقدس کا پاسدار و پاسبان بنایا ہے۔ اگر حسینؑ ابن علیؑ نہ ہوتے تو کعبہ تو ہوتا لیکن محترم نہ ہوتا۔ اگر حسینؑ ابن علیؑ نہ ہوتے تو قرآن تو ہوتا لیکن محترم نہ ہوتا۔ اگر حسینؑ ابن علیؑ نہ ہوتے تو یہ عبادتیں تو ہوتیں لیکن محترم نہ ہوتیں۔ ان کی حرمت حسینؑ ابن علیؑ نے بچائی ہے تو حسین ابن علی علیہ السلام کا شیعہ یعنی مدافع حرمت جس کو اللہ نے حرمت دی ہے اس کا دفاع تشیع ہے۔

عزاداری حرمتوں کی پاسداری

ہم عزاء یا مجالس کو محض ایک رسم سمجھتے ہیں۔ رسومات اُن کو کہتے ہیں جو آباء واجداد قائم کرتے ہیں اور اُن کو اولاد جاری رکھتی ہے۔ عزاء کے دن آتے ہیں تو رسومات انجام دیتے ہیں، رسومات انجام دے کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے عزاء کا حق ادا کر دیا۔ عزاء رسم نہیں ہے، عزاء بزم بھی نہیں ہے۔ عزاء نہ رسم ہے اور نہ بزم ہے، بزم یعنی محفل۔ کبھی کبھی شعراء جوشِ شعری میں، جوشِ خطابت میں کہہ جاتے ہیں کہ بزمِ عزاء سجی ہے، ہم چلے بھی جائیں تو یہ بزم اسی طرح قائم رہے۔

عزاء نہ رسم ہے اور نہ بزم ہے، عزاء تسلسلِ کربلا ہے۔ عزاء تسلسلِ کربلا و تسلسلِ عاشورا ہے۔ عاشورا

نہ رسم تھی اور نہ بزم تھی بلکہ عاشورا رزم ہے۔

رزم جنگ کو کہتے ہیں، رزم نبرد اور جہاد کو کہتے ہیں۔ اس رزم کے تسلسل کو عزاء کہتے ہیں۔ کربلا کس کے خلاف رزم تھی؟ کربلا حرمت شکنوں کے خلاف رزم تھی، جو سرِ عام دینِ خدا کی حرمت کی پائمالی کرتے تھے۔ سرِ عام احکامِ خدا و شریعت کی حرمت کی پائمالی کرتے تھے۔ مَحرموں سے عقد کرتے، شراب نوشی کرتے، بے گناہوں کو قتل کرتے، حرمتِ خدا کی پائمالی کرتے اور آخر کار کیا اعلان کرتے کہ دین بھی نہیں ہے، وحی بھی نہیں ہے، قرآن بھی نہیں ہے، یہ سب ڈرامہ ہے (معاذ اللہ)، یہ بنو ہاشم نے ایک ڈھونگ رچایا ہے (معاذ اللہ)، نہ کوئی فرشتہ آیا ہے، نہ کوئی وحی آئی ہے، نہ کوئی قرآن اترا، کچھ بھی نہیں ہوا۔ یہ بنو ہاشم نے اقتدار میں آنے کیلئے (معاذ اللہ) ایک ڈھونگ رچایا ہے۔

حج کرنے اور حج بچانے کا وقت!

یہ حرمت شکنی تھی، قرآن کی حرمت شکنی، رسول اللہ ﷺ کی حرمت شکنی، دینِ خدا کی حرمت شکنی۔ اس وقت اُمت حج میں مشغول تھی، سید الشہداءؑ حج میں گئے، حاجی آٹھ ذی الحجہ کو حجِ اکبر کیلئے عرفہ جانے کیلئے تیار ہوتے ہیں۔ سید الشہداءؑ نے آٹھ ذی الحجہ کو اپنے احرام کھول دیئے اور مکہ سے باہر چلے گئے۔ سید الشہداءؑ کئی مہینے مکہ کے اندر مقیم رہے اور اس دن کی انتظار میں تھے، کہ جس دن حج شروع ہوگا اُس دن میں حج کو چھوڑ کر مکہ سے باہر نکل جاؤں گا۔ کیوں نکل جائیں گے؟ اسلئے کہ آج حج کرنے کا وقت نہیں حج بچانے کا وقت ہے۔ تم حج بچاؤ، تمہاری نسلیں بھی حج کرتی رہیں گی لیکن اگر آج حج کرتے رہے اور اس کو نہ بچایا تو حج کی حرمت پائمال ہو جائے گی۔ اس کے بعد تم حج کے نام پر جو کچھ کرو گے وہ حج نہیں ہوگا۔

اسلام سے پہلے بھی کعبہ میں حج ہوتا تھا، لوگ آتے تھے، کعبہ کے گرد آ کر طواف کرتے، جانور ذبح کرتے اور اسکا خون کعبہ کی دیوار کیساتھ مل دیتے، تبرک کے طور پر خود پیتے، اپنے چہروں پر ملتے اور کعبہ کی دیوار کیساتھ گوشت لٹکا دیتے کہ یہ خدا تک جائے گا۔ قرآن مجید میں آیت اتری کہ تمہاری قربانیوں کا نہ خون

اللہ کو پہنچتا ہے اور نہ ان کا گوشت اللہ کو پہنچتا ہے۔ یہ جاہلیت کے حج کا سماں تھا۔ جاہلیت کے حج اور اسلام کے حج میں فرق یہ ہے کہ جاہلیت کے حج میں کعبے میں بت پڑا ہوا تھا اور یہ بت خانے کے گرد گھوم رہے تھے، یعنی حرمتِ کعبہ پائمال تھی، پائمال شدہ حرمت کے سامنے یہ عبادت کرتے تھے۔ یہ جاہلیت کا حج تھا، اسلام کا حج یہ ہے کہ پہلے حرمتِ کعبہ کو بچا، پہلے کعبہ کی تطہیر کر، پہلے کعبہ کو پاک کر، پہلے کعبہ کی عظمت کا دفاع کر پھر اسکے بعد اس کا طواف کر، اس طرح تیرا حج ہو جائے گا۔

روزِ عرفہ زیارتِ امام حسینؑ پر کیوں؟

روایات میں ہے کہ سید الشہداءؑ کی زیارت کا سب سے افضل دن روزِ عرفہ ہے۔ بعض افراد نے اس کو تعجب کی نگاہ سے دیکھا، کہا کہ یہ تو عجیب لگتا ہے کہ عرفہ میں لوگوں کو مکہ میں ہونا چاہیئے یہ کیسا دین ہے اور کیسا مذہب ہے جو لوگوں کو مکہ سے ہٹا کر کربلا بھیج رہا ہے؟ کیا یہ حج کی جگہ بدل رہے ہیں؟ بعض تو کہتے بھی ہیں کہ شیعوں نے اپنی حج کی جگہ بدل دی مکہ کے بجائے کربلا میں حج کرتے ہیں۔ اگر مومن عرفہ کے دن کربلا میں ہو تو ظاہر ہے مکہ میں تو حج نہیں کر سکتا۔ پھر تو کربلا جائے گا۔ تو کیا یہ حج سے توجہ ہٹا کر کربلا کی طرف رخ موڑا جا رہا ہے؟ ایسا نہیں ہے! غور کریں؟ یہ اسلئے نہیں ہو رہا کہ مکہ سے توجہ ہٹائی جا رہی ہے بلکہ یہ اسلئے ہو رہا ہے کہ اگر مسلمان گھر سے اٹھ کر سیدھا مکہ چلا گیا تو وہ جاہلیت کا حج کر کے آئے گا، لہو کا حج کر کے آئے گا لیکن اگر پہلے کربلا چلا جائے تو کربلا قبلۂ شعور ہے۔ قبلۂ شعور میں جا کر شعور حاصل کر کے، بیداری حاصل کر کے پھر مکہ جائے تو اب جو حج کر کے آئے گا وہ حجِ ابراہیمی ہوگا۔

پہلے کربلا جا تا کہ شعور حاصل ہو جائے، مکہ کا احترام پتہ چل جائے، کعبہ کی حرمت کا تجھے احساس ہو جائے۔ کربلا کس چیز کا نام ہے؟ کربلا مکہ سے رخ موڑ کر عراق جانے کا نام نہیں، کربلا اللہ کو چھوڑ کر مخلوق کے پیچھے جانے کا نام نہیں، کربلا کعبہ کے مقابلے میں کعبہ بنانے کا نام نہیں بلکہ کربلا کعبہ کی حرمت کو بچانے کا نام ہے، کعبہ منیٰ کی حرمت کو بچانے کا نام ہے، زمزم کی حرمت کو بچانے کا نام ہے۔ اگر کربلا جاؤ تو کعبہ پر قبضہ نہیں ہوگا،

اگر کربلا جاتے تو کعبے کی حرمت محفوظ ہوتی، اگر کربلا جاتے تو ابراہیمی حج کا طریقہ معلوم ہوتا۔ اگر گھر سے سیدھے حج کیلئے گئے تو صرف بکرے ذبح کرنیکا طریقہ آئیگا لیکن اگر کربلا سے ہوکر مکہ جائے تو واپس آکر تو اپنی اولاد بھی راہِ خدا میں ذبح کرادیگا، یہ شعور ہے۔ کربلا شعور کی جگہ ہے۔ شعور کیلئے کہا گیا کہ ایک عرفہ کربلا جاؤ پتہ چل جائے کہ حج کس چیز کا نام ہے؟

سیدالشہداؑ نے حج کے احرام کھولے اور اُمت سے کہا کہ میرے ساتھ آؤ۔ اُمت نے کہا کہ ابھی تو حج کا وقت ہے، آپؑ ہماری قیادت و امامت کریں، آپؑ آلِ رسولؐ و فرزندِ رسولؐ ہیں، آپؑ کی اقتداء میں حج کا بڑا ثواب ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ نہیں، یہ رزم کا وقت ہے، اس وقت رزم کی ضرورت ہے۔ اس وقت حج بچانے کی ضرورت ہے نہ کہ حج بجالانے کی!

پہلے حرمتِ محرم بچاؤ

کربلا رزم ہے اور عزاء اس کا تسلسل ہے۔ یہ محرم رسومات کا مہینہ نہیں، نہ رسمِ عزاء کا مہینہ ہے اور نہ بزمِ عزاء کا مہینہ ہے بلکہ محرم رزمِ عاشورا کا مہینہ ہے، رزمِ کربلا کا مہینہ ہے۔ وہ رزم جس میں حرمت بچانی ہے، جس میں احترام بچانا ہے۔ ہم عزاء کو بزم و رسم بنا کر عزاء کی حرمت بھی نہیں بچا سکے، علَم کی حرمت نہیں بچا سکے، منبر کی حرمت نہیں بچا سکے، مجلس کی حرمت بھی نہیں بچا سکے، اسلئے کہ ہم نے عزاء کی روح ہی بدل دی ہے۔ اگر یہ عزاء رزم ہی ہوتی، اگر یہ عزاء تسلسل عاشورا ہوتی، اگر یہ عزاء تسلسل کربلا ہوتی تو آج عزاء کی حرمت بھی محفوظ ہوتی، علَم کی حرمت بھی محفوظ ہوتی، منبر کی حرمت بھی محفوظ ہوتی، مومن کی حرمت بھی محفوظ ہوتی، عالم کی حرمت بھی محفوظ ہوتی، دین کی حرمت بھی محفوظ ہوتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت بھی محفوظ ہوتی۔ آج دیکھو کسی چیز کی حرمت محفوظ نہیں ہے۔ حرمت شکن کو میدان مل گیا اور حرمت بچانے والوں نے میدان چھوڑ دیا۔

ہمیں چاہئے کہ اس سال محرم الحرام کو بدل دیں۔ سب مومنین، علمائے کرام، بانیانِ مجالس، اہل سنت و تشیع کے پیروکاروں بلکہ ہر فرد کو چاہئے کہ محرم کو دفاعِ حرمتِ مقدسات کا مہینہ قرار دیں۔ ایک دفعہ دنیا کو نظر

آجائے کہ یہ صرف رسومات نہیں ہیں بلکہ وہی مقصد یہاں موجود ہے جو کربلا میں موجود تھا۔

مدینہ میں ایک نادان کا طعنہ اور سید ساجدین علیہ السلام کا جواب

کربلا کے بعد جب شام کی اسیری ختم ہوگئی، فرزندِ منٰی و فرزندِ کعبہ جناب سید الساجدین علیہ السلام جب مدینہ تشریف لے آئے تو ایک دن ایک نادان واحمق نے امامؑ سے یہ سوال کیا۔ کہا کہ یہ سب کچھ، کرنے سے آپ کو کیا حاصل ہوا؟ آج بھی بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ جو آپ تحریکیں چلاتے ہو تو آپ کو کیا فائدہ ملا؟ کیا ہوا؟ قدس ریلی کوئٹہ میں نکلی اس پر حملہ ہوا اور بہت قیمتی لوگ، ساٹھ پینسٹھ مومن شہید ہو گئے۔ بعض نے زبان درازی شروع کردی کہ کیا ملا؟ جس طرح جنگِ احد میں منافقین کہتے تھے کہ حضرت حمزہؑ شہید ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے تھے کہ آپ کو کیا ملا؟ اس طرح کے نادان ہیں کہ جب کوئی شہید ہو جائے، جب کوئی راہِ خدا میں فدا ہو جائے تو اس کو پوچھتے ہیں کہ تمہیں کیا ملا؟

اس نادان نے جنابِ سید الساجدینؑ کو طعنہ دیا کہ آپ جو گئے کربلا میں، سب مروا کر آ گئے، جو زندہ بچ گئے اُن کو اسیر کروا کر آ گئے اور آج تک اس غم پر رو رہے ہو، آپ کو کیا ملا؟ سید الساجدینؑ نے آسمان کی طرف دیکھا، ظہر کی نماز کے لئے تھوڑا سا وقت باقی تھا، امامؑ نے فرمایا ذرا ٹھہر جا، چند لحظے رک جا۔ چند لحظے اس کو روکا، خاموش کھڑا رہا، کہنے لگا جواب کیوں نہیں دیتے؟ کہا جواب کا وقت آنے دے پھر جواب دیتا ہوں۔ چند لحظوں کے بعد ظہر کی نماز کا وقت شروع ہوا اور ادھر مسجد النبیؐ میں اذان شروع ہوئی، جب مؤذن یہاں پہنچا کہ اشھد ان محمد رسول اللہؐ، اس وقت امامؑ نے فرمایا یہ ہے ہمارے قیام کا نتیجہ۔ اگر میرے بھائی قربان نہ ہوتے، اگر میرا بابا شہید نہ ہوتے، اگر میری بہنیں اور پھوپھیاں اسیر نہ ہوتیں تو آج تُو یہ اذان نہ سنتا، یہ حرمت آج باقی نہ ہوتی، یہ ہمارے قیام کا نتیجہ ہے۔

محرم لبیک کہنے کا مہینہ

یہ سب کچھ کربلا و عاشورا نے بچایا ہے اور ہر دور میں ایسے ہوگا، ہر دور میں عاشورائی پیش قدم ہوگا، ہر دور میں کربلائی دوسروں پر سبقت لے گا، جب بھی دین کے دفاع کی بات آئے گی تو سب سے پہلے عاشورائی کھڑا ہوگا، سب سے پہلے حسینؑ کا پیروکار کھڑا ہوگا اور آج وہ وقت آ گیا ہے۔ لبیک کا وقت آ گیا ہے۔ لبیک اسے کہنا ہے جو کربلا میں کھڑے ہو کر کہہ رہا ہے

هَلُ مِنُ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنُ حَرَمِ رَسُوُلِ اللّٰهِ ؐ؟......[1]

ہے کوئی مدافع جو حرم و حرمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے؟

کون ہے حرمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرنے والا؟ امامؑ لبیک سننا چاہتے تھے، وہ لبیک جو آج تک نہیں سنائی دی بلکہ جواب میں الوداع سنایا گیا لیکن آج محرم میں اور آج سے یہ لبیک سنائی دے گی انشاءاللہ۔

لبیک یا حسینؑ کا معنی ہے کہ اے حسینؑ! ہم نے وہ ندا سن لی کہ کون ہے حرمِ رسولؐ و حرمتِ رسولؐ کا دفاع کرنے والا؟ یا حسینؑ! ہم تیرے پیروکار ہیں، تیرے نام لیوا ہیں، ہم جب تک موجود ہیں حرمتِ رسولؐ پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ اے حسینؑ! آپ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے حرمتِ دین و حرمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچا لیا۔ نہ ہمارے بیٹے آپ کے بیٹوں سے افضل ہیں، نہ ہمارا خون آپ کے خون سے بہتر ہے۔ جب آپ کا خون گر سکتا ہے، جب آپ کی اولاد کٹ سکتی ہے تو ہماری اولاد بھی کٹ سکتی ہے۔ جب علی اکبرؑ جیسا شبیہ رسولؐ ذبح ہو سکتا ہے، جب علی اصغرؑ جیسا شیرخوار شہید ہو سکتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خواتین شریک نہ ہوں، کیوں شریک نہ ہوں؟ جب زینب علیہا کا پردہ حرمِ رسولؐ کو بچانے کیلئے قربان ہو سکتا ہے تو ہماری خواتین یہ کام کیوں نہ کریں؟ ہماری خواتین بھی عزاء میں شامل ہوں گی۔ بے حرمتی کا سلسلہ روکنا سنتِ حضرت زینبؑ بھی ہے اور ہم سب کو یہ سنت ادا کرنی ہے۔ ان شاءاللہ

---

[1]......(اللھوف علی قتل الطفوف-سید ابن طاووسؒ،علی بن موسیٰ، المتوفی:٦٦٤ھ،صفحہ١١٦) (مثیر الاحزان-ابن نما حلیؒ،جعفر بن محمد،المتوفی:٦٤٥ھ،صفحہ٧٠)

فصل ششم

عصر حاضر کی یزیدیت اور مقدساتِ اسلامی کی توہین

اسلام کی تاریخ بہت ہی سوگوار اور عزادار تاریخ ہے، مذہب اور مکتبِ تشیع خون کے دریاؤں سے گزر کر آج یہاں تک پہنچا ہے۔ مکتبِ تشیع پھولوں کی سیج سے گزر کر ہم تک نہیں پہنچا بلکہ سخت ترین حوادث اور تلخ ترین واقعات سے گزر کر ہم تک پہنچا ہے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ عترتِ طاہرہ (س) کے مزارات کو گرائیں، کلامِ پاک کو جلائیں یا عزادارانِ امیرالمومنین علیہ السلام اور سید الشہداء علیہ السلام کو بموں سے شہید کریں، اس کام سے نہ تو سلسلۂ دین رکنے والا ہے اور نہ سلسلۂ عزاء اور عزاداری رکنے والا ہے۔ اگر اس طرح سے سلسلۂ دین وعزاداری رُکنا ہوتا تو کربلا میں ہی رک جاتا، جہاں پر اس ظلم کی بنیاد رکھی گئی تھی وہیں پر یہ سلسلہ رک جاتا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود قوم کے مختلف طبقات کے کچھ وظائف وفرائض بنتے ہیں کہ جن کے انجام پانے سے یہ واقعات کم یا ختم بھی ہو سکتے ہیں اور بہت سی قیمتی جانیں بچائی بھی جا سکتی ہیں، وہ فرائض آج کے اس مشکل زمانے میں دینداروں اور خصوصاً شیعیانِ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لیے کئی گنا زیادہ ہو جاتے ہیں۔

دہشت گردی اور مکافاتِ عمل

یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ ہم ایک پیچیدہ اور دُشوار زمانے میں زندگی گزار رہے ہیں اس لیے جب تک ہم اپنے اردگرد کے ماحول کو نہیں سمجھیں گے ہم اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتے کیونکہ پاکستان میں اس وقت کوئی بھی محفوظ نہیں ہے، شیعہ محفوظ ہیں نہ سُنی محفوظ ہیں۔ اگر ہم گذشتہ سالوں کے دوران پاکستان میں ہونے والی دہشت گردی کی کاروائیوں کے اعداد وشمار اکٹھے کریں تو ہمیں ان واقعات کا شکار ہونے والے اور ان واقعات کا ہدف قرار پانے والے افراد میں بڑی تعداد اہلِ سنت کی نظر آئے گی کئی خودکش حملے یا دیگر طریقوں سے حملے اہلِ سنت کے نمازِ جمعہ، نمازِ جنازہ، نمازِ جماعت اور مختلف جلسے، جلوسوں اور تقریبات کے اندر ہوئے ہیں، جن میں ابھی تک ہزاروں جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔

اگر چہ پاکستان میں اس ظلم کی بنیاد کا آغاز تشیع کے خلاف دہشت گردی کے منحوس قدم سے کیا گیا اور دہشت گردی کی بنیاد ڈالی گئی، دہشت گردی کے گروپ بنائے گئے، دہشت گردوں کی حمایت اور سرپرستی کی گئی، ان کی پرورش اور ان کو تحفظ دیا گیا تا کہ یہ پاکستان کے شیعوں کو دہشت گردی کا شکار اور ہدف بنائیں، لیکن یہ ان کی حماقت تھی کہ انہوں نے ایک درندہ صفت بھیڑیے کی پرورش کی ہے اس لیے کہ بھیڑیے میں تو عقل نہیں ہوتی اور اس کے منہ کو خون بھی لگ چکا ہے، جس دن اسے اپنا شکار نہیں ملتا اس دن وہ اپنے پالنے والے کو ہی کاٹ لیتا ہے۔ لہٰذا آپ نے دیکھا کہ وہ لوگ جنہوں نے خود یہ درندے پالے تھے آج وہ خود ان کی درندگی کا ہدف بنے ہوئے ہیں۔ یہ خداوند تبارک وتعالیٰ کی طرف سے قانونِ مکافات ہے کہ جو بھی ظلم کی بنیاد رکھے گا وہ خود بھی اسی ظلم کا شکار ہوگا، یہ وعدہ اور سنتِ الٰہی ہے۔

اسلام کے خلاف عالمی یلغار

چند سالوں سے مسلسل عالمی سطح پر اور ملکی سطح پر اسلام کے مقدسات کی توہین اور ہتا کی کا سلسلہ شروع ہے۔ اس وقت آپ قارئین کی خدمت میں اس کی ایک جھلک اور عرض کرنا چاہتا ہوں جو تا کہ ہم سب اس سے آگاہ ہوں کہ ہمارے اطراف میں کیا ہورہا ہے؟ کیا انجام پا رہا ہے؟ اور کیا انجام پانے جا رہا ہے؟ اور ایسے حالات میں ہماری ذمہ داریاں کیا بنتی ہیں؟ اور کس طرح سے ہم اپنی ذمہ داریوں پر عمل کر سکتے ہیں؟

اس وقت ایک اہم جنگ ہم پر ٹھونسی گئی ہے، ہم جنگ کی حالت میں ہیں لیکن یہ وہ جنگ نہیں ہے جس میں جہازوں، ٹینکوں اور توپوں سے حملے کیے جاتے ہیں بلکہ یہ جنگ بارود کی جنگ سے زیادہ سخت اور نقصان دہ جنگ ہے۔ آپ اس کو تاریخ کی چوتھی عظیم جنگ کہہ سکتے ہیں جو اس وقت جاری ہے اور جس کا پہلا ہدف اور ٹارگٹ ہمیں بنایا جا رہا ہے۔ دو جنگِ عظیم تو آپ نے سنی ہوئی ہیں جن کا تذکرہ آپ کے سامنے ہوتا رہتا ہے اور تیسری جنگ عظیم وہ ہے جس کو سرد جنگ کہا جاتا ہے جو مغرب و مشرق یا امپیریل ازم (Imperialism) اور سوشل ازم یا کیمونزم (communism) کے درمیان تھی جس کے نتیجے میں

سوویت یونین کے ٹکڑے ہوئے اوراس کے بعد جو جنگ انہوں نے شروع کی اس کا نام انہوں نے تہذیبوں کی جنگ رکھا ہے، یہ چوتھی جنگِ عظیم ادیان، مذاہب، افکار اور نظریات کی جنگ ہے۔ اور اس وقت تمام شیطانی طاقتیں تہذیبوں کی یہ جنگ اسلام کے خلاف لڑ رہی ہے ان شیطانی طاقتوں نے اسلام کو اپنا ہدف قرار دیا ہوا ہے اور اسلام کے اندر بھی خصوصاً مسلمانوں کے ان طبقات اور گروہوں کو ہدف بنایا جارہا ہے جو اسلام کی تقویت کا باعث ہیں اور جن کے دوش پر اسلام قائم ہے۔

ہمیں نہ قانون اجازت دیتا ہے، نہ دین اور نہ عقل اجازت دیتی ہے کہ ہم بلا جواز جنگ کریں بلکہ ہمیں جنگ سے دوری اختیار کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اس لیے کہ جنگ پسندیدہ چیز نہیں ہے، اسے نہ دین پسند کرتا ہے، نہ عقل پسند کرتی ہے لیکن اس کے باوجود اگر جنگ شروع کردی جائے یا کسی قوم و قبیلے کے اوپر، کسی مذہب و دین کے اوپر جنگ ٹھونس دی جائے تو پھر اس کے پاس سوائے جنگ لڑنے کے کوئی چارہ نہیں ہوتا، اسے ہر صورت یہ جنگ لڑنا پڑتی ہے۔ اگر وہ یہ جنگ نہ لڑیں یا ان جنگوں میں حصہ نہ لیں تو یہ جنگیں ان کی پوری نسل ختم کر دیتی ہیں، یعنی وہ قومیں اور وہ طبقات جن پر جنگ ٹھونس دی گئی ہو اور وہ جنگ سے جی چرائیں، پشت دکھائیں، پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں تو وہ نسلیں صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہیں۔ ان کی بقاء اسی میں ہوتی ہے کہ جو جنگ ان پر مسلط کی گئی ہے یا ٹھونسی گئی ہے اس جنگ کو لڑیں اور اس وقت تک وہ جنگ لڑتے رہیں جب تک جیت نہیں جاتے اور کامیاب نہیں ہوجاتے۔ سید الشہداء علیہ السلام پر کربلا کی جنگ ٹھونسی گئی تھی جو سید الشہداء علیہ السلام نے آخر تک لڑی، حالانکہ جنگ کی شرائط اس میں موجود نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود سید الشہداء علیہ السلام نے وہ جنگ لڑی، کیونکہ ایسی جنگ لڑنا پڑتی ہے۔

شاعر کے بقول کہ

ہم امن چاہتے ہیں مگر ظلم کے خلاف
گر جنگ لازمی ہے تو پھر جنگ ہی سہی

اگر جنگ کے بغیر امن قائم نہیں ہوسکتا اور جنگ کے بغیر ظلم نہیں رک سکتا تو پھر جنگ ہی کرنی چاہیے۔ ہر جنگ کے اپنے قوانین اور تقاضے ہوتے ہیں، تلوار کی جنگ تلواروں سے لڑی جاتی ہے، بندوق کی جنگ

بندوقوں سے لڑی جاتی ہے، جہازوں کی جنگ جہازوں سے لڑی جاتی ہے اور ٹینکوں کی جنگ ٹینکوں سے لڑی جاتی ہے۔ میڈیا کی جنگ بندوقوں سے نہیں لڑی جاتی ،نظریات کی جنگ تلواروں سے نہیں لڑی جاتی۔ اسی طرح سے یہ چوتھی جنگ جو تہذیبوں کی جنگ ہے اس میں اگر چہ قتل وغارت بھی ہو رہی ہے لیکن جنگ کا اصل مقصد قتل وغارت نہیں ہے بلکہ اس جنگ کا مقصد اسلام کو بدنام کرنا، اسلام کو مسخ کرنا، اسلامی تعلیمات کو پائمال کرنا اور اسلام سے انسانیت کو دور اور محروم کرنا ہے۔

تہذیبوں کی نبرد کا میدان جنگ

اس جنگ کے بانی اور مفکرین کا منصوبہ اور پلان یہ تھا کہ اگر ہمیں پوری دنیا پر قبضہ کرنا ہے تو اس کے لیے ہمیں ایک ایسی جنگ کی ضرورت ہے جو نہ سیاسی ہو، نہ اقتصادی ہو اور نہ ہی فوجی و عسکری جنگ ہو، کیونکہ یہ وہ جنگیں ہیں جن میں وہ بار بار بُری طرح سے ناکام ہوئے ہیں اس لیے ان کے تھنک ٹینک نے سوچا کہ آج تک ہم غلط محاذ پر لڑ رہے ہیں جس کی وجہ سے صدیوں سے لڑنے کے باوجود ہم ہر محاذ پر شکست کھا رہے ہیں، اس لیے اب ہمیں صحیح اور اصلی محاذ پر جنگ کی ضرورت ہے تاکہ ہم کامیابی حاصل کر سکیں اور اس دفعہ انہوں نے درست محاذ کی تشخیص دی ہے۔ اگر کسی قوم کے خلاف سیاسی جنگ جیت بھی لی جائے تو ضروری نہیں ہے کہ وہ قوم مٹ بھی جائے، اگر کسی قوم کے خلاف فوجی جنگ جیت بھی لی جائے تو ضروری نہیں ہے کہ وہ قوم مٹ بھی جائے، اگر کسی قوم کے خلاف اقتصادی جنگ جیت بھی لی جائے تو ضروری نہیں کہ وہ قوم مٹ بھی جائے۔ لیکن اگر کسی قوم کے خلاف نظریاتی اور آئیڈیالوجیکل جنگ جیت لی جائے تو وہ قوم ختم ہو جاتی ہے اور صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہے۔ اس لیے انہوں نے اس جنگ کا آغاز بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔

اس جنگ کے آغاز کے لیے انہوں نے جو اہتمام کیا ہے اور جو لشکر تشکیل دیا ہے وہ بڑا اہم ہے اور وہ یہ کہ اس نے مختلف قسم کی مشکلات میں الجھا کر مسلمانوں سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی ہے، ہمیں چھوٹی مشکلات میں الجھا کر ہمارے بڑے نقصان کر رہا ہے، ہمیں لوڈشیڈنگ کی مشکل میں ڈال دیا ہے، ہمیں مہنگائی کی مشکل میں ڈال دیا ہے۔

دشمن کا طریقہ واردات

مثال کے ذریعے اس مطلب کو واضح کرتے ہیں کہ اگر آپ کا کھیت ہو اور اس کھیت میں کوئی فصل لگی ہوئی ہو، اس فصل میں کوئی جانور چھوڑ دے، وہ جانور آپ کی فصل کھانا شروع کر دیں اور دوسری طرف وہ یہ اعلان بھی کروادیں کہ آپ کے کھیت میں جانور داخل ہو گئے ہیں جو آپ کی فصلوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں، آپ یہ اعلان سن کر اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر کھیتوں سے جانور نکالنے کے لیے گھر بار چھوڑ کر چلے جائیں گے اور آپ کے کھیتوں میں جانور چھوڑنے والے بھی یہی چاہتے تھے کہ آپ ایسے ہی کریں تا کہ وہ اس دوران آپ کا گھر جلا دیں یا اس کو لوٹ کر لے جائیں یعنی انہوں نے آپ کی فصلوں پر حملہ کروایا اور آپ کو فصلیں بچانے میں لگا دیا، اور پیچھے سے آپ کے گھر کا صفایا بھی کر دیا۔ اور وہ اس طرح کے کھیت جانور کھا چکے ہوتے ہیں اور آپ کا گھر جانوروں کے مالک لوٹ چکے ہوتے ہیں۔ اس وقت ہمارے ساتھ یہی ٹریجڈی ہے کہ اس ملک کے اندر انہوں نے وحشی درندے اور جانور چھوڑے ہوئے ہیں تا کہ ہم ان وحشی جانوروں میں الجھ کر رہ جائیں اور پیچھے سے وہ ہمارا گھر لوٹ کر لے جا رہے ہیں۔

اس وقت پاکستان کی کوئی چیز بھی پاکستانیوں کے ہاتھ میں نہیں ہے، پاکستان کا اپنی کسی چیز پر کنٹرول نہیں ہے، نہ اس مٹی اور خاک پر پاکستان کا کنٹرول ہے، نہ اس حکومت پر پاکستان کا کنٹرول ہے، نہ اس قوم پر پاکستان کا کنٹرول ہے اور نہ ہی اس کے اندر ہونے والے امور پر پاکستان کا کنٹرول ہے، ہمیں چھوٹی چھوٹی مشکلات میں مبتلاء کر کے یہ سب کچھ انہوں نے ہم سے لے لیا ہے۔ بہت ہی پیچیدہ منصوبہ بندی کے ساتھ یہ جنگ شروع ہوئی ہے، لہٰذا پیچیدہ منصوبہ بندی کا مقابلہ کرنے کے لیے پیچیدہ سٹریٹجی کی ضرورت ہے، پیچیدہ حکمتِ عملی کی ضرورت ہے۔ سادہ لوحی کا زمانہ ختم ہو چکا ہے، اب دشمن سادہ نہیں ہے، جب دشمن بیوقوف ہوا کرتا تھا تو اس وقت اسے سادگی سے جواب دیا جاتا تھا لیکن اب جبکہ دشمن چالاک ہے اور شیطان کا بھی استاد ہے تو اتنی آسانی سے اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

شیطانی چال کی پیچیدگیاں

امام خمینیؒ نے شہید حسینیؒ کی شہادت کی مناسبت سے پاکستانی قوم کے نام ایک تاریخی پیغام صادر فرمایا تھا۔اس پیغام کے اندر امامؒ نے بہت سارے نکات بیان فرمائے تھے،ان میں سے ایک نکتہ یہ تھا کہ پاکستان کو اس وقت جن چیلنجز اور مشکلات کا سامنا ہے ملتِ پاکستان کو ان چیلنجز اور دشمن کی چالا کی و پیچیدگی کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔امامؒ نے ملتِ پاکستان کے لیے یہ بات آج سے تقریباً بیس سال پہلے کی تھی۔آج سے تیس سال پہلے اس عظیم رہبرؒ نے ملتِ پاکستان کو جگایا کہ آپ کے خلاف ہونے والی سازشیں اور آپ کے خلاف بننے والے منصوبے اتنے پیچیدہ ہیں کہ اگر آپ نے ان کی طرف توجہ نہ کی اور حالات کی پیچیدگیوں کو نہ سمجھے تو حالات کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ پاکستان کی ہر چیز ہمارے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔اس وقت یہ ایک ایسا ملک بن چکا ہے کہ جس میں پاکستانی کے علاوہ سب محفوظ ہیں،آپ نے یہاں کبھی کسی غیر ملکی سفیر یا کسی غیر ملکی تاجر کے مرنے کی خبر نہیں سنی ہوگی،یہاں جتنے بھی دہشت گرد حملوں میں مرتے ہیں وہ سب پاکستانی ہوتے ہیں،کبھی پاکستانی شیعہ مرتا ہے تو کبھی پاکستانی سُنی مرتا ہے، کبھی پاکستانی فوج پر دہشت گردی کا حملہ ہوتا ہے تو کبھی پاکستانی پولیس اس حملے میں شکار ہوتی ہے۔

یہ اس جنگ کی حکمت عملی ہے جسے انہوں نے تہذیبوں کی جنگ قرار دیا ہے اور اس کے لیے بنیادی قدم کم از کم سو سال پہلے مسلمانوں کو تقسیم کرنے کے ذریعے اُٹھالیا تھا۔مسلمانوں کے اندر طاغوتی و استعماری فرقے بنانے کے لیے باقاعدہ طور پر برطانیہ کے وزیر اعظم نے آج سے شاید اسّی ،نوے سال پہلے برطانیہ کی پارلیمنٹ میں قرآن ہوا میں لہرا کر یہ اعلان کیا تھا کہ جب تک مسلمانوں کے پاس یہ کتاب محفوظ ہے ہم مسلمان دنیا پر قبضہ نہیں کر سکتے لہٰذا اس کتاب کو ختم ہونا چاہیے،اس کی تعلیمات کو ختم ہونا چاہیے،مسلمانوں کو دین سے دور کرنے کی ضرورت ہے۔اس لیے انہوں نے جو سب سے پہلا حربہ اور ہتھیار استعمال کیا وہ وہی تاریخی حربہ تھا جو بنوامیہ پہلے استعمال کر چکے تھے اور آج وہی حربہ یہ نسلِ بنوامیہ استعمال کر رہی ہے اور وہ تفرقے کا ہتھیار ہے،یعنی مسلمانوں کے اندر جتنا تفرقہ گہرا اور زیادہ ہوگا،اسی قدر یہ آپس میں تقسیم ہو کر کمزور ہو جائیں گے

اوران کے اندر دراڑیں پڑ جائیں گی جن کے ذریعے ان کے اندر گھسنا آسان ہو جائے گا اور آج صد در صد ایسا ہو گیا ہے۔ آج پاکستان کے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا گیا ہے، پاکستانی آپس میں ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں، ایک دوسرے کو مارنے پر تُلے ہوئے ہیں، اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔

تفرقہ دشمن کا کارآمد ہتھیار

پہلے قدم کے طور پر اس منصوبے کا آغاز مسلمانوں کے اندر فرقے ایجاد کرنے سے ہوا اور ابھی تک نئے فرقے بنائے جا رہے ہیں، تفرقے کے نئے نئے مسائل مسلمانوں کے اندر چھیڑے جا رہے ہیں۔ تفرقہ صرف شیعہ اور سنی کے درمیان ہی پیدا نہیں کیا جا رہا بلکہ خود شیعوں کے مابین بھی تفرقے کے منصوبے ہیں، اسی طرح سے سُنیوں کے مابین بھی تفرقے کے منصوبے ہیں۔ صرف بریلوی اور دیوبندی کے درمیان ہی تفرقہ نہیں ہے بلکہ بریلویوں کے درمیان بھی تفرقے کے منصوبے ہیں۔ دیوبندی کے درمیان تفرقہ کا منصوبہ ہے ہر فرقے کے اندر اس وقت کئی فرقے وجود میں آچکے ہیں اور یہ تقسیم در تقسیم کا سلسلہ ابھی چل رہا ہے۔

اس کام کے لیے انہوں نے منصوبہ بندی کے تحت ایسا فرقہ ایجاد کیا جس کا کام فقط مسلمانوں کے اندر تفرقہ ڈالنا تھا۔ اس فرقے نے اپنے کام کا آغاز ہی مسلمانوں کی تکفیر اور قتل و غارت سے کیا، یہ فرقہ اور گروہ جس کو استعماری قوتوں کے ذریعے سے مذہب کی شکل دی گئی، اور یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب ایک برطانوی کرنل، کہ جس کو لارنس آف عرب کہا جاتا ہے۔ یہ خلافتِ عثمانی کو توڑنے کا منصوبہ لے کر آیا اور عربوں کے درمیان میں آکر زندگی بسر کرنے لگا، جس سے وہ آہستہ آہستہ عربی تہذیب سے بھی آشنا ہو گیا، عربی لباس پہننا، عربی زبان میں ہی گفتگو کرنا اور کتنی جگہوں پر داڑھی کے بغیر ہی وہ مسلمانوں میں نماز کی امامت کے فرائض بھی ادا کرتا رہا، اس کی شادی بھی عربوں میں ہی ہوئی۔ یہ لارنس آف عرب ایک برطانوی کرنل جس نے آکر پوری خلافت عثمانیہ کو تہس نہس کر دیا۔ یہ سب کچھ اس نے اسی گروہ کی مدد سے کیا جو عرب میں ہی پیدا ہوا تھا اور جس نے سب سے پہلے عربوں کا ہی خون بہایا، انہوں نے کبھی بھی کسی غیر مسلم کے خلاف نہ کوئی بیان دیا اور نہ کوئی

قدم اٹھایا بلکہ ان کا ہر قدم مسلمانوں کے خلاف ہی اٹھا، انہوں نے ہر اس آدمی کو دین سے باہر سمجھا جوان کے نظریے کے مطابق دین کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ ان کی نظر میں یہ وہ جرم تھا جو مسلمانوں کو دین سے باہر نکال کر واجب القتل قرار دیتا ہے اور اس طرح انہوں نے مسلمانوں کے قتل عام کا آغاز کیا۔ تاریخی ثبوت کے مطابق اس گروہ نے لاکھوں اہل سنت قتل کیے، کس کس علاقے میں کتنے افراد انہوں نے قتل کیے اس کی ساری تفصیل تاریخ میں موجود ہے۔ اگر کسی کا ان سے معمولی سا بھی اختلاف ہوتا تو وہ اس کو جواب خنجر اور تلوار سے سر کاٹ کر دیتے۔ بعض علاقوں پر جب یہ حملے کرتے تو اس قدر لاشیں گراتے تھے کہ ان کے گھوڑوں کے راستے لاشوں کے ذریعے سے بند ہو جاتے تھے۔ انہی دنوں میں انہوں نے جو سب سے بڑا ظلم کیا وہ کربلا پر حملہ تھا، پہلے انہوں نے ان مزارات کو لوٹا، جس میں وہ سونا بھی شامل ہوتا جس کے ضریح اور دروازے بنائے جاتے تھے اور اس کے ساتھ کروڑوں کی مالیت کے وہ نذرانے بھی ہوتے جو مومنین اپنی عقیدت کے ساتھ ان مزارات پر دیتے تھے کہ جن کی مالیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف ایک جگہ پر حملہ کر کے انہوں نے اتنا مال لوٹا کہ ساٹھ اونٹوں پر ان کو یہ مال لانا پڑا۔ اس کے بعد انہوں نے ان مزارات کو دریائے فرات کا پانی بہا کر مسمار کر کے مٹی میں ملا دیا۔ یہ سب کچھ انہوں نے اس لیے کیا چونکہ ان کے نظریے میں قبروں کی زیارت جائز نہیں ہے۔ یہ وہی چیزیں ہیں جو آج بیان نہیں کی جاتیں اور کسی کو معلوم بھی نہیں ہے کہ یہ گروہ مسلمانوں کے اندر کہاں سے آیا؟ کیونکہ یہ مسلمانوں میں پیدا نہیں ہوا بلکہ باہر سے مسلمانوں کے اندر ایجاد کیا گیا ہے تا کہ ہمیشہ مسلمان آپس میں دشمنی اور تفرقے کی آگ میں جلتے رہیں۔

بے حرمتی کہاں سے شروع ہوئی؟

کچھ عرصہ پہلے تک اسی ملک کے اندر شیعہ سنی بھائی بھائی تھے، عزاداری کی مجالس اہل سنت برپا کیا کرتے تھے، بہت سارے شہروں کے اندر اب بھی تعزیہ کے جلوسوں کے لائسنس اہل سنت کے نام ہیں۔ جلوس کے راستوں میں اہل سنت سبیلیں لگاتے تھے اور اب بھی لگاتے ہیں، مجالس کے اندر نذر و نیاز پیش

بےحرمتی کہاں سے شروع ہوئی

کرتے ہیں۔ کراچی میں اب بھی محرم الحرام کی مجالس میں جو تبرک دیا جاتا ہے وہ اہل سنت کے افراد ہی دیتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض اہل سنت آج بھی اہل بیت علیہم السلام سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان اور دشمنیاں اس وقت شروع ہوئیں جب اس فرقے نے زور پکڑا اور پوری دنیائے اسلام کے اندر نفرت اور تفرقے کی آگ لگادی، یہ فرقہ اور گروہ درحقیقت اس شیطانی منصوبے کو عملی کرنے کے لیے ہراول دستے کا کردار ادا کر رہا ہے، جس کے تحت انہوں نے تہذیبوں کی جنگ شروع کرنی تھی۔ اسی فرقے کے ذریعے انہوں نے یمن میں جتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزار تھے سب کو مسمار کیا، طائف کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی عبداللہ ابن عباس کا مزار تھا جس کو انہوں نے توہین آمیز طریقے سے مسمار کیا۔ مکہ میں حضرت ابوطالب علیہ السلام اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے مزارات کو مسمار کیا، آج بھی ان سب مزاروں کی تصاویر موجود ہیں جو مومنین نے بہت ہی خوبصورت انداز میں بنائے ہوئے تھے، ایک ایک کر کے ان سب مزارات کو مسمار کر دیا گیا جو صحابہ رضی اللہ عنہم، شہداء علیہم السلام، زوجاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزارات تھے۔ سب کو علم ہے کہ اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع میں دفن ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج بقیع میں دفن ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبریں بھی بقیع میں موجود ہیں ان سب کی قبروں کو توہین آمیز طریقے سے بلڈوزر چلا کر مسمار کر دیا گیا اور سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس کو مسمار کرنے کی مذموم کوشش کی گئی، اس کو مسمار کرنے کے لیے پہلے انہوں نے دو گروپوں کے درمیان جھگڑے کا ماحول پیدا کیا یعنی دو گروپوں میں جھگڑا ہوا اور اس جھگڑے کے اندر ان کو یہ مزار گرانے کا موقع مل جائے اور بعد میں انہی گروپوں کا نام لگا دیا جائے کہ ان کی وجہ سے یہ مزار گرا ہے، اور باقاعدہ توپوں کے گولے مار مار کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار کو ویران و منہدم کرنے کی کوشش کی گئی اور آج تک کوئی دن ایسا نہیں گذرا کہ جس میں انہوں نے مسلمانوں کے اندر تفرقہ ڈالنے، ان کو تقسیم کرنے، کمزور کرنے اور نقصان پہنچانے کے لیے کوئی قدم نہ اٹھایا ہو۔ یہ گروہ ہر اسلامی ملک کے اندر گیا اور وہاں جا کر اس نے مسلمانوں میں نفرت کی آگ لگائی، مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگائے اور ہر اس آدمی کو جو ان کے نظریات کا حامی نہ ہوتا اس کو واجب القتل قرار دیتے اور باقاعدہ اعلان کرتے تھے کہ توبہ کرو اور کلمہ پڑھ کر دوبارہ مسلمان ہو جاؤ یا پھر قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

امیر المومنین علیہ السلام کے زمانے میں بھی ایک گروہ ایسا ہی تھا، جنگِ صفین میں جب امیر المومنین علیہ السلام کے خلاف سازش کی گئی اور قرآن کو نیزوں پر اٹھایا گیا تو یہ گروہ کہنے لگا کہ اب یہ جنگ قرآن کے خلاف ہے اس لیے ہم قرآن کے خلاف نہیں لڑیں گے لہٰذا جنگ بند کی جائے۔ حضرت علی علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا کہ یہ دشمن کی سازش ہے، دشمن نے مکاری کی ہے، اس کے دھوکے میں مت آؤ۔ یہ باتیں سن کر اس گروہ نے امیر المومنین علیہ السلام کے خلاف ہی تلواریں نکال لیں، جس کی وجہ سے امیر المومنین علیہ السلام نے مجبور ہو کر جنگ بند کروائی اور جب جنگ بند ہوگئی تو یہ پھر کہنے لگے کہ اب اس میں ایک ثالث بٹھایا جائے جو اس جنگ کا فیصلہ کرے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان کو اس بات سے بھی روکا، مگر یہ نہ مانے اور اپنی ضد پر اڑے رہے، اپنی جہالت پر اصرار کرتے رہے، جب آپ کو ثالثی پہ راضی کرلیا تو آپؑ نے اپنی طرف سے ایک نمائندہ مقرر کیا کہ میری طرف سے مالک اشتر یا عبداللہ ابن عباس جائیں گے، تو انہوں نے کہا کہ ہمیں آپؑ کی یہ بات قبول نہیں ہے، ہم خود ثالثی کے لیے اپنے درمیان میں سے نمائندہ انتخاب کریں گے، پھر انہوں نے ابوموسیٰ اشعری کو انتخاب کیا کہ جو اپنی سادگی کی وجہ سے عمرو عاص کی مکاری اور دھوکے میں آ کر مذاکرات ہار گئے، جب اس گروہ کو معلوم ہوا کہ ہمارے ساتھ دھوکہ ہوگیا ہے تو امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آ کر کہنے لگے (معاذ اللہ) کہ آپؑ توبہ کریں کیونکہ آپؑ اسلام سے خارج ہوگئے ہیں، یعنی انہوں نے سب سے پہلا کفر کا فتویٰ امیر المومنین علیہ السلام پر لگایا۔

تفرقہ کا ہتھیار تکفیر

اس وقت پورے جہانِ اسلام کے اندر اور پوری دنیا کے اندر یہ گروہ پھیل چکا تھا، جس کا کام فقط مسلمانوں کو کافر قرار دے کر دائرہ دین سے خارج کرنا ہے۔ ان کی نظر میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام و درود پڑھے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ کفر کا فتویٰ ہر وقت اُن کی زبان پر دھرا ہوا ہے جس کے ذریعے یہ مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ ان کی پوری تاریخ اسی طرح کے واقعات سے بھری پڑی ہے اور ان کا ایجنڈا مقدسات کی توہین اور مسلمانوں کی تقسیم یہی دو کام ہیں۔ اپنی پوری تاریخ میں انہوں نے غیر مسلموں کے خلاف کبھی کوئی اقدام نہیں

کیا، حالانکہ غیر مسلموں نے اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے اور ہر روز کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ کر کسی نہ کسی اسلامی ملک پر حملہ کر دیتے ہیں، یہ گروہ ان کے خلاف کوئی بات نہیں کہتا۔

اسلام ہراسی اور ہماری ذمہ داری

عزیزان! ہمارے لیے نہایت شرمندگی اور ذلت کی بات ہے کہ ہم ایک ایسے زمانے میں زندگی بسر کر رہے ہیں کہ جہاں ہماری آنکھوں کے سامنے مسلمانوں کو خون میں نہلایا جا رہا ہے، جہاں پر عزاداروں کا قتل عام کیا جا رہا ہے، جہاں پر مساجد کی بے حرمتی ہو رہی ہے، جہاں پر کلامِ خدا کو روزِ روشن آگ لگائی جا رہی ہے اور ہم سب زندہ ہیں اور اپنے اپنے گھروں میں مزے سے کھا پی رہے ہیں اور زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہم روزہ رکھ کر اور نماز پڑھ کر سمجھ رہے ہیں کہ ہم دیندار ہیں، ہم نے دین پر عمل کر لیا ہے۔ اور دوسری طرف دشمن اسلام کو بدنام کر رہا ہے تا کہ مسلمان اسلام سے دور ہو جائے۔ اس کام کے لیے دشمن نے اسلام کے نام پر درندے پالے ہوئے ہیں جو ہرگز مسلمان نہیں ہیں بلکہ انسانیت سوز ظلم کی وجہ سے وہ انسان کہلانے کے بھی مستحق نہیں ہیں، مسلمان تو بہت دور کی بات ہے۔ ان کا اسلام کے کسی بھی فرقے سے کوئی تعلق نہیں ہے، مسلمان فرقوں کے علماء و سربراہوں کو چاہیے کہ وہ کھل کر ان درندوں کی مذمت کریں اور ان سے لاتعلقی کا اظہار کریں۔ یہ اسلام کے نام پر خونخوار بھیڑیے پالے گئے ہیں جو خودکش حملوں کے ذریعے مسلمان روزہ داروں اور عزاداروں کا قتلِ عام کر رہے ہیں اور وہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر اور وہ بھی جنت جانے کے لیے کر رہے ہیں، یہ کیسا اسلام ہے؟ جو بے گناہ مسلمان روزہ داروں اور عزاداروں کو قتل کرنے کے بدلے میں جنت دیتا ہے۔ جو بھی اس اسلام کا نام سنے گا وہ اپنی نسلوں کو بھی کبھی مسلمان نہیں ہونے دے گا کیونکہ اسلام اگر مسلمانوں سے یہ کام کروائے گا تو پھر اس اسلام کی طرف کون آئے گا؟

تفرقہ کا جواب اتحاد کے ذریعے

قرآن مجید میں خداوند تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوَاتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا......[1]

اور اگراللہ لوگوں کوایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کردی جاتیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ہمارے انہی حالات کو بیان فرمارہا ہے: کہ اگرتم ان واقعات کے جواب میں خاموش بیٹھے رہے اورکوئی عکس العمل نہ دکھایا تو تمہاری عبادت گاہیں آہستہ آہستہ ویران ہوجائیں گی یعنی بعض لوگ اٹھ کر اپنے دین کا دفاع نہ کریں ،اپنے مکتب کی حفاظت نہ کریں ،مسلمانوں اورمقدسات کی حفاظت نہ کریں تواس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ صومعہ کہ جسے کلیسا کہتے ہیں اور جہاں پر عیسائی عبادت کرتے ہیں ، یہ تباہ ہوجائیں گے،وہ بیع کہ جو یہودیوں کی عبادت گاہ ہے،ویران ہوجائیں گی ،اوراسی طرح سے وہ مساجد کہ جو مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے جہاں مسلمان نمازیں پڑھتے ہیں یہ بھی ویران ہوجائیں گی ،نمازِ جماعت اور جمعہ بھی ویران ہوجائے گی۔اللہ کی عبادت انہی عبادت گاہوں میں ہوتی ہے،مسیحی کلیسا میں جاتا ہے، یہودی کنیسہ میں جاتا ہےاورمسلمان اپنی عبادات انجام دینے کے لیےمسجد میں جاتا ہے۔ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگرتم ان کے دفاع کے لیے نہ اٹھےاوران کا دفاع نہ کیا تو سب کچھ ویران ہوجائے گا۔

دوسری آیت میں ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ...... [2]

اگراللہ تعالیٰ بعض لوگوں کوبعض سے دفع نہ کرتا تو زمین پرفساد پھیل جاتا۔

---

[1]......(سورة الحج،آية:٤٠) [2]......(سورة البقرة،آية:٢٥١)

تکفیر و تفرقہ کا مقابلہ اتحاد و وحدت کے ذریعے

اگر لوگ دفاعِ دین کا فریضہ ادا نہ کریں اور دشمن کے خلاف قیام نہ کریں تو زمین میں فساد پھیل جائے گا، زمین میں تباہی پھیل جائے گی۔ دین کو پائمال کرنے کے لیے اور مسلمانوں کو آپس میں تقسیم کرنے کے لیے درندہ صفت گروپ بنائے گئے ہیں، کفر کے فتوے لگانے والے گروپ بنائے گئے ہیں، جو کھل کر ملک کے اندر دہشت گردی اور فساد کرتے پھر رہے ہیں۔ ان حالات میں مومنین یا مسلمین کا فریضہ یہ ہے کہ اگر وہ لوگ تفرقے کو ہوا دیتے ہیں، تو آپ اس کے مقابلے میں دین اور مسلمانوں کو دفاع کرتے ہوئے اتحاد کا پرچار کریں، کیونکہ تلوار سے لڑی جانے والی جنگ کا جواب اسلحہ سے دیا جاتا ہے اور قلم سے لڑی جانے والی جنگ کا جواب قلم سے دیا جاتا ہے، اور میڈیا پر لڑی جانے والی جنگ کا جواب میڈیا سے دیا جاتا ہے۔ پوری دنیا کا میڈیا اسلام کے خلاف متحد ہو چکا ہے اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لیے اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ اب جبکہ اسلام دشمن عناصر اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کر رہے ہیں تو ایک مسلمان اور مومن کا اس کے جواب میں کیا وظیفہ و فریضہ بنتا ہے؟ تفرقے کے جواب میں مومن کا فریضہ یہ بنتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور وحدت کا پرچار کرے، اس لیے کہ تفرقے کا جواب تفرقہ نہیں ہے بلکہ تفرقے کا جواب وحدت ہے، تفرقے کا جواب اتحاد ہے۔ اگر ہم بھی ان کے مقابلے میں تفرقے کا جواب تفرقے سے دیں تو پھر دشمن کے منصوبے کا حصہ بننے میں ہمارے اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں رہے گا، اس صورت میں ہم بھی دشمن کے آلہ کار بن جائیں گے۔ جبکہ ہمارا دین ہمیں مقدسات کا احترام سکھاتا ہے۔

توہین کا جواب توہین نہیں ہوتا

قرآن مجید میں تو خداوند تبارک وتعالیٰ نے صریح طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ خبردار! بت پرستوں کے جھوٹے خدا کی بھی توہین نہیں کرنا، اس لیے کہ تم نے اگر ان کے جھوٹے خداؤں، بتوں اور مورتیوں کی توہین کی تو وہ تمہارے حقیقی اور سچے خدا کی توہین کریں گے۔

ہمیں صرف اپنے جذبات ٹھنڈے کرنے کے لیے اپنی دل کی بھڑاس نہیں نکالنی چاہیے جیسا کہ بعض غیر ذمہ دار لوگ کہ جن کے دوش پر نہ دین کی کوئی ذمہ داری ہے اور نہ قوم کی کوئی ذمہ داری ان کے دوش پر ہے۔بعض اوقات غیر ذمہ دارانہ اظہارات کر کے دوسروں کے مقدسات کی توہین کرتے ہیں۔ہم سکھ مذہب کو نہیں مانتے لیکن کیا ہم ان کے بزرگ گرونانک کی توہین کر سکتے ہیں؟ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں گرونانک کو پیشوا نہیں مانتے ،اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے ،ہم ان کو گالی یا ان کی توہین نہیں کر سکتے ۔اگر ہم گرونانک کی توہین کریں گے تو پھر سکھ بھی ہمارے مقدسات کی توہین کریں گے، کیونکہ جس دلیل سے آپ نے اپنے لیے ان کے مقدسات کی توہین کو حق بنا لیا ہے اسی دلیل سے وہ بھی آپ کے مقدسات کی توہین اپنا حق لیں گے۔اسی طرح اگر کوئی شیعہ عالم دین سکھوں کی آبادی میں جا کر وہاں ان کے مقدسات کی توہین کرے اور اس کے اگلے دن سکھ شیعہ مقدسات کی توہین کرنا شروع کر دیں تو کیا ان مقدسات کی توہین سکھ کر رہے ہیں۔یا وہ شیعہ عالم دین کروا رہا ہے؟ توہین کرنا بھی جرم ہے اور توہین کروانا بھی جرم ہے، اسی طرح سے مذاق اڑانا بھی جرم ہے اور مذاق اڑوانا بھی جرم ہے، دین ہمیں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ہمارا مذہب ہمیں اس کام کی اجازت نہیں دیتا۔

توہین کے بارے میں ائمہ اہل بیتؑ کا مذہب

تشیع ائمہ علیہم السلام کا مذہب ہے، ائمہ علیہم السلام کی تعلیمات میں کوئی شخص ایک چھوٹا سا جملہ بھی نہیں دکھا سکتا کہ جس میں ائمہ علیہم السلام نے کسی کے مقدسات کی توہین یا بے ادبی کی ہو۔ ہمارا دین باادب دین ہے، ہمارے ائمہ علیہم السلام باادب ائمہ علیہم السلام ہیں، ہمارے نبی باادب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ہم کفر کا انکار کرتے ہیں لیکن کافر کی توہین نہیں کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کبھی کسی کافر کی توہین نہیں کی ،اس لیے توہین کا حق کسی کو بھی نہیں ہے۔ممکن ہے غیر ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے پاکستان سے باہر بیٹھ کر غیر ذمہ دارانہ بات کرے، چونکہ آج مواصلات کی دنیا ہے،فوری رابطے کی دنیا ہے، آج اگر یہاں سے بیس ہزار کلومیٹر دور ادھر بیٹھ کر کوئی بات کرے تو وہ بات نہیں

چھپ سکتی بلکہ پوری دنیا میں پہنچ جاتی ہے۔ غیر ذمہ دارانہ حرکات کا ردّعمل کہیں پر بھی ظاہر ہوسکتا ہے۔ ہمارا دین ہمیں کسی کے مقدسات کی توہین کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر ہم اپنی کسی نجی محفل میں بھی بیٹھے ہوئے ہوں تو ہمیں چاہیے کہ ہم کسی کے مقدسات کی بے حرمتی نہ کریں، کیونکہ مقدسات کی بے حرمتی کوئی عبادت نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی اجر، صلہ ہے جبکہ اس میں نقصان بہت زیادہ ہے۔

توہین مقدسات، دشمن اسلام کا ناپاک منصوبہ

ایران میں اسلامی نظام حکومت قائم ہے، نظامِ امامت وولایت جو خداوند تبارک وتعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے بنایا ہے، اس کی ایک جھلک نظامِ ولایتِ فقیہ کی شکل میں برقرار وقائم ہے۔ وہاں پر بھی دشمن کے گماشتوں کی طرف سے ہر آئے دن کوئی نہ کوئی ایسا مرتد اور گمراہ پیدا ہو جاتا ہے جس کا کام مقدسات کی بے حرمتی کرنا ہے۔ اس وقت کتنے ایسے لوگ ہیں جو ایران کی جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں جو شیعہ مسلک سے ہی تعلق رکھتے ہیں، یعنی اس معنٰی میں کہ شیعہ فیملی میں پیدا ہوئے ہیں، شناختی کارڈ شیعہ والا ہے، اس کے ماں باپ شیعہ ہیں لیکن بیٹا مرتد ہے، یونیورسٹی کا ٹیچر ہے جو غیر ملکی ویزے کی خاطر مقدساتِ دین کی بے حرمتی کرتا ہے۔ اسی طرح سے ایک مرتد ایسا پیدا ہوا ہے کہ جو ابھی موجود ہے، اس نے امام علی علیہ السلام کی بارے میں گستاخی کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ علیؑ نے جنگِ بدر، احد، خندق اور خیبر میں جو تُندی وشدت دکھائی تھی، کربلا کا واقعہ اسی تُندی وشدت کا نتیجہ تھا اگر علیؑ ان جنگوں میں یہ کام نہ کرتے تو کربلا کا واقعہ رونما نہ ہوتا۔ یعنی اس مرتد کے نزدیک کربلا کا واقعہ درست تھا اس لیے کہ ان لوگوں نے امامؑ سے اپنا انتقام لیا تھا۔ اس طرح کا تجزیہ کرنے والا انسان مرتد ہے، یہ زیادہ کتابیں پڑھنے یا دماغ خراب ہونے کی وجہ سے ایسی باتیں نہیں کررہا ہے، بلکہ اس طرح کی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جن کو ڈالروں میں معاوضہ ملتا ہے، ایسے لوگوں کو وہ مغربی ممالک کی نیشنلٹی دیتے ہیں، ملعونہ تسلیمہ نسرین کہ جس کا تعلق بنگلہ دیش سے تھا اور اسی طرح سلمان رشدی، کہ جن سے مقدساتِ اسلام کی توہین کے لیے کتابیں لکھوائی گئیں اور پھر ان کو اس خدمت کے انجام دینے پر ہر طرح سے نوازا گیا اور سلمان رشدی

کوتو اب تک اس کتاب لکھنے پر کتنے ایوارڈ مل چکے ہیں۔اس وقت ڈنمارک میں جس ملعون نے رسول اللہ ﷺ کی بے حرمتی کرتے ہوئے توہین آمیز کارٹون بنائے تھے،اس کو ابھی ملکہ برطانیہ کے ہاتھوں سب سے بڑا ایوارڈ ''آزادی کا ایوارڈ'' دینے کا اعلان کیا ہے،اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین کر کے اس نے آزادی کو فروغ دیا ہے۔

شیعہ ہو یا سنی یا کوئی بھی ہو، جو بھی اس وقت مقدساتِ دین کی توہین میں مشغول ہے وہ درحقیقت مغربی ممالک سے مربوط ہے۔ ہر ملک کے اندر انہوں نے اپنے کچھ افراد پالے ہوتے ہیں جو اسلام اور مقدسات کی توہین میں کوئی نہ کوئی کردار ادا کرتے رہتے ہیں۔افغانستان کے اندر ایک نام نہاد مولوی کے ذریعے انہوں نے قرآن کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہلوائے اور پھر اس نے اس پر کتاب بھی لکھ دی ، جس کو انہوں نے بہت زیادہ اچھالا ،اور جب وہاں کے لوگوں نے کہا کہ اس نے جرم کیا ہے اسے اس کی سزا ملنی چاہیے،تو اس مولوی نے کابل جا کر اقوام متحدہ کے دفتر میں پناہ لے لی ، جہاں سے سپیشل ہیلی کاپٹر میں بٹھا کر اس کو برطانیہ لے گئے کہ یہ ایک سکالر ہے اس کو تحفظ ملنا چاہیے! آج جو بھی توہینِ دین کرتا ہے اس کو اٹھا کر لے جاتے ہیں اور پھر اس کو نوازتے ہیں، یہ سارا کام منصوبے اور پلان کے تحت ہو رہا ہے۔

توہین مقدسات کا سستا جرم

ہم اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے لیے فقط ریلی نکال لیتے ہیں اور انہیں بھی پتہ ہے کہ اس سے زیادہ ان سے کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔عزیزان! جو جرم سستا ہو وہ سارے کرتے ہیں لیکن جو جرم مہنگا ہو وہ ہر کوئی نہیں کرتا ہے اس کے ارتکاب کے لیے ہر ایک میں جرأت نہیں ہوتی۔اس وقت امتِ مسلمہ کا فریضہ یہ ہے کہ دین کے مقدسات کی توہین کے جرم کو اتنا مہنگا کر دیں کہ کسی کو یہ جرم کرنے کی جرأت نہ ہو ،اور جرم مہنگا اس وقت ہوتا ہے جب جرم انجام دینے والے کو اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے۔ابھی دین کے مقدسات کی بے حرمتی کرنے والے کو بھاری معاوضے مل رہے ہیں اسے اس جرم کی کوئی قیمت ادا نہیں کرنی پڑ رہی ،اس لیے کھل کر یہ جرم کرتے ہیں۔اب چونکہ اس پر بڑا انعام ملتا ہے تو اس لیے ملک کے اندر بھی ایسے کالم نگار موجود ہیں کہ

جو یہی کام کرنے کے لیے پر تول رہے ہیں، ان کے کالموں سے اسی طرح بُو آتی ہے اور بعض تو میڈیا پر آ کر اس طرح کی باتیں کرتے ہیں کہ جن سے ایک اور سلمان رشدی پیدا ہونے کی بُو آتی ہے۔

دہشت گردی پر قابو کیلئے احمقانہ نظریہ

غیر ملکی آقاؤں کے پٹھو جو اس وقت اقتدار پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں یہ غیر ذمہ دارانہ بیان دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ دہشت گردی کے واقعات کو اس صورت میں روکا جا سکتا ہے کہ مذہبی جلوسوں پر پابندی لگا دی جائے یعنی اکیس رمضان کا جلوس بند ہو جائے، عاشورہ کا جلوس بند ہو جائے، قدس کی آزادی کے لیے ریلیاں بند ہو جائیں اور اسی طرح عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوس اگر بند کر دیا جائے تو دہشت گردی بند ہو سکتی ہے، یہ کس قدر بیہودہ منطق ہے! کیا جلوس بند کرنے سے دہشت گردی رک جائے گی؟ بعض نادان مسلمان اور مومن بھی دہشتگردی کی ترجمانی میں یہ راگ الاپنا شروع کر دیا ہے کہ اگر قدس کی ریلی نہ نکلتی تو اتنی شہادتیں نہ ہوتیں۔ تو پھر جہاں جہاں دہشت گردی کا واقعہ ہوا ہے ان تمام مراکز کو بھی نہیں ہونا چاہیے، جیسا کہ جی ایچ کیو (GHQ) کو نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اگر (جی ایچ کیو) نہ ہوتا تو اس پر حملہ بھی نہ ہوتا۔ اسی طرح پاکستان آرمی اور فوج بھی نہیں ہونی چاہیے، پاکستان کی پولیس بھی نہیں ہونی چاہیے، نماز جمعہ اور نماز جماعت بھی نہیں ہونی چاہئیں، یعنی اگر یہ سب کچھ ختم کر دیا جائے تو اس صورت میں پاکستان میں امن ہو سکتا ہے، دوسرے لفظوں میں بھیڑیوں کو، درندوں کو، کتوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے اور انسانوں کو زنجیروں کے ساتھ باندھ دیا جائے، تو اس صورت میں نہ کوئی انسان زنجیروں سے باہر آئے گا اور نہ ہی کوئی بھیڑیا، درندہ، کتا آ کر اس کو کاٹے گا، اس طرح سے ہر طرف امن ہی امن ہوگا۔ ان نادانوں کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ کتوں کو زنجیروں میں جکڑا جاتا ہے، درندوں کو لگام دی جاتی ہے، انسانوں کو نہیں جکڑا جاتا، عوام کو نہیں باندھا جاتا۔ یہ کیسی احمقانہ گفتگو کر رہے ہو، آخر تم کس کس چیز پر پابندی لگاؤ گے؟ کیا نمازِ جمعہ پر پابندی لگاؤ گے؟ مساجد پر پابندی لگاؤ گے؟ جلوسوں پر پابندی لگاؤ گے؟! ان کا مقصود ہی یہی ہے کہ ان کے دینی مراکز کو اتنا ناامن

کردو کہ کوئی دینی مراکز کی طرف رجوع بھی نہ کرے۔

اب یہاں پر ہمیں دو کام کرنے ہیں:

۱۔دینی مراکز کو پہلے سے زیادہ آباد کریں

ایک یہ کہ اگر دشمن دین کے مقدسات اور مراکز کو ویران اور غیر آباد کرنا چاہتا ہے تو ہمارا کام یہ ہے کہ ان مراکز کو پہلے سے زیادہ آباد کریں۔ اگر پہلے مرکز میں دس افراد آئے تھے اور وہ شہید ہو گئے تو اب اس مرکز کے اندر دس گنا زیادہ افراد آئیں۔ اگر ہم نے یہ راہیں خالی چھوڑ دیں تو ہم نے بھی وہی کام کیا جو دشمن کررہا ہے۔ اور دشمن تو چاہتا ہی یہی ہے کہ ان جلوسوں کو نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے ہم نے ثابت کرنا ہے کہ ہم دشمن کے اس منصوبے کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے اس لیے اگر دشمن ہر شہر کے دس، بیس یا چالیس مومنین شہید کر کے سمجھتا ہے کہ ہمارے مراکز ویران ہو جائیں گے تو ہمیں ان کو بتا دینا چاہیے کہ اگر تم ہماری ساری بستی مسمار کر کے ہم سب کے گلے بھی کاٹ دو تو پھر بھی یہ سلسلہ رکنے والا نہیں ہے بلکہ پہلے سے زیادہ جذبے کے ساتھ جاری رہے گا۔ اگر اس راہ کو جاری رکھتے ہوئے ہمارے مرد مر جائیں تو ہماری عورتیں ان سلسلوں کو جاری رکھیں گی، اگر ہمارے بڑے مر جائیں تو ہمارے بچے ان سلسلوں کو جاری رکھیں گے۔ بچوں کی ایسی تربیت کرو، بچوں کو دھماکوں سے مت ڈرایا کرو، بلکہ جہاں زیادہ خطرہ ہو وہاں خود بھی جایا کرو اور بچوں کو بھی لے کر جایا کرو تا کہ دشمن کو پتہ چل جائے کہ ہم کسی بھی احتمالی خطرے کی وجہ سے اپنا یقینی دین چھوڑنے والے نہیں ہیں۔

۲۔توہین مقدساتِ کا جرم مہنگا کر دیں

دوسرا کام یہ کہ مقدساتِ دین کی توہین کا جرم بہت مہنگا ہو جائے، مہنگا ہونے کا مطلب یہ کہ ان کو اس کی قیمت ادا کرنی پڑے، مقدساتِ دین کی توہین کا جرم اتنا مہنگا ہو جائے کہ پھر کسی کو یہ جرم کرنے کی جرأت نہ ہو سکے، اور یہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ جب سلمان رشدی ملعون نے مقدسات کی توہین کی تو امامؒ نے حکم دیا

کہ اس کو ایسی سزا دو کہ آئندہ کوئی بھی اس طرح کا کام کرنے کی جرأت بھی نہ کر سکے، لیکن کسی نے بھی اس ملعون کو یہ سزا نہیں دی، جس کی وجہ سے ہر ملک کے اندر اب سلمان رشدی پیدا ہو رہے ہیں، اور باقاعدہ ان کی پشت پناہی کی جاتی ہے، باقاعدہ ان کو معاوضہ دیا جاتا ہے۔

یہ ناپاک پادری کہ جس نے فلوریڈا میں قرآن مجید جلانے کا اعلان کیا وہ ہو یا وہ ناپاک ہاتھ کہ جس نے بقیع کے مزار مسمار کیے۔ اگر جہانِ اسلام جنت البقیع کے مزاروں کی مسماری اور بے حرمتی کے وقت ان پاک ہاتھوں کو کاٹ دیتا اور امتِ مسلمہ اس جنایت کی قیمت وصول کرتی اور ان مجرموں کو اس کی قیمت دینا پڑتی تو آج یہ پادری کبھی بھی قرآن مجید جلانے کا اعلان نہ کرتا۔ آج ہندوستان گستاخ مقدسات اسلام کی کھم کھلا بے حرمتی نہ کرتے یہ ہندو یہ پادری اور وہ مزار گرانے والا دونوں ہی یزیدی نسل سے ہیں۔ نسلِ یزید نسب سے نہیں ہوتی بلکہ نسلِ یزید عمل سے ہوتی ہے، جو بھی یزیدی عمل کرے وہ یزیدی نسل سے ہے۔ اور جو کوئی بھی حسینی عمل انجام دیتا ہے تو وہ قبیلۂ امام حسین علیہ السلام سے ہوتا ہے، عمل سے ہی امام حسین علیہ السلام کے قبیلے میں شامل ہو سکتے ہیں، کسی تماشائی قبیلے کا تعلق ہرگز امام حسین علیہ السلام سے نہیں ہے۔

زیارت امام حسینؑ میں چھپا راز

ائمہ اطہار علیہم السلام نے ہمیں زیارتِ سید الشہداء علیہ السلام کو پڑھنے کا ادب بتایا ہے اور اس ادب میں ہمیں سب کچھ سمجھا دیا ہے، اسی زیارت نامے میں ہمیں سارا دین بتا دیا ہے۔ ہمیں مختلف اوقات میں اس زیارت کو پڑھنے کی ہدایت و تاکید کی گئی ہے کہ ان اوقات میں زیارتِ امام حسین علیہ السلام پڑھنا مستحب ہے۔ اس لیے کہ اس زیارت نامے کے ذریعے ایک راز کی بات ہمارے لیے بیان کی گئی ہے اور وہ راز یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام ہمیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نہ قاتل ہیں، نہ ظالم ہیں اور نہ ساکت ہیں۔ اس لیے کہ امام علیہ السلام نے اس زیارت نامے میں ان تینوں طبقات پر لعنت کی ہے:

فَلَعَنَ اللّٰهُ أُمَّةً قَتَلَتْكَ وَ لَعَنَ اللّٰهُ أُمَّةً ظَلَمَتْكَ، وَ لَعَنَ اللّٰهُ أُمَّةً سَمِعَتْ بِذٰلِكَ

فَرَضِيَتُ بِهِ......[1]

لعنت ہواس پر جس نے آپؑ کو قتل کیا، لعنت ہواس ظالم پر جس نے آپؑ کے قتل کا حکم دیا اور لعنت ہواس پر جس نے آپؑ کے قتل کی خبر سنی اور پھر بھی خاموش بیٹھا رہا۔

زیارت نامہ ہمیں یہی سکھا رہا ہے کہ لعنت ہواس پر جس نے قرآن مجید جلایا، لعنت ہواس پر جس نے قرآن جلانے کا حکم دیا اور لعنت ہو اس پر جس نے قرآن مجید کے جلنے کی خبر سنی لیکن پھر بھی چپ بیٹھا رہا۔ زیارتِ امام حسین علیہ السلام ہمیں ان جنایتوں پر چُپ رہنے سے منع کر رہی ہے۔

امتِ مسلمہ کے سکوت کا بھاری خمیازہ

اگر امت ظلم و جنایات اور توہینِ مقدسات کے مقابل سکوت اختیار نہ کرے تو بہت سارے جرم رک جائیں گے۔ دشمن پہلے ہمیں ٹیسٹ کرتے ہیں پھر اس کے بعد اصلی وار کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید جلانے کے لیے ایک پادری نے بیان دیا کہ ہم قرآن مجید جلائیں گے، اس کے بعد سیاسی بیانات آنا شروع ہوگئے۔ اوباما نے بیان دیا کہ اس کو روک دیا گیا ہے کہ نہیں جلانا، اور اس نے بھی کہا ہے کہ نہیں جلاؤں گا لیکن اسی اثناء میں کسی دوسرے نے اٹھ کر قرآن مجید جلا دیا، یہ مسلمانوں کا ٹیسٹ تھا کہ دیکھیں یہ قرآن مجید جلنے کی بات پر کیا ردِعمل ظاہر کرتے ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ عرب دنیا میں کوئی ردِعمل سامنے نہیں آیا، پاکستان میں کوئی ردِعمل سامنے نہیں آیا، ستاون اسلامی ممالک کی ڈیڑھ ارب مسلمان آبادی خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے، تو انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کی رگِ حیات قرآن کی حرمت پائمال کر دی، قرآن مجید جو ہمارا سب کچھ ہے۔ جب اس کی حرمت پائمال ہوگئی ہے تو پھر دین کی بھی حرمت پائمال ہوگئی ہے، مسلمان کی بھی حرمت پائمال ہوگئی ہے، یعنی ہم سب کی حرمت پائمال ہو رہی ہے، لیکن اگر قرآن مجید جلانے کا بیان دینا ہی اُن کو مہنگا پڑ جاتا تو شاید پھر اس پر کبھی بھی عمل نہ کر سکتے۔

---

[1]......(المصباح للكعفمی، صفحة:٥٠٢)(زادالمعاد۔مفاتيح الجنان،علامه مجلسیؒ صفحة ٥٣)

قرآن مجید نے اسی لیے فرمایا ہے کہ اگر لوگ اٹھ کر دین کا دفاع نہ کریں اور اپنے مقدسات کو نہ بچائیں تو تمام عبادت گاہیں ویران ہو جائیں گی۔ جو قوم بھی ساکت اور خاموش بیٹھی رہے اور ان جنایتوں کے مقابل اپنا کردار ادا نہ کرے بلکہ اپنے چھوٹے چھوٹے روزمرہ کے مسائل میں الجھی رہے تو دشمن اس کے بڑے بڑے نقصان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا، اس امت کے اتنے بڑے نقصان ہوں گے کہ یہ امت سنبھل نہیں پائے گی۔

امت کا امتحان اور وعدۂ نصرتِ الٰہی

کسی بھی مسئلے پہ لاتعلق نہ رہیں، کسی بھی ٹیسٹ میں خاموش نہ بیٹھیں۔ قرآن مجید جلانے کا اعلان کر کے انہوں نے ہمیں ٹیسٹ کیا، جب ہماری طرف سے سکوت کا مظاہرہ دیکھا تو قرآن مجید جلا دیا، اسی طرح فلسطین پر قبضہ کر کے ٹیسٹ کیا، جواباً کسی نے کچھ نہیں کہا تو انہوں نے آ کر عراق پر بھی قبضہ کر لیا، افغانستان پر بھی قبضہ کر لیا، پاکستان پر بغیر جنگ کے قبضہ کر لیا، بغیر حملے کے پاکستان پر قبضہ کر لیا، ہماری خاموشی سے فائدہ اٹھایا۔ یہی ہماری کمزوری ہے کہ ہم چھوٹی چھوٹی مشکلات سے ہی گھبرا جاتے ہیں۔

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''جو چھوٹی مشکلات سے گھبراتا ہے، خدا اسے بڑی مشکلات میں ڈال دیتا ہے''

اگر بڑی مشکلات سے بچنا چاہتے ہو تو چھوٹی مشکلات سے مت گھبراؤ، یہ تو ہر روز پیش آتی رہتی ہیں۔ اگر کوفہ والے چھوٹی چھوٹی مشکلات کو نظرانداز کر دیتے تو بے وفائی کی ضرب المثل نہ بنتے، اپنی چھوٹی چھوٹی مشکلات کی وجہ سے انہوں نے امام حسین علیہ السلام سے لاتعلقی اختیار کی اور آج وہ بے وفائی کی ضرب المثل اور محاورہ بن گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

يا اَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا اِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ ...... [1]

---

[1] ......(سورة محمد، آية: ٧)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا۔

جبکہ خدا تو ہمارا محتاج نہیں ہے پھر کیوں کہہ رہا ہے کہ خدا کی مدد کرو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمانا ہے کہ تم اپنے لیے کچھ کرو گے تو میں اس کو اللہ ہی کی مدد سمجھوں گا، تم اپنے لیے کچھ کرو میں اسی کو کہوں گا کہ یہ میری مدد کی ہے۔ جیسے بعض بہت ہی بزرگوار آدمی ہوتے ہیں، بڑے کریم النفس انسان ہوتے ہیں، اگر ہم کوئی کام اپنے لیے کریں تو وہ ہمارا شکریہ ادا کرتا ہے، مثلاً جب ہم اس کے گھر جا کر کھانا کھاتے ہیں تو وہ ہمارا شکریہ ادا کرتا ہے، حالانکہ میں نے یہ کھانا اپنے فائدے کے لیے کھایا ہے لیکن وہ میرا شکریہ ادا کر رہا ہے۔ اسی طرح سے اللہ بھی ہمارا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اگر میں راہِ خدا میں کوئی قدم اٹھاؤں تو خدا کہتا ہے تم نے میری مدد کی ہے، جیسے روزِ قیامت بعض لوگ جب بارگاہِ خدا میں جائیں گے تو خدا فرمائے گا کہ تم میری عیادت کو کیوں نہیں آئے، میری بیمار پرسی کے لیے کیوں نہیں آئے؟ تو انسان اللہ کو کہے گا کہ آپ تو کبھی بیمار نہیں ہوتے، میں کیسے آپ کی عیادت کو آتا؟ تو اللہ کی طرف سے جواب آئے گا کہ وہ میرا بندہ جو تیرے پڑوس میں تھا، جب وہ بیمار تھا اور تجھے پتہ بھی تھا تو تم اس کا حال پوچھنے کیوں نہیں گئے؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے تو میری بیمار پرسی کے لیے نہیں آیا۔

قرآن مجید میں خداوند تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا...... [1]

کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے؟

اللہ تو فقیر نہیں ہے محتاج نہیں ہے، جس کی وجہ سے اللہ کو قرض کی ضرورت پڑے۔ پھر یہ کون سا قرض ہے جس کے بارے میں اللہ فرماتا ہے کہ کون ہے جو اللہ کو قرض دے رہا ہو، اسی طرح سے فرمایا:

إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ ...... [2]

تم اللہ کی مدد کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا، ہم اللہ کی مدد کیسے کریں؟

خدا فرماتا ہے کہ تم اپنے فرائض پر عمل کرو تو یہ میری مدد کرنا ہے، تم ایک دوسرے کی مدد کرو تو یہ میری

---

[1]......(البقرہ، آیة: ٢٤٥)   [2]......(سورة محمد، آیة: ٧)

مدد کرنا ہے، تم میرے دین کی نصرت کرو تو یہ میری مدد کرنا ہے۔

پاکستانی مسلمان اس وقت بہت سختی میں ہیں، بڑے سخت دور سے پاکستانی عوام گزر رہے ہیں اور ایسے عالم میں ہم یہ نہیں کہتے کہ خدایا ہم سے امتحان نہ لے، بلکہ ہم سے امتحان ضرور لے، لیکن ہمیں اس امتحان کے لیے صبر و استقامت بھی عطا فرما، اس لیے کہ کہیں ہم اس امتحان میں پیچھے نہ رہ جائیں، کہیں اس امتحا ن سے گھبرا نہ جائیں، کہیں پریشان نہ ہو جائیں!

یزید کے ہاتھوں کربلا میں مقدسات دین کی توہین

کربلا میں بہت کچھ ہوا لیکن سب سے زیادہ تکلیف دہ بات مقدسات کی توہین اور بے حرمتی تھی۔ اسی لیے ہم آج کہتے ہیں کہ جو بھی مقدساتِ دین کی توہین کرے وہ نسلِ یزید سے ہے، یزیدیت اسی چیز کا نام ہے، یزید ایک فرد کا نام نہیں ہے بلکہ یزید ایک تفکر کا نام ہے، ایک راستے کا نام ہے، جو بھی اس راستے کو طے کرے گا وہ یزید ہے، مقدساتِ دین کی توہین کیسے ہوئی اور کس طرح سے مقدسات کی توہین ناقابل برداشت ہوئی؟

عزیزان! سید الساجدین علیہ السلام کیوں شام کا نام سنتے ہیں رونا شروع کر دیتے تھے؟ اس لیے کہ شام میں مقدسات کی توہین کی گئی تھی، شام میں مقدسات پائمال کیے گئے تھے۔ اس طرح سے بے حرمتی کی گئی کہ سید سجاد علیہ السلام ساری عمر روتے رہے۔ شام کے دربار میں جب یزید لعین نے حکم دیا، کہا کہ سید الشہد علیہ السلام کا سر لے آؤ، تو امام حسین علیہ السلام کا سرِ اقدس ایک طشت میں رکھ کر اوپر ایک رومال ڈال کر جب یزید لعین کے سامنے رکھا تو اس ملعون نے چھڑی کے ذریعے رومال ہٹا کر مقدسات کی توہین کرنا شروع کر دی، کبھی اپنی چھڑی امام علیہ السلام کے لب مبارک پر لگاتا، کبھی ٹوٹے ہوئے دانتوں پر لگاتا اور کبھی خون میں ڈوبے ہوئے محاسن پر لگا کر مقدسات کی توہین کرتا۔

آج اگر نسلِ یزید لعین اسی کام کو جاری رکھے ہوئے ہے تو ہمیں حسینی کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ نسلِ یزید بھی قیامت تک کے لیے ذلیل و رسواء ہوتی رہے۔

فصل هفتم

پیغامِ ماهِ محرم

محرم، ماہِ حُرمت

محرم الحرام جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے حرمت کا مہینہ ہے۔ چار مہینے ایسے ہیں کہ دین اسلام و شریعتِ مقدسہ نے ان کو احترام دیا ہے جن میں سے ایک محرم الحرام ہے۔ اس کی حرمت و احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے اندر تمام مومنین ان چیزوں کا احترام بجالائیں جن کے لیے اللہ نے حرمت رکھی ہے۔ خداوند تبارک وتعالیٰ نے دین، قرآن، انبیاء، آلِ رسول علیہم السلام، مومنین، امت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان اور ازواج کی حرمت مقرر کی ہے۔ قرآن میں صراحت کے ساتھ ازواجِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت کا ذکر ہے اور مومنوں کو کہا گیا ہے کہ یہ تمہاری امہات (مائیں) ہیں، ماں ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ان کی جائیداد کے وارث ہو بلکہ ان کو ماں والا احترام دو، یہ جیسی بھی ہوں ان کی حرمت ماں والی ہونی چاہیے، یوں نہیں ہے کہ آپ نے ان کا رویہ دیکھ کر احترام کرنا ہے۔ اگر ان کا رویہ دیکھتے تو خود اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی حرمت کو ختم کر دیتے چونکہ سب سے پہلے بعض ازواجِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رویوں کی مذمت قرآن میں اللہ نے کی ہے، پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہے کہ تمہارے یہ بعض رویے ٹھیک نہیں ہیں لیکن ان رویوں کے باوجود بھی اللہ نے کسی کو یہ اجازت نہیں دی کہ ان کی حرمت شکنی کی جائے۔ اسی طرح سب سے زیادہ اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ مشکلات پیش آئیں ہیں، اہل بیت علیہم السلام کو سب سے زیادہ دکھ پہنچے ہیں لیکن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود اہل بیت علیہم السلام نے کبھی بھی ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت شکنی نہیں کی، نہ امیر المومنین علیہ السلام نے، نہ امام حسن علیہ السلام نے اور نہ امام حسین علیہ السلام نے، حرمت شکنی کی البتہ تکلیف دہ رویوں پر اعتراض اور گلہ وشکوہ ضرور کیا ہے کہ ان کے رویے ٹھیک نہیں تھے اور وہ میں نے عرض کیا کہ قرآن میں بھی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین اور سیرت میں بھی موجود ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ہیں، ان کا بھی ایک احترام ہے اور قرآن میں ان کے احترام

کے بارے میں ذکر ہوا ہے کہ ان کا احترام کیا جائے۔ بالفرض اگر کسی شخصیت کا احترام دین، اسلام، قرآن میں نہ بھی ہو یا آپ کے مذہب کے نزدیک یہ احترام نہ بھی ہو لیکن ان کے اپنے مذہب میں ان کا احترام ہے۔ معیار یہ ہے کہ ان کے اپنے مذہب میں ان کا احترام ہے، جب ان کے اپنے مذہب میں ان کا احترام ہے تو وہ احترام ملحوظ رکھنا چاہیے اور اس حرمت شکنی کو جائز نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگر ہندو ہے اور ہندو اپنے کسی بڑے بھگت یا سادھو کی حرمت کے قائل ہیں تو آپ بھی اس کی حرمت شکنی نہیں کر سکتے، سکھ بھی اگر اپنے کسی بزرگ کی حرمت اور احترام کے قائل ہیں تو آپ بھی اس کی حرمت شکنی نہیں کر سکتے اسی طرح عیسائی، یہودی اگر اپنے کسی بزرگ کی حرمت کے قائل ہیں تو آپ ان کا احترام ملحوظ رکھیں۔ یوں نہیں ہے چونکہ آپ کے نزدیک ان کی حرمت ثابت نہیں ہے تو آپ ان کا احترام نہ کریں اور جب بے حرمتی کریں گے تو اس وقت پھر بے حرمتی کا جواب خاموشی نہیں ہوتا۔ بے حرمتی طیش دلاتی ہے، بے حرمتی جھنجوڑتی ہے، بے حرمتی غیرت دلاتی ہے، بے حرمتی عکس العمل پہ انسان کو اکساتی ہے اور یہ جو کچھ پاکستان میں ہوا ہے تو یہ ان کاموں کا ہی نتیجہ ہے۔ کچھ لوگوں نے بے حرمتیاں اور حرمت شکنیاں کی ہیں اور یتیم کسی اور کے بچے کو کیا گیا ہے۔ اتفاقاً بے حرمتی کرنے والے سارے آزاد گھوم پھر رہے ہیں، ان کو وقت آنے پر محفوظ کر دیا جاتا ہے، ملک سے باہر بھی بھیج دیا جاتا ہے لیکن پیچھے رہ جانے والے دوسرے بے گناہ لوگ اس کے کیے ہوئے کی سزا بھگتتے ہیں اور وہ جو لاوا اٹھتا ہے، اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔

محرم کی آمد پر ناروا پابندیاں اور ہراسانی

محرم کا احترام حکومت بھی کرے۔ حکومت ہر سال محرم کے موقع پر مختلف اداروں سے مربوط افراد کو کچھ کاموں پر پابندیاں اور چند ایک امور کا اہتمام کرتی ہے، ان سارے اہتمام میں یہ شامل ہوتا ہے کہ کوئی ذاکر و خطیب کسی کی بے حرمتی و دل آزاری نہ کرے، کوئی جلوس اپنے مقررہ وقت سے اوپر نہ جائے، فلاں فلاں قسم کے کام نہ ہوں، اس طرح کی ساری گفتگو ہوتی ہے۔ یعنی حکومت عزاداری سے متعلقہ ہر پابندی

پولیس کے ذریعے سے لاگو کردیتی ہے۔ یہاں تک تو مناسب اقدام ہے لیکن محرم سے پہلے بہت سارے عزاداروں کو فورتھ شیڈول میں ڈال دیا جاتا ہے یہ بہت ہی گھٹیا و غلط کام ہے، ان کا جرم کیا ہے؟ ان کو عزاداری کرنے کے جرم میں فورتھ شیڈول میں ڈال دیا گیا ہے، یہ سراسر زیادتی ہے، یہ خود ایک فرقہ وارانہ فضا کو ہوا دینے اور بھڑکانے والی بات ہے۔

دوسرا بانیان کو بلا کر ہراساں کیا جاتا ہے کہ آپ نے اگر مجلس ایسی کردی ویسے کردیا لاؤڈ، سپیکر لگا دیا، آواز ضرورت سے زیادہ اونچی ہوئی تو ہم اس پر فوراً ایکشن لیں گے، آپ کو گرفتار کرلیں گے اور آپ کو جیل میں ڈال دیں گے۔ یہ ہراسانی حرمتِ ماہِ محرم الحرام کے خلاف ہے۔

اسی طرح کی اور بہت ساری پابندیاں لگادی جاتی ہیں بعض افراد سے تو باقاعدہ اسٹام پیپر لکھوا لیا جاتا ہے کہ آپ فلاں فلاں کام نہیں کروگے۔ تو اب یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ باقی ذہبی اور غیر مذہبی مناسبتوں ایام میں بھی ایسا کرتے ہیں؟ کیا رمضان المبارک میں بھی آپ ایسا ہی کرتے ہیں کہ آپ تراویح کا ٹائم رکھتے ہیں؟ تراویح پڑھنے کے لیے لوگوں کو لائسنس فراہم کرتے ہیں؟ کیا آپ میلاد کے ایام میں تقریروں کے لیے ٹائم رکھتے ہیں، پابند کرتے ہیں، پہلے مقررین وقوالوں کو پہلے موضوع بتاتے ہیں؟ وہاں تو ایسا کچھ بھی نہیں کرتے تو مجلس کے ساتھ ایسا امتیازی سلوک کیوں ہے۔

محرم الحرام میں حکومت کا فریضہ

حکومت کو بھی چاہیے کہ وہ ماہِ محرم کا احترام کرے۔ حکومت یہ احترام کرے کہ تمام وہ کام جو حرمتِ محرم کے خلاف ہیں ان پر پابندی لگائے، ان کاموں کو بند کروائے، ناچ گانا بند کروائے، ڈانس کلب بند کروائے اور ملک کے اندر فساد و فحشاء کو احترامِ محرم کی خاطر بند کروائے۔ محرم الحرام میں جو فرقہ وارانہ گفتگو ہوتی ہے اس کو بند کروائے اور خود حکومت تمام مسلمانوں کو اس چیز کا پابند کرے کہ ایامِ محرم میں امام حسین علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور موضوع نہ چھیڑا جائے۔

ابھی اس وقت ایک اشتہار سوشل میڈیا پہ چل رہا ہے اور وہ ہے ''عرسِ یزید (لعنۃ اللہ علیہ)۔ اب یہ اشتہار سوشل میڈیا پر موجود ہے، معلوم نہیں کہ یہ اصلی ہے یا فیک ہے، بہرکیف موجود ہے۔ حکومت نے اس کے خلاف اب تک کیا اقدام کیا ہے؟ کوئی عکس العمل دکھایا، کسی کو گرفتار کیا ہے؟ یا کچھ دیگر ایسی مناسبتیں ہیں جو محرم میں احیاء کی جاتی ہیں یعنی یہ فلاں کا دن ہے، یہ فلاں کا دن ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ ایسے کاموں پر پابندیاں لگائے اور حکومت کو چاہیے کہ ایامِ محرم کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مختص کر دے اور جو بھی امام حسین علیہ السلام کے علاوہ کوئی موضوع چھیڑنا چاہتا ہے اس پر فوری پابندی لگائی جائے دیگر شخصیات کے دن انکی مسلم تاریخ کے مطابق منائے جائیں اور انکا بھی احترام کیا جائے۔

احترامِ محرم و صفر سب پر لازم ہے۔ محرم کا تقاضا یہ ہے کہ تمام ادیان وتمام مذاہب کا احترام ہو، انسانیت کا احترام ہو۔ چونکہ حرمت واحترام کا مہینہ ہے لہٰذا اس کا احترام کوملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے!

پیشہ ور ذاکر اور تجارتی مجالس سب سے بڑی بے حرمتی ہیں

محرم الحرام کے دوران مجالس پڑھنے والوں، پڑھانے والوں اور سننے والوں کی بھی ذمہ داریاں ہیں۔ یوں نہیں ہے کہ سب کو کھلی چھٹی دے دی جائے۔ محرم کا احترام ہم سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ محرم الحرام کو تجارت سے پاک کیا جائے۔ تجارتی و کمرشل عزاداری کا خاتمہ کیا جائے۔ ایسے جاہل، نادان، نافہم، احمق اور فتنہ باز افراد، جن کو الف ب تک پڑھنی نہیں آتی، ان کو خطیب و ذاکر بنا کر منبر پہ لا کر بٹھا دینا، ان سے امام حسین علیہ السلام کی مجالس پڑھوانا یہ خود محرم الحرام کی بے حرمتی شمار ہوتی ہے۔ جاہل افراد کا منبر پہ آنا ہی محرم کی بے حرمتی کا سبب بنتا ہے، امام حسین علیہ السلام و آلِ رسول علیہم السلام کی بے حرمتی ہے لہٰذا اس بے احترامی و بے حرمتی کو ختم کیا جائے۔ محرم الحرام میں خطیب کو چاہیے کہ وہ امام حسین علیہ السلام کا نورانی کلام پیش کرے۔ محرم کے ہر خطیب کے لیے یہ لازمی ہے کہ وہ پانچ منٹ لوگوں کے سامنے قرآن کی تلاوت کرے تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کو قرآن پڑھنا بھی آتا ہے یا نہیں؟ زبانی نہ پڑھے بے شک دیکھ کر پڑھے، ہر خطیب و ذاکر خود تلاوت

کرے، قرآن مجید سے آغاز کرے، کم از کم ایک رکوع قرآن پاک کا پڑھ کر مجلس کا آغاز کرے تا کہ اس سے ہمارے مومنین کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ جو علامہ ہمیں دین سمجھانے کے لیے آیا ہے، یہ خود قرآن دیکھ کر بھی پڑھ سکتا ہے یا نہیں پڑھ سکتا؟ اگر یہ قرآن نہیں پڑھ سکتا تو ایسے شخص کو منبر پہ آنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا، کیوں ایسے شخص کو منبر پہ لا کر بٹھاتے ہو؟

جو بھاری فیسیں لے کر مجالس پڑھتے ہیں یہ خونِ حسینؑ کی تجارت کرتے ہیں، یہ امام حسین علیہ السلام کے مصائب کو فروخت کرتے ہیں، مصائب کے بدلے میں پیسے لیتے ہیں۔ اگر میری بات پہ آپ کو یقین نہیں آ رہا، اس کو آپ غلط سمجھ رہے ہو تو آپ خود تجربہ کر کے دیکھ لو، جو آپ کے ہاں مجلس پڑھنے آ رہا ہے اسے کہو کہ آپ کو اس سال ہمارے یہاں مجلس و مصائب پڑھنے کا کوئی معاوضہ نہیں دیا جائے گا آپ اس سال محبتِ امام حسینؑ و محبت آلِ رسولؐ، محبتِ علیؑ اور آلِ علیؑ اور بی بی فاطمہؑ کی محبت میں یہ مجلس پڑھو۔ اگر کسی ایک نے بھی پڑھی تو مجھے ضرور بتانا، یقین جانیں میں اس کا ہاتھ چومنے کے لیے تیار ہوں، اس کی ہر قسم کی خدمت کرنے کے لیے تیار ہوں گا، اگر کسی نے محبتِ اہل بیتؑ میں اپنے لاکھوں کا ایگریمنٹ ختم کر کے اور بانی مجلس سے یہ کہا کہ میں اس سال مجالس عزاء پڑھنے کا کوئی معاوضہ نہیں لیتا۔

یہ مجالسِ امام حسینؑ کی بے حرمتی ہے کہ پیشہ ور، جاہل، گمراہ لوگ منبر پر آ جاتے ہیں، اپنی مجلس کا آغاز کفر و شرک سے شروع کرتے ہیں اور علماء، مراجع اور فقہاء کے اوپر لعن طعن کرتے ہیں، کیا ایسے لوگوں کا منبرِ حسینؑ پہ آنے کا حق بنتا ہے؟ امام حسین علیہ السلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے قیام کیا ہے، شہادت پیش کی ہے۔ جس امام علیہ السلام نے امر بالمعروف کے لیے جان دے دی آپ کے سامنے اس امامؑ کے نام پر منکرات و شرک بک رہے ہیں، نیچے بیٹھے ہوئے اور سامنے بیٹھے ہوئے کس بات پر سر دُھن رہے ہیں؟ ان مجالس کو پاکیزہ بناؤ، چونکہ پاک و مطہر خاندان کا ذکر ہے، عصمت والے خاندان کا ذکر ہے، عصمت والی آل کا ذکر ہے، عصمت والی آل کے تذکرے میں ان شرابیوں، کبابیوں، چرسیوں اور نشئیوں کا کیا کام ہے! تاجروں کا کیا کام ہے اور شرک و کفر کا کیا کام ہے، توہین و ہتاکی کا کیا کام ہے؟ ان کو روکنا مومنین کا فریضہ ہے اور اگر مومنین نہی عن المنکر نہیں کرتے تو یقین جان لیں کہ وہ بھی مجرم سمجھے جائیں گے۔

پیشہ ور ذاکر اور تجارتی مجالس سب سے بڑی بے حرمتی ہیں

بنوامیہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لعن طعن کرتے تھے اور اس وقت لوگ ان کو روکتے نہیں تھے۔ بنوامیہ منبروں کے اوپر امام علیؑ اور آلِ علیؑ کے اوپر لعن طعن کرواتے تھے اور صحابہ اور صحابہ زادے اس پر خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہتے تھے، کیا وہ جرم میں برابر کے شریک نہیں ہوں گے؟ اگر وہ شریکِ جرم ہیں تو آج بھی منبر کے اوپر جو بھی آ کر جاہل حد سے آگے بڑھتا ہے، شرک و کفر کہتا ہے اور توہین و لعن طعن کرتا ہے تو اس کو روکا جائے۔ اس کو منبر سے اتارا جائے، اس کی زبان بند کی جائے اور بانی سے یہ کہو کہ وہ اس کو روکے، اگر بانی نہیں مانتا، تو اب اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ علاقے کی پولیس کے پاس جاؤ اور اسے جا کر بتاؤ کہ یہ تعصب، نفرت اور فرقہ واریت پھیلا رہا ہے، یہ بے حرمتی و ہتا کی کر رہا ہے کیونکہ تمام بانیوں نے باقاعدہ طور پر پولیس کو یہ لکھ کر دیا ہوتا ہے کہ ہم ایسے شخص کو نہیں بلائیں گے۔ آپ مومنین اگر اور کوئی کام نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا تو کر سکتے ہو کہ جا کر فوراً پولیس کو اطلاع کرو کہ یہ شخص بے حرمتی کر رہا ہے۔

مجالس کے تقدس کو خود مومنین بچائیں، ان شریروں اور شر پسند عناصر سے اپنی مجالس کو بچائیں جو منبروں پہ آ کر مجلس کے تقدس کو مجروح کرتے ہیں اور حکومت کو پابندیاں لگانے کا موقع فراہم کرتے ہیں، جو مخالف مذاہب کو ان مجالس کے خلاف زہر اگلنے کا موقع دیتے ہیں اور جو اپنے مومنین کو مایوس کرتے ہیں اور مذہب کے اندر رخنہ ڈالتے ہیں، ان لوگوں کو روکنا فرد فرد کی ذمہ داری ہے۔

بعض افراد یہ سمجھتے ہیں چونکہ مجلس کے اندر لعن طعن ہوتی ہے، بُرا بھلا کہا جاتا ہے، شرک بیان کیا جاتا ہے لہٰذا ہم ان مجالس میں جاتے ہی نہیں ہیں۔ آپ کے نہ جانے سے وہ شرک کبھی بھی نہیں رکے گا۔ آپ کا کام یہ ہے کہ آپ اس کے لیے عملی قدم اٹھائیں، ہر ممکنہ طریقے سے ان کو روکیں تاکہ یہ آئندہ ایسی ہمت نہ کریں اور یہ سلسلہ آگے نہ بڑھے، تشیع کا چہرہ مسخ نہ ہو، تشیع کی نورانیت و قداست باقی رہے، حرمتِ اہل بیتؑ اور حرمتِ عاشورا و کربلا باقی رہے۔

محرم میں اہل سنت کیا کریں؟

ان مجالس کا سلسلہ اس قدر عام ہو کہ گھر گھر میں اہل سنت بھی مجالس کروائیں، ہماری مجالس میں آئیں، ہم اہل سنت کی مجالس میں امام حسین علیہ السلام کا جا کر ذکر کریں اور اس میں شریک بھی ہوں۔ میں نے اہل سنت کے علماء کو بھی یہ تجویز دی ہے کہ آپ نے امام حسین علیہ السلام کے نام کو فقط شیعوں کے ساتھ مختص کر دیا ہے کیا امام حسین علیہ السلام سے تمہارا کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہے؟ کیا جس نبی کو تم مانتے ہو کیا یہ اُن کی اولاد نہیں ہیں؟ اگر ان کو امام نہیں بھی مانتے ہو تو ان کو اپنے نبی کا نواسہ تو مانتے ہو، ان کی آل تو مانتے ہو، اور آپ آل پر ایمان ہے، تو اب آلِ نبی پر ایمان ہوتے ہوئے کیوں اتنے اجنبی و لاتعلق بن کر ایامِ محرم میں بیٹھے رہتے ہو؟ آپ اپنے طریقے سے ذکر کرو، ٹھیک ہے شیعہ کی طرح سیاہ لباس نہ پہنو، جو رنگ مرضی آئے پہنو، شیعہ کی طرح بے شک آپ مجلس نہ کرو، شیعہ کی طرح جلوس نہ نکالو، شیعہ کی طرح رسومات انجام نہ دو لیکن امام حسین علیہ السلام کا نام تو محرم الحرام کے اندر اپنے انداز سے جاری رکھو، اپنی اولادوں کو بتاؤ کہ امام حسین علیہ السلام کون ہیں، دین میں ان کا مقام و منزلت کیا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں ان کا مقام و منزلت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ان کا مقام و منزلت کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا کیا تعلق ہے اور دین میں ان کی حیثیت کیا ہے؟ یہ کم از کم اپنی نسلوں کو تو بتاؤ، بے شک اپنے انداز سے بتاؤ۔

شیعہ، مومنین بھی اپنی مجالس کو اس حد تک پاک و منظّم کریں کہ اہل سنت کو آپ کی مجالس میں آنے سے کوئی عار نہ محسوس ہو، کوئی رکاوٹ اور مانع محسوس نہ ہو، پوری دلیری کے ساتھ آئیں، آپ کے ساتھ بیٹھیں اور آپ کے ساتھ عزا کر کے اپنے گھروں میں واپس چلے جائیں تا کہ پاکستان سے ہمیشہ کے لیے یہ نفرت والا ماحول ختم ہو جائے اور محرم خالصتاً امام حسین علیہ السلام کے نام پر برپا ہو بلکہ یہ دو مہینے محرم اور صفر یہ امام حسین علیہ السلام کے مہینے ہیں، یہ آلِ رسولؐ کے مہینے ہیں، ان کا احترام اور ان کی حرمت کا ہم سب نے خیال رکھنا ہے اور یہ ہماری ملکی سلامتی کے لیے بھی ضروری ہے۔

محرم الحرام میں ”ایم آئی سکس“ اور ”را“ کا ایجنڈا

ایران پر دشمنوں نے اقتصادی پابندیاں لگائی ہوئی ہیں چونکہ انہیں معلوم ہے کہ یہ سارے شیعہ ہیں، یہ آپس میں تو نہیں لڑیں گے لہٰذا فرقہ واریت ایران کے اندر نہیں ہوسکتی لیکن اگر پابندیاں لگا کر ان کی روٹی بند کر دیں تو ان کی چیخیں نکلیں گی۔ جبکہ پاکستان میں اور نوعیت مختلف ہے، مختلف مسالک، مختلف مذاہب ہیں، ان کے اندر پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے سب سے مؤثر ہتھیار مذہبی چپقلش اور مذہبی تنافر ہے، اس لیے دشمنانِ دین نے باقاعدہ طور پر اس کے لیے منصوبے بنائے ہوئے ہیں، پلاننگ کی ہوئی ہے اور اس پر مال صرف کرتے ہیں، مختلف قسم کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ اگر آپ کو اس پر شک ہے تو آپ اس ہندوستانی میجر کا کلپ سنیں جو پاکستان کو فتنے میں ڈالنے کے لیے، خود اپنی پلاننگ سرِ عام بتا رہا ہے کہ سوشل میڈیا کو پاکستان میں فرقہ واریت کے لیے استعمال کرو، مفتیوں، مولویوں کو استعمال کرو، مذہبی طبقے کو استعمال کرو، یہ پاکستان میں آگ لگا دیں گے اور یہ پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔

دوسری طرف جو گروہ موجود ہے وہ ایم آئی سکس ہے، وہ ایک اور طبقے کو تیار کر کے بیٹھا ہے۔ ایم آئی سکس کا طبقہ کیا کر رہا ہے؟ وہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ آپ محرم کی مجلس کا موضوع صرف ایک ہی رکھو ’دل آزاری، توہین، ہتاکی، دوسرے مذہب پر حملے، شیعہ اور سنی میں جنگ اور نفرت، یہ ایم آئی سکس کا ایجنڈا ہے۔ آپ یقین جان لیں، میری اس بات پر تحقیق کر لینا کہ اس سال کے محرم میں جہاں بھی کوئی ایسا نادان ملا، جو مذہبی منافرت پھیلاتا ہے، آپ اس کا کھوج لگاؤ تحقیق کرو گے تو یقیناً اس کے ڈوریں ایم آئی سکس سے ملتی ہوں گی، ممکن ہے دس واسطوں سے ملتی ہوں، آخر کار وہ ایم آئی سکس سے جا کر ملے گا اور وہ پکڑا جائے گا اور آپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ آپ اس کی تحقیق کرو۔ ظاہر ہے کہ تحقیق سوشل میڈیا سے نہیں ہوتی بلکہ میدانی تحقیق کرو، اس کے روابط کی تحقیق کرو۔ یہ فیس جو اس کو دی گئی ہے یہ کہاں سے آئی ہے؟ چونکہ یہ بانی مجلس تو اس پوزیشن میں ہی نہیں ہے کہ وہ اتنی زیادہ رقم ادا کر سکے، اس کے پاس اتنا مال ہی نہیں ہے جتنا یہ ان تاجروں کو دیتا ہے۔ ان تاجروں کو اتنا پیسہ جب دیا جاتا ہے تو یہ سارا پیسہ کہاں سے آتا ہے؟ وہاں سے پھر آپ کو کھوج ملے گا، میں نے

اس کا کوڈ بھی آپ کو بتا دیا ہے اور بعض لوگ ایسے ہیں جو با قاعدہ محرم الحرام کے دوران انگلینڈ سے بریف کیس لے کر آتے ہیں اور یہاں آکر ایم آئی سکس کا ایجنڈا نافذ کرتے ہیں اور یہ پاکستان کے اندر اس قدر نا امنی پھیلانے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔

حسینؑ سب کا

ان شاء اللہ جس طرح امام حسین علیہ السلام کی قربانی نے دین بچایا، اسی طرح سے امام حسین علیہ السلام کی عزاداری آج بھی دین بچائے گی، امت بھی بچائے گی اور پاکستان کو بھی بچائے گی اور اس بات پر ہمارا ایمان ہے، یہ شعار ہماری سیاست نہیں ہے بلکہ یہ ہمارا دین ہے، یہ ہمارا ایمان ہے۔اور ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں بھی یہ دعا کرتے ہیں کہ خداوند تبارک وتعالیٰ ماہِ محرم کو تمام مسلمینِ جہان کے لیے، تمام بشریت کے لیے امن وحرمت واحترام کا مہینہ قرار دے ان شاء اللہ۔ او ماہِ محرم میں پاکستان میں خداوند تبارک وتعالیٰ امن وامان قائم فرمائے، اللہ تبارک وتعالیٰ تمام عزاداروں کی حفاظت فرمائے، مجالسِ عزا، اہلِ منبر، ذاکرین، واعظین، علماء، خطباء کی اللہ تبارک وتعالیٰ حفاظت فرمائے اور خداوند تبارک وتعالیٰ بانیانِ مجلس کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور پروردگار تمام مسلمین کو امام حسین علیہ السلام کا سوگ اور یاد منانے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ بات محرم الحرام کی مجالسِ عزا سے ثابت کریں کہ ''حسینؑ سب کا'' اور یہ عملاً ثابت ہو، ہر امام بارگاہ سے یہ پیغام منتشر ہو کہ ''حسینؑ سب کا'' ہے۔ ہر عزادار پوری دنیا کو بتائے۔ یہ چند نوحے ہمارے عزیزوں نے بہت اچھے لکھے ہیں، میں ان شاعروں اور نوحہ خوانوں سے التماس کروں گا کہ وہ اسی شعار کا نوحہ بنائیں ''حسینؑ سب کا'' اس کا پورا نوحہ بنائیں تا کہ یہ پیغام ساری دنیا کو پہنچے اور پاکستان کے ہر ایک بچے کو یہ پتہ چل جائے کہ امام حسین علیہ السلام ہمارے بھی ہیں اور ہم امام حسین علیہ السلام کے پیروکار ہیں، امام حسین علیہ السلام سے محبت کرنے والے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین علیہ السلام کے بارے میں یہ بیان فرمایا کہ اگر دنیا میں امام حسین علیہ السلام سے تمہارا کوئی سروکار نہیں رہا تو ایک بات یاد رکھنا کہ امام حسین علیہ السلام ''**سید الشباب اهل الجنة**'' ہیں۔ تیرا تو

دنیا میں کوئی تعلق ہی امام حسین علیہ السلام سے نہیں تھا تو تُو اب جنت میں کیسے جائے گا؟ جنت کے بارے میں تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جنت حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کی سرداری میں ہے تو پھر ان سرداروں کے جب دن آتے ہیں تو آپ کو تعظیم کرنی چاہیے ان سرداروں کی ، تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا میں بھی عزت عطا فرمائے اور آخرت میں بھی ہم سب کو جنت عطا فرمائے ، ان شاء اللہ۔

فصل ہشتم

دینی مراکز کی حرمت وذمہ داریاں

دینی مراکز کے امین خدّام

جولوگ کسی بھی مرکز میں اپنے دوش پر ذمہ داری لیتے ہیں تو جس طرح ان کا مقام عظیم ہے اسی طرح ان کی ذمہ داری بھی ہے جس طرح علماء ہیں کہ خدا کی بارگاہ میں عالم کا مقام بہت عظیم ہے لیکن اس کی ذمہ داریاں بھی بہت عظیم ہیں، عام لوگوں کی طرح ان کا حساب نہیں ہوگا اور اہل علم سے چشم پوشی نہیں ہوگی اسی طرح مذہبی مراکز خواہ وہ مسجد، امام بارگاہ، مدرسہ یا لائبریری وغیرہ ہو جہاں کوئی مذہبی و دینی خدمت انجام پارہی ہے انہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور فخر کرنا چاہئے کہ اس نے آپ کو اس کی خدمت کے لئے منتخب کیا اور فرصت و توفیق عطا کی لیکن آپ کو ساتھ ساتھ اپنی ذمہ داری کا بھی احساس کرنا چاہئے۔ مختلف منصب اور عہدوں پر فائز لوگوں سے روز محشر عام لوگوں کی طرح پوچھ گچھ نہیں ہوگی چونکہ امام بارگاہ و مسجد اور دیگر مذہبی مراکز اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں اور صحیح امانتدار وہی ہوتا ہے جو امانت کو پوری ایمانداری کے ساتھ اپنے ذمہ لے، اس کی حفاظت کرے اور اسے بخوبی ادا بھی کرے جہاں اسے ادا کرنا ہے۔

مذہبی مراکز کے ذمہ دار افراد کے لئے ایک امانت داری یہ ہے کہ جن مقاصد کے لئے وہ مرکز وجود میں آیا ہے ان مقاصد کو فراموش کر کے ان میں عُہدوں کی رقابت شروع نہیں ہونی چاہئے۔ عہدوں اور اختیارات کی کھینچا تانی نہیں ہونی چاہئے۔ ادارے کو تباہ و برباد کرنے کے لئے یہ رقابت انتہائی نقصان دہ ہے، تاہم اگر رقابت اور مقابلہ دینی مرکز کی زیادہ خدمت کرنے میں ہو، اس مرکز کو زیادہ وقت دینے میں ہو تو یہ ایک اچھی رقابت ہے، یہ اچھی بات ہیں کہ بڑھ کر ذمہ داری لیں۔

امام سجادؑ کا فرمان ہے:

اَللّٰھُم... لَاتَستَبدِلُ بِی غَیرِی ......[1]

---

[1]...... (صحیفۂ سجادیہ، ص: ۲۳۰)

دینی مراکز کے امین خدّام

پروردگار جو کام تو نے میرے ذمہ ڈالا ہے جو کام تو نے مجھ سے لینے کا ارادہ کیا ہے وہ کام کسی اور کے ذمہ نہ ڈال۔ وہ کام مجھ ہی سے لے۔ ایسا نہ ہو کہ کام میرا ہو اور کسی اور کے ذمہ کام ڈال دوں کہ وہ اس کو انجام دے۔

آگے بڑھ کر کوئی ذمہ داری اپنے ذمہ لیں لیکن اسے اپنے لئے کوئی امتیاز یا منصب نہ سمجھیں بلکہ یہ سوچیں کہ اب جبکہ آپ کو ایک مسئولیت، ایک ذمہ داری، ایک امانت مل چکی ہے تو اس ذمہ داری و امانت کے لئے آپ کو جوابدہ بھی ہونا پڑے گا۔

منبر کا تقدس اور قابلیت

مراکز کی فعالیت کا دارومدار مراکز کے بانیان اور ان کی انتظامیہ کی سوچ، فکر اور ان کی نگاہ پر ہوتا ہے۔ مذہبی مراکز میں سال بھر مختلف مجالس و محافل اور دیگر اجتماعات کے دوران منبر پر کس قسم کے افراد جلوہ گر ہوتے ہیں، ان کی سوچ و فکر کس سطح کی ہوتی ہے؟ ان میں منبر رسول پر بیٹھنے کی کتنی اہلیت و قابلیت ہوتی ہے؟ اور ان مقررین کی وجہ سے ان مراکز میں آنے والے لوگوں کو کتنا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ ان سب کا دارومدار ادارے کے منتظمین پر ہوتا ہے مثلاً اگر ایک مرکز میں پانچ سو افراد ایک گھنٹے کے لئے آئے ہیں تو اس طرح اس مرکز کے منتظمین قوم و ملت کے پانچ سو قیمتی گھنٹے حاصل کرتے ہیں۔ ان پانچ سو گھنٹوں میں لوگوں کو منبر سے اور اس مقرر کی تقریر سے کیا حاصل ہوا۔ اس کی تمام تر ذمہ داری مرکز کے منتظمین پر عائد ہوتی ہے کیونکہ اگر وہ چاہیں تو یہ پانچ سو گھنٹے مفید بھی بنا سکتے ہیں اور اگر وہ چاہیں تو یہ پانچ سو گھنٹے ضائع بھی کر سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے کسی اہلِ علم، متقی، قابل اور دین کا درد رکھنے والے شخص کو تقریر کی دعوت دی ہے تو وہ ان پانچ سو گھنٹوں کو مفید بنا سکتا ہے۔

جہاں اس خطیب سے روز محشر اس کے عمل کے بارے میں سوال ہوگا وہاں مراکز کے منتظمین بھی اپنے عمل کے جوابدہ ہوں گے۔ پانچ سو گھنٹوں کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ بڑے بڑے محکموں میں سال بھر پانچ سو گھنٹے کام نہیں ہوتا لیکن اگر ایک مرکز میں لوگوں سے روزانہ پانچ سو گھنٹے حاصل کئے جاتے ہیں تو یہ بھی ایک امانت ہے۔ ایک الٰہی ذمہ داری ہے۔

زندہ دینی مراکز

احیائے مرکز سے مراد یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے وہ مرکز بنایا گیا ہے، اس سے وہ مقصد حاصل کیا جا رہا ہو جیسے احیائے لیلۃ القدر ہے۔ لیلۃ القدر کا احیاء صرف اس رات جاگنے سے نہیں ہوتا۔ اگر صرف جاگنا احیاء ہوتا تو ہمارے معاشرے میں سڑک کے کنارے، تھڑوں اور دیگر مختلف مقامات پر لوگ بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اصل میں یہ مردہ رات ہے کیونکہ تھڑے پر بیٹھ کر انسان صرف اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو ہی ضائع کر رہا ہے۔ پس جو چیز ہاتھ سے جاتی ہے اسے موت کہتے ہیں۔ اس لئے یہ احیائے لیل نہیں بلکہ اماتۃ اللیل ہے، یعنی رات کو مارنا اپنی زندگی کو مارنا ہے پس اس طرح وقت ضائع کرنا زندگی، روح اور انسانیت کی موت ہے۔ انسان جس رات میں ہزار مہینوں کے سفر کو طے کرے اسے احیاء کہتے ہیں۔ اسے رات کو زندہ کرنا کہتے ہیں اور جب انسان رات کو زندہ رکھتا ہے تو وہ رات بھی انسان کو زندگی عطا کرتی ہے۔ ایسے انسان کو زندہ کہا جاتا ہے۔ ایسے انسان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر وہ سو بھی جائے تو وہ زندوں میں شمار ہوتا ہے جس طرح شہید زندوں میں شمار ہوتا ہے:

خدا فرماتا ہے کہ

وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْن......[1]

اور جو لوگ سبیلِ خدا میں مارے گئے ہیں قطعاً انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس سے رزق پا رہے ہیں۔

یہ سبیل خدا ہے۔ یہ خدا کا راستہ ہے۔ اس راستے میں اگر موت بھی آجائے تو بھی انسان زندوں میں شمار ہوتا ہے۔ مردوں میں شمار نہیں ہوتا لیکن اگر اپنے اوقات ضائع کرے تو زندہ ہوتے ہوئے بھی مردوں میں شمار ہوتا ہے۔

زندہ مرکز، زندہ امام بارگاہ، زندہ مسجد، زندہ لائبریری وہی ہوتی ہے جہاں فکری کام ہو رہا ہو، جہاں احکام الٰہی اور معصومین علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے لوگوں کو تیار کیا جا رہا ہو، جوانوں کی کردار سازی کی

---

[1]...... (آل عمران، آیۃ:۱۶۹)

جارہی ہو، لوگوں کے دینی، عملی و علمی مسائل حل کئے جا رہے ہوں لیکن اگر مرکز میں لوگ صرف آ رہے ہیں اور جا رہے ہیں تو ایسے مرکز کو زندہ مرکز نہیں کہیں گے۔ زندہ مرکز وہ ہوتا ہے جہاں اگر لوگ خالی ذہن آئیں تو کچھ نہ کچھ اپنے ذہن میں لے کر جائیں۔ اسی طرح زندہ نماز اور معمول کی نماز میں فرق یہ ہے کہ زندہ نماز انسان کی روح کو زندگی عطا کرتی ہے۔ اسے برائی، منکرات، فحاشی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے روکتی ہے۔ یہ وہ نماز ہے جو روز بروز انسان کو تبدیل کرتی جا رہی ہے۔ ورنہ وہ نماز جسے انسان روزانہ پڑھ بھی رہا ہو اور ساتھ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی بجالا رہا ہو تو ایسی نماز زندہ نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کی نماز اللہ کے ہاں قبول ہو رہی ہے تو وہ یہ دیکھے کہ اس کی روزمرہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا گراف گر رہا ہے یا بڑھ رہا ہے۔ اگر روزمرہ زندگی میں خدا کی نافرمانی کم سے کم ہوتی جا رہی ہے اور خدا کے احکامات کی بجا آوری زیادہ سے زیادہ ہوتی جا رہی ہے تو اس کی نماز قبول ہے۔

اسی طرح زندہ عزاداری وہ ہے جہاں انسان آئے، شرکت کرے اور اس کے اندر روحِ کربلا، روحِ عاشورا اور روحِ حسینیت پیدا ہو جائے۔ یہ زندہ عزاداری ہے جبکہ معمول کی عزاداری یہ ہے کہ کچھ لوگ کہیں جمع ہو گئے، ایک فرد نے منبر سے کچھ پڑھ لیا، لوگ رو لیئے، سینہ کوبی کی اور گھروں کو چلے گئے یہ سمجھ کر کہ انہوں نے ذمہ داری نبھالی، انہوں نے عزاداری کا حق ادا کر دیا تو یہ عزاداری نہیں ہے۔

دینی مراکز کے دلیر متوّلی

مذہبی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے دیگر خصوصیات کے ساتھ ساتھ شجاعت اور دلیری کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر مرکز میں بزدل اور ڈرپوک لوگ گھس جائیں اور ذمہ داریوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیں تو وہ مرکز کو بھی اور مرکز میں آنے والوں کو بھی اسی طرح بزدل بنا دیتے ہیں جبکہ دلیر، بہادر اور شجاع لوگ اگر مراکز میں منتظمین کے طور پر کام کر رہے ہوں تو وہ مرکز میں آنے والے لوگوں کو بھی اپنی طرح دلیر بناتے ہیں۔ ان کو بھی شجاع بنا لیتے ہیں۔

دلیری کی کئی شکلیں ہوتی ہیں۔ دلیری کا ایک عملی مظاہرہ دشمن کے مقابلے میں کیا جاتا ہے۔ایک دلیری یہ ہے کہ انسان اپنے موقف پر ڈٹا رہے۔حق پر استقامت اور بہادری دکھائے، ایک دلیری یہ ہے کہ انسان جس راستے پر چل پڑا ہے اس راستے پر دلیری دکھائے، اپنے عقیدے پر دلیری دکھائے۔ یہ سب شجاعت و دلیری کے میدان ہیں اور دشمن کے مقابلے میں بزدلی کے بجائے ایک جوان زیادہ دلیری دکھا سکتا ہے۔لوگوں کو بھی چاہیئے کہ وہ مراکز کے لئے دلیر، شجاع اور امانت دار لوگوں کا انتخاب کریں۔ایسے لوگ جن کے اندر امانت داری کی صفت موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے دین کی امانت ایسی شخصیت کو دی جس کا نام ہی امین پڑ گیا۔لوگ، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے یعنی نبوت پر فائز ہونے سے پہلے امین کے نام سے جانتے تھے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی امانت اس امین کو سونپ دی۔ پس مراکز میں بھی امانت دار اور شجاع لوگ ہوں جن میں فیصلہ کرنے کی شجاعت ہو کیونکہ اگر انسان شجاع نہ ہو، دلیر نہ ہو تو بعض مشکل اور اہم فیصلے نہیں کر سکتا، اور کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ اگر آپ دنیا پر نظر ڈالیں تو ایسے لیڈر آپ کو بہت کم ملیں گے جو فیصلہ کرنے میں ٹال مٹول سے کام نہیں لیتے، کسی گھبراہٹ یا خوف کا مظاہرہ نہیں کرتے۔مہینوں کے اجلاسوں میں بزدل لوگ جو فیصلہ نہیں کر پاتے دلیر اور شجاع لوگ وہ فیصلہ منٹوں میں کر دیتے ہیں۔ان کے ہاتھ میں اسلحہ بھی نہیں ہوتا نہ ہی وہ انسانی زندگیوں کو خودکش حملوں سے تباہ کرنے کی دھمکی دیتے ہیں لیکن پھر بھی ساری دنیا کہتی ہے کہ فلاں شخص انتہائی دلیر انسان ہے۔

روایتی مراکز کے معمول کے کام کرنے کے لئے بہادری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہر سال دیگر مراکز میں جو کچھ ہو رہا ہے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ذہن میں مقصد رکھے بغیر وہی کام کرنا ہو تو شجاعت کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ شجاعت کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب انسان نئے قدم اٹھاتا ہے، نئی راہیں تلاش کرتا ہے۔بعض ایسے اقدامات ہوتے ہیں جنہیں دوسرے مراکز انجام دینے سے گھبراتے ہیں، انہیں اس کی ناکامی کا خوف، حکومتی اداروں کی طرف سے انتقامی کاروائیوں، قید و بند، ملازمت سے برطرفی، حکومتی مراعات واپس چھن جانے، حکومتی دعوتوں اور تقریبات میں نہ بلائے جانے کا خوف ہوتا ہے تو ایسے حالات میں مراکز فیصلہ نہیں کر پاتے اگر ان کی انتظامیہ میں شجاعت نہ ہو۔

شجاع انسان چونکہ اللہ پر توکل کرتا ہے اور ہر کام اللہ کے لئے ، اللہ کی راہ میں کرتا ہے اور اللہ کا یہ وعدہ بھی ہے کہ وہ دلیروں اور شجاع لوگوں کو کبھی اپنے حال پر نہیں چھوڑتا جبکہ بزدلوں کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے کہ خود بھگتو! حزب اللہ کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ایک طرف اسرائیل جس کے پیچھے امریکہ، یورپ اور عرب ممالک جبکہ دوسری جانب چند ہزار عاشورائی جوان۔اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے حال پر نہیں چھوڑا۔کیوں نہیں چھوڑا؟ کیونکہ وہ دلیر تھے۔ان کا اللہ پر بھروسہ تھا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ بھی انہیں ان کے حال پر نہیں چھوڑتا لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں اللہ نے ان کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔

دین وملت کے مفاد میں فیصلے کرتے وقت ہمیں ڈرنا نہیں چاہئے۔ہر وقت، ہر لمحے ہمیں اللہ پر بھروسہ کرتے رہنا چاہئے۔بندگان خدا کا خوف دل سے نکال دیں۔اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غدیرِ خُم کا اہم اعلان کروانا چاہا تو پیغمبرؐ سے کہا کہ اے نبیؐ! لوگوں سے نہ ڈریں۔اللہ آپ کو بچائے گا۔غدیر کے مقام پر ولایت علیؑ کا اعلان انتہائی اہم اعلان تھا۔یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بہت بڑا قدم تھا اور معمول سے ہٹ کر یہ عمل انجام دینا تھا۔ہر سال کے مراسمِ حج کی طرح اِس سال کا حج نہیں تھا۔اس حج کے دوران رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انتہائی اہم قدم اٹھانا تھا، انتہائی اہم اعلان کرنا تھا۔پس اللہ نے اپنے نبیؐ سے کہا کہ آپ کو گھبرانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔اللہ پر بھروسہ کر کے یہ قدم اٹھائیں:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ......[1]

اور اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

ایک آیت میں ہے کہ

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَداً إِلَّا اللَّهَ ...... [2]

جو لوگ اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں وہ فقط اللہ ہی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

[1]...... (سورة المائده،آية :٦٧) [2]......(سورة الاحزاب،آية:٣٩)

دینی مرکز سے عالمی الٰہی پیغام صادر ہو

اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ جو کچھ ان دینی مراکز میں پیش ہوتا ہے وہ معیاری ہونا چاہیئے۔ اگر لوگوں کے لئے اچھا مواد پیش ہوتا ہے تو اس ثواب میں انجمنوں اور دینی مراکز کی انتظامیہ بھی شامل ہے کیونکہ اگر ان مراکز سے لوگ ہدایت، نور یا علم لے کر گئے ہیں تو انجمنوں کی انتظامیہ باعث بنی ہے۔ اس لئے انتظامیہ ثواب میں برابر کے شریک ہے۔ اگر دینی مراکز، انجمنوں، امام بارگاہوں، مساجد اور مدارس سے ہدایت کے برخلاف کوئی چیز پیش ہوتی ہے تو اس گناہ میں بھی مراکز کے انتظامیہ برابر کے شریک ہیں۔ اس وقت انتظامیہ کا گریباں پکڑا جانا چاہیئے کہ آپ ادارے کے امانت دار تھے، دین کے نام پر لوگوں کو کیا دے رہے ہیں؟

اگر مراکز کے ذمہ دار دین وملت کی سربلندی اور مرد وزن کی تعمیری واخلاقی سوچ وتربیت کے ساتھ آگے آئیں اور معاشرے میں اپنا مثبت اور دلیرانہ کردار ادا کریں تب کامیابی ہے۔ اور اس پیغام کو پوری دنیا تک پہنچانا چاہیئے۔ فکر اور پیغام الٰہی، عالمی ہونا چاہیئے چونکہ حسینیت عالمی ہے۔ حسینیت کسی ایک علاقے، قوم یا برادری کے لئے نہیں بلکہ ایک عالمی نہضت، ایک عالمی تحریک کا نام ہے۔

اپنے دروازے سب کیلئے کھلے رکھیں

آپ کے دل کا اور آپ کے ادارے کا دروازہ سب کے لئے ہمیشہ کھلا ہوا ہو۔ جس طرح اہلبیت علیہم السلام کا دروازہ ہر خاص وعام کے لئے ہمیشہ کھلا تھا اگر آپ صحیح معنوں میں اہلبیت علیہم السلام کے پیروکار ہیں تو دلوں سے اور اپنے مراکز سے تعصّبات کا خاتمہ کر دیں۔ سب کو ان اداروں میں خدمت کرنے کی اجازت ہو، رضاکارانہ کاموں میں حصہ لینے کی اجازت ہو۔ اپنے ساتھ سب کو شریک کریں۔ اپنے اداروں میں ایک خدائی رنگ پیدا کریں۔

جس طرح اللہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے آپ بھی اپنے پیار ومحبت کا دروازہ سب کے لئے کھول دیں اور ملت کے درمیان سے نفرتوں کا خاتمہ کر دیں۔ مراکز کو اس سطح پر پہنچا دیں تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ اگر کوئی حیات بخش اور انسانی روح کو زندہ وجاوید کرنے والا پیغام مل سکتا ہے تو آپ کے مرکز سے ہی مل سکتا ہے

اورلوگ سیدھے کھینچے ہوئے آپ کے مرکز میں آئیں۔اس کے لئے تھوڑی محنت اورزحمت کرنی پڑے گی، وقت دینا پڑے گا۔ایسا نہ ہو کہ عہدے لے کراس عہدے کے ساتھ جڑے ذمہ داریوں کو بالکل بھول جائیں اورآپ کا کردارادارے میں صرف میٹنگ بازی اوراجلاس بازی تک ہی محدود ہوجائے۔

مراکز کے اتقاء کی مسلسل کوشش

ہر روز کو دوسرے روز سے مختلف اور بہتر بنانے کے لئے ،تعمیروترقی اورتبلیغ کے لئے مزید کوشش کرنی پڑے گی۔تب آپ کا مرکز ایک زندہ اورفعال مراکز میں شمار ہوگا۔بسااوقات ایک مرکز کی جتنی گنجائش ہوتی ہے ہم اس سے کم فائدہ اٹھاتے ہیں۔اگرایک کارخانے میں روزانہ ایک سوگاڑیاں بنانے کی گنجائش ہے اوراس میں روزانہ صرف دس گاڑیاں بن رہی ہیں تو یہ اس کارخانے کےساتھ زیادتی ہے۔اس کی وجہ کارخانے داراوروہاں موجودانتظامیہ کی سستی،کوتاہی،کاہلی اورنااہلی ہے۔

معاشرے کے باعمل علماء اورزندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ملت کے مخلص، دل سوز، دردمند ورہمدردافرادو ماہرین کےصلاح ومشوروں کےساتھ پہلے اس بات کاتعین کرلیں کہ مرکز کی کتنی گنجائش ہے؟ آپ کے پاس کتنے وسائل ہیں؟ آپ مرکز میں کیا کیا کرسکتے ہیں؟ آپ مرکز کوکہاں، کس بلندی پر پہنچانا چاہتے ہیں؟ جب ہدف کاتعین ہوجائے تو پھراس بات کا اندازہ لگائیں کہ ہدف تک پہنچنے کے لئے آپ کوکن وسائل کی ضرورت ہے؟ جب ان دونوں عوامل کاتعین ہوجائے تو اللہ کا نام لے کروسائل کی تلاش کے بعدکام کا آغاز کردیں اورجب آپ اللہ کے دین کے لئے اہلبیتؑ کے پیغام کوگھرگھر پہنچانے کے لئے کسی مرکز میں تعمیراتی اورتبلیغاتی کام کا آغاز کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی دیکھ رہاہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنا چین،سکون،آرام چھوڑکراُس کے کام کوآگے بڑھانے کے لئے کوشش کررہے ہیں تو وہ بھی اس کام میں آپ کی مدد کرتا ہے۔

دینی مرکز کا حساب کتاب شفاف رکھیں

دینی مراکز کے ذمہ داران اس بات کو یقینی بنائیں کہ مرکز میں ہونے والے آمد وخرچ کا حساب شفاف ہو۔ آمد وخرچ کی ماہوار رپورٹ، سہ ماہی یا سالانہ رپورٹ ملت کے سامنے پیش ہوتا کہ لوگوں کو اعتماد ہو کہ جو مالی تعاون انہوں نے مرکز کے ساتھ کیا تھا وہ اس مقصد کے لئے خرچ ہو چکا ہے۔ تب آپ کسی سے مزید تعاون کی امید رکھ سکتے ہیں۔ اگر آپ نے یہ روش اختیار کی تو جنہوں نے پہلے ہزار روپے دیئے تھے وہ اس بار اس سے بھی زیادہ دیں گے کیونکہ اب انہیں یقین ہو چکا ہے کہ اس ادارے میں لوگوں کی طرف سے کیا جانے والا تعاون صحیح راہ میں خرچ ہوتا ہے، اسے یقین ہوجائے گا کہ اس نے مالی تعاون ہمدرد اور امانت دار لوگوں کے ہاتھوں میں دیا ہے۔

لوگ وقت نہیں دیتے لوگوں کے پاس وقت نہیں نہیں لیکن وہ رقم دینے کے لئے تیار ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آپ اپنی ضرورت بتائیں تا کہ وہ آپ کے ساتھ مالی تعاون کر سکیں۔ جب مالی تعاون کر لیتا ہے لیکن کافی عرصہ گزر جانے کے بعد اس بات کا مشاہدہ کرتا ہے کہ اس رقم کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا، اس سے کوئی کام نہیں ہوا، کوئی آؤٹ پُٹ (OutPut) نظر نہیں آرہا۔ مالی تعاون حاصل کرنے کے بعد مراکز کو کچھ کر کے دکھانا چاہئے۔ اس سے لوگوں کا اعتماد مراکز پر بڑھتا ہے اور یہ ایک نفسیاتی اثر ہے۔ جتنا مراکز کے امور لوگوں کے سامنے صاف اور شفاف ہوں گے اتنا لوگوں کا مراکز پر اعتماد زیادہ ہوگا جتنا آپ چھپا کر رکھیں گے لوگ اسے شک کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

بعض اوقات یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کسی نے ہزار روپے کی مدد کی ہے تو ایک لاکھ روپے کا نتیجہ دیکھنا چاہتا ہے یا ایسے بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے کچھ نہیں دیا ہوتا لیکن زیادہ سوال وجواب اور اعتراضات بھی انہیں کی طرف سے ہوتا ہے۔ مراکز اور مراکز کے ذمہ دار افراد کے خلاف الزامات بھی ایسے اشخاص ہی لگاتے ہیں اور لوگوں کو اداروں کے خلاف اکساتے ہیں، لوگوں کو اداروں کے خلاف گمراہ کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا کام ہی اعتراض کرنا، تنگ کرنا اور تعمیراتی اور تبلیغاتی کاموں میں رکاوٹ بننا ہے۔ ان کو آپ

جتنا سمجھانے کی کوشش کریں انہوں نے اعتراض کر کے ہی چھوڑنا ہے۔اچھے کام میں کیڑے نکال کر ہی چھوڑنا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں نیک کام کرنے کی توفیق حاصل نہیں اس لئے دوسروں کو بھی نیک کام کرنے سے روکنا چاہتے ہیں۔

بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ ایک نیک کام کے لئے لوگوں کی اکثریت متفق ہوگئی ہے لیکن وہ شخص اچانک ایک ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ اس اکثریت میں جواس نیک کام پر متفق تھی پھوٹ پڑ جاتی ہے اور وہ لوگ آپس میں الجھ پڑتے ہیں۔ پس ایسے افراد اور ایسے افراد کی سازشوں اور خفیہ ایجنڈوں سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کریں۔ ایسے افراد کی رائے کو اہمیت نہ دیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ ہمیشہ ٹھیک ہوتا ہے لہٰذا سب کو ان کی بات رائے اور تجویز پر عمل کرنا چاہئے۔ باقی سارے افراد غلط کہہ رہے ہوتے ہیں اور ان کی رائے قابل عمل نہیں۔ ویسے وہ لوگ جو اعتراض برائے اعتراض کرتے ہیں ایسے افراد آپ لوگوں کو مزید فعال رکھنے کے لئے ہونے چاہیں۔ ایسے افراد سے گھبرایا نہ کریں۔ ان کی وجہ سے آپ کو اپنا کام مزید بہتر بنانے کا موقع ملتا ہے حالانکہ ان کے اعتراض کا مقصد تعمیری نہیں ہوتا بلکہ تخریبی ہوتا ہے لیکن آپ لوگوں کو ہمت نہیں ہارنی چاہئے۔ مضبوط ارادوں اور اللہ کی مدد کے ساتھ کام کو آگے بڑھاتے رہیں۔

اگر کسی نے کچھ نہیں بھی دیا اور آپ سے حساب مانگ رہا ہے تو اسے حساب بتانے میں کوئی حرج نہیں۔ کب تک وہ تنگ کرتا رہے گا؟ کب تک وہ اعتراض کرتا رہے گا؟ ایک وقت آئے گا جب وہ اپنے گزشتہ اعمال اور رویوں کے لئے آپ کے سامنے شرمندہ ہوگا۔

دینی مرکز کا سافٹ ویئر مضبوط کریں!

اگر آپ کے پاس ایک کمپیوٹر موجود ہے لیکن کمپیوٹر کو چلانے کے لئے اس کے اندر سوفٹ ویئر (Software) موجود نہیں تو وہ کمپیوٹر کی شکل میں آپ کے پاس ایک ڈبہ ہے جو آپ کے سامنے پڑا ہے۔ دینی مرکز کی عمارت ہارڈ ویئر (Hardware) ہے یہاں سے آگے اسے سافٹ ویئر (Software) کی

ضرورت ہے اور جتنا سافٹ وئیر قوی ہوگا اتنا مرکز زندہ تر ہوگا۔ سوفٹ وئیر سے مراد یعنی جہاں سے پیغام نکلتا ہے جو تعلیم، عبادتیں، عزاداری وغیرہ ہوتیں ہیں اور جو کچھ یہاں سے لوگوں کو ملتا ہے۔ کسی بھی عمارت کی کامیابی اس عمارت میں انجام پانے والی مثبت سرگرمیوں اور فعالیت پر ہے۔ یہی سرگرمیاں ہیں جو اس عمارت کو ایک مرکزی حیثیت دیتی ہیں۔ مرکز کا پیغام، تعلیم، عبادات، تبلیغ، فلاحی اموراور عزاداری یہ سب جتنی موثر، قوی اور دور حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق البتہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے ہوگی اتنا ہی زندہ تر آپ کا مرکز ہوگا۔

مرکز کو وسعت دیں

کسی ایک دائرے یا علاقے میں اپنے آپ کو محدود نہ کریں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے علاقہ سے باہر ملک میں یا ملک سے باہر کوئی آپ کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کرے تو آپ کو اپنے مرکز کا پیغام پہلے ان تک پہنچانا ہوگا، اپنی کارکردگی کو ان تک پہنچانا ہوگا۔

سال بھر فعالیت جاری رکھیں

اپنے پیغام کو پوری دنیا تک پہنچائیں۔ مرکز میں صرف محرم اور صفر کے دوران ہی سرگرمیاں نہ ہوں بلکہ سال بھر مرکز کو فعال رہنا چاہئے، یہاں تعلیم وتربیت کا کام جاری رہے اور لوگ کچھ نہ کچھ یہاں سے لے کر جاتے رہیں۔

مرکز کو آفات سے پاک رکھیں

مراکز کے لئے کچھ آفتیں بھی ہوتی ہیں جن سے بچنا مراکز کے ذمہ دار افراد کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ ان سے اجتناب اشد ضروری ہے۔ وہ ہے عہدہ پرستی، عہدوں کی جنگ۔ اگر مراکز کے ذمہ دار افراد عہدوں کی کھینچا تانی میں مبتلا ہو گئے تو دینی مراکز عہدوں کا میدان جنگ بن جائے گا۔ لوگ عہدوں کی وجہ سے

ایک دوسرے کو مختلف میدانوں میں شکست دینے کی کوشش کریں گے۔ ہر مسئلے کو ذاتی مسئلہ بنائیں گے، ہر بات کوانا کا مسئلہ بنائیں گے، ہر نیک کام میں رکاوٹ ڈالنا شروع کردیں گے۔افسوس ہوتا ہے جب دینی مراکز میں سرپرست، صدر، جنرل سیکرٹری، خزانچی وغیرہ کے عہدوں پر آپس میں رَسہ کشی ہورہی ہوتی ہے۔

دینی مرکز میں جدّت لائیں

بچوں، بچیوں، خواتین، مردوں اور جوانوں کے لئے ہرروز ایک نئے انداز سے پروگرام پیش کریں۔اپنے پروگراموں میں جدّت پیدا کریں۔ ایسا نہ ہوکہ ایک پروگرام سالہا سال سے چلا آرہا ہے تو اس کو اسی طرح آگے بڑھائیں۔ ہر کام میں بہتری کی گنجائش ہمیشہ ہوتی ہے۔اس لئے روز بروز کام کو بہتر سے بہتر بنائیں اور کوشش کریں کہ دیگر مراکز کی دیکھادیکھی کام نہ کریں۔

کوشش کریں ہمدرد، مخلص، دل سوز اور تعصّبات اور ذاتیات سے پاک افراد کو ساتھ لے کر چلیں۔ اتحاد و اتفاق کے ساتھ ایک کام کو شروع کریں اور اسے انجام تک پہنچائیں۔اس طرح ان شاءاللہ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا لطفِ خاص آپ کے شامل حال رہے اور اگر آپ امام عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا لطفِ خاص حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے آپ کو بھی کچھ خاص کام انجام دینا ہوں گے، اپنے قلب کو خالص کرنا ہوگا۔ایسا نہ ہو کہ آپ اپنے یا اپنے قوم و قبیلے کے نام و نمود کے لئے کوئی کام انجام دیں۔

دینی مرکز میں جدّت لائیں

امام زمانہ (عج) کی توجہ حاصل کرنے کا راز

ویسے تو حضرت حجت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی توجہ سب کی طرف ہے لیکن ان کی خاص توجہ حاصل کرنے کے لئے آپ کو خاص اور غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔کلاس میں کچھ طالب علم معمولی نمبروں سے پاس ہوجاتے ہیں، کچھ فیل ہوجاتے ہیں اور کچھ اچھے نمبروں سے پاس ہوجاتے ہیں لیکن ایک طالب علم ایسا ہوتا ہے جو سب سے نمایاں پوزیشن حاصل کرتا ہے اور پوری کلاس میں پہلی پوزیشن حاصل کرکے

اپنے استاد کی خاص توجہ حاصل کرتا ہے۔اپنے والدین ، رشتہ داروں اوردوستوں کا ہردل عزیز بن جاتا ہے۔پس اگر آپ بھی اپنا ہرعمل اس یقین کے ساتھ انجام دیں کہ حجت خداامام زمانہ(عج) آپ کو دیکھ رہے ہیں توامام زمانہ(عج) کا نظرِ خاص آپ کے شامل حال ہوجائے گی۔

دینی مرکز کا انقلابی وحسینی پیغام

کوشش کریں مراکز سے اتحادویگانت اور بھائی چارے کا پیغام دیں، انقلابی پیغام پہنچائیں، حسینی پیغام پہنچائیں وروحِ عزاداری آپ کی عزاداری کے اندر نظر آئے۔عزاداری انجام دیتے ہوئے یقین کرلیں کہ امام حسین علیہ السلام آپ کو دیکھ رہے ہیں اورعزاداری کے نام پرآپ جواعمال انجام دیتے ہیں اسے ان کے سامنے رکھ کر دیکھیں کہ کیا وہ آپ کے اس عمل سے راضی ہیں؟ جوانوں کو چاہئے کہ وہ امام حسین علیہ السلام کے سامنے زندہ ، بامعرفت اورمثالی عزاداری پیش کریں۔ایسی عزاداری جسے دیکھ کر دوسرے لوگ آپ کے طریقۂ عزاداری کو اپنائیں۔

امام حسین علیہ السلام جیسی عاشقانہ نماز قائم کریں

عزاداری اور جلوس کے دوران نماز کو ہرگز فراموش نہ کریں بلکہ جس طرح امام حسین علیہ السلام نے کربلامیں حالت جنگ میں نماز قائم کی تھی آپ بھی امامؑ کی طرح جلوس عزامیں نماز قائم کرکے ان کے حقیقی اور عملی پیروکار بنیں۔یادرکھیں! مجبوریوں اورمسائل کوفرائض اورواجبات کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئے، مشکلات کوفرائض کی انجام دہی میں آڑے نہیں آنا چاہئے۔پورے ملک میں تشیع کے خلاف جس طرح کا پروپیگنڈہ جاری ہےاس میں ایک یہ بھی ہے کہ شیعہ نماز نہیں پڑھتے۔پس روز عاشور آپ کو یہ پیغام دینا ہے کہ آپ اللہ کی عبادت کرنے والے ہو۔آپ نماز کوقائم کرنے والے ہو۔شروع میں ہر ماتمی دستہ اپنے دستہ میں نماز کا اہتمام کرے۔پھر آہستہ آہستہ ایک وقت ضرورآئے گا کہ یوم عاشور کو پوراجلوس ایک امام کے پیچھے

باجماعت نماز ادا کرے گا۔

وہ سنت جسے امام حسین علیہ السلام نے عین ظہر کے وقت ادا کیا یعنی اپنے اصحاب کے ساتھ نماز کو قائم کیا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اس سنت کو ہم نے، عزاداروں نے بھلا دیا؟ اگر ہم عملی طور پر حسینی ہیں تو ہمیں ہر وہ عمل انجام دینا چاہیئے جسے کربلا والوں نے انجام دیا۔ اگر کربلا میں اذان علی اکبرؑ ہے تو فجر کے وقت علی اکبرؑ کی نماز باجماعت بھی ہے۔ ہم نے اذان علی اکبرؑ لے لی اور نماز علی اکبرؑ چھوڑ دی۔ اگر علی اکبرؑ کا کردار پیش کرنا ہے تو پورا کردار پیش کریں، اگر اذان سنتِ علی اکبرؑ ہے تو نماز بھی سنتِ علی اکبرؑ ہے۔ روز عاشور بڑے پیمانے پر نماز باجماعت قائم کریں۔ میڈیا کو دعوت دیں۔ الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا پر جب ہزاروں افراد کے نماز پڑھنے کے بارے میں خبر آئے گی تو شیعہ کے نماز نہ پڑھنے کے بارے میں پروپیگنڈہ خود بخود جھوٹ میں بدل جائے گا۔

پیغامِ کربلا کیلئے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال

صرف تقریروں سے پیغام نہ دیں بلکہ دوسروں لوگوں کو ہماری مجالس میں آنے ہی نہیں دیا جاتا، کرفیوں سا سما بنا دیا جاتا ہے لہٰذا دوسرے طریقوں سے اپنا پیغام پہنچائیں جیسے شہر بھر میں مختلف مقامات پر سائن بورڈز سے استفادہ کریں۔ محرم کے دوران یا دیگر مہینوں میں آپ ان سائن بورڈز کو کرایہ پر لے کر ان پر سنی شیعہ اتحاد کے، شیعہ سنی اخوت و برادری اور کربلا کا پیغام لگا دیں اور اس طرح اپنا پیغام دوسروں تک پہنچانے کے لیے نئے نئے طریقے ڈھونڈیں۔

روزِ عاشور تمام پروپیگنڈا ناکام بنادیں

اپنے خلاف پروپیگنڈوں کو میڈیا کے ذریعہ ناکام بنائیں۔ ان پروپیگنڈوں کے خاتمے کے لئے محرم الحرام اور روز عاشور آپ کے پاس بہت بڑی فرصت ہے۔ اسے اس طرح ہاتھ سے جانے نہ

دیں۔سال بھراگرکوئی آپ کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے میں لگا رہے،صرف روز عاشور جو پیغام آپ کی طرف سے برادران اہل سنت کو جائے گا سال بھر کے پروپیگنڈوں کو نا کام بنانے کے لئے کافی ہے۔شیعہ اورسنی کے دشمن سال بھراس کا جواب نہیں دے سکیں گے۔صرف ہمیں طریقہ آنا چاہئے کہ کس طرح ہم اپنا پیغام دوسروں تک پہنچائیں۔

کامیاب وناکام مجالس کا معیار

ان دینی مراکزکوسال بھرفعال بنائیں۔ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں ان مراکز سے پیغام پہنچائیں۔ان دینی مراکز میں زندہ اور بامعرفت مجالس ومحافل اورعزاداری برپا کریں۔دینی مراکز میں رَش اور بھیڑ لگانا کرنا مقصد نہ ہوورنہ حالت یہاں پہنچ گئی ہے کہ پنجاب میں مجالس میں جہاں اہل بیت علیہم السلام جیسی پاک ہستیوں کا ذکر ہوتا ہے، جہاں پاک بیبیوں کا ذکر ہوتا ہے وہاں فلمی اداکاروں کوسلام،مرثیہ اورنوحہ پڑھنے کی دعوت دی جاتی ہے۔اسی طرح ایسے خطیبوں اورذاکروں کودعوت دی جاتی ہے جن کی وجہ سے امام بارگاہ میں رش بڑھے۔جیسے خطیبوں اورذاکرین کی کامیابی اورناکامی کا معیار انہوں نے کس بات کو بنایا ہے کہ جو خطیب یاذاکرلوگوں کوزیادہ رُلائے گاوہ خطیب کامیاب ہے۔اسی طرح مراکز کے انتظامیہ کی کامیابی اورناکامی کا معیارانہوں نے اس بات کو بنایا ہے کہ جس مجلس اور مرکز میں لوگوں کا مجمع زیادہ ہواس مرکز کی انتظامیہ کامیاب ہے۔ ذرااندازہ لگائیں عزاداری میں خرافات اس حد پہنچ گئے ہیں، رَش بنانے کے لئے مراکز دینی کے مابین مقابلہ اس حدتک پہنچ چکا ہے کہ لوگوں نے ممبررسولؐ اورمسجدوامام بارگاہ کے تقدس کو بھی فراموش کردیا ہے۔یہ غلط معیارات ہیں۔

وہی مجلس کامیاب ہے جس کے دوران عزاداروں تک پیغام کربلا منتقل ہوگیا ہو۔کیا فائدہ اس مجلس کا جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کا مجمع ہواوروہاں ایک جملہ ایسا نہ بولا جائے جس میں پیغام کربلا ہو۔سیدالشہدا علیہ السلام وامام زمانہ(عج) کی نظروں میں یہ ایک ناکام مجلس ہے۔ایسے ہی کبھی ماتمی

دستوں میں مقابلہ شروع ہو جاتا ہے جو شرمندگی کا باعث ہے۔

انسان کا کام کوشش ہے، نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے

ہمیں ہر حال میں اپنا فریضہ ادا کرنا چاہیئے۔ نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ نا چاہیئے۔ جب امام خمینیؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ شاہ کی حکومت کو گرانے میں کامیاب ہو جائیں گے؟

انہوں نے جواب دیا کہ نہیں معلوم۔

کیا آپ ایران میں اسلامی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟

کہا نہیں معلوم۔

اسی طرح ہر سوال کے جواب میں جب نتیجے کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ کہتے کہ نہیں معلوم۔

انہوں نے تعجب کا اظہار کیا کہ ان کو کسی بات کے بارے میں یقین نہیں کہ ہوگا یا نہیں! لیکن اتنے زور وشور سے اسلامی انقلاب کی تحریک چلا رہے ہیں۔ شاہ اور شاہ کے پالیسیوں کے خلاف سخت ترین بیانات دے رہے ہیں۔ لوگوں کو شاہ کی حکومت کے خلاف کرفیو کی حالت میں بھی گھروں سے نکلنے کو کہہ رہے ہیں۔ اس رپوٹر نے امامؒ سے سوال کیا کہ ایک طرف تو یہ تیاریاں اور دوسری طرف نتیجے کے بارے میں آپ کو کچھ نہیں معلوم!

امامؒ نے جواب دیا کہ دیکھیں آپ کو ہمارا معیار نہیں معلوم۔ آپ دنیاوی سیاستدانوں اور لیڈروں سے ہو کر ایک الٰہی لیڈر کے پاس آئے ہو اس لئے آپ کو الٰہی سیاست کرنے والوں کے معیاروں نہیں پتہ۔ امامؒ نے کہا کہ ہماری کامیابی کا معیار شاہ کی حکومت گرانے میں نہیں۔ ہماری کامیابی اسلامی حکومت کے قیام میں نہیں۔ ہم شاہ کی حکومت کو گرائیں تو بھی کامیاب ہیں نہ گرائیں تو بھی کامیاب ہیں۔ ہم اسلامی انقلاب قائم کریں تو بھی کامیاب ہیں۔ اسلامی انقلاب کامیاب نہ کر سکے تو بھی کامیاب ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جس دن ہم اپنا فریضہ انجام دیں ہم اسی دن کامیاب ہیں۔ اس کا نتیجہ نکلے یا نہ نکلے۔ ہم نے جو فریضہ ہم

پر بنتا تھا وہ ادا کر دیا۔اور فریضہ کی ادائیگی ہی ہماری کامیابی ہے۔میں نے اپنا فریضہ انجام دینے کا عزم کیا ہوا ہے۔اب اللہ نے چاہا تو نتیجہ برآمد ہوگا نہیں چاہا تو نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔

اسی طرح مراکز وانجمنوں، ذاکرین، نوحہ خوانوں، ماتمیوں، خطیبوں اور علماء وغیرہ کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ اپنا فریضہ انجام دیں، پھر خدا نے چاہا تو رش بنے یا نہ بنے۔

خدا کو آپ کی کوشش سے غرض ہے۔خدا کو آپ کی کوشش نظر آتی ہے۔اگر آپ کی کوشش سب سے زیادہ تھی تو آپ سب سے زیادہ کامیاب ہو۔

قیام امام حسین علیہ السلام اسی لیے کامیاب ہے کہ اس میں بھرپور کوشش اور فرض کی ادائیگی تھی ہر چند نتیجہ جو بھی نکلا!

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَى......[1]

اور یہ کہ انسان کو صرف وہی ملتا ہے جس کی وہ سعی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام و مسلمین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔دینی مراکز کو ہدایت، نور اور علم کے مراکز بنانے کی توفیق عنایت فرمائے۔پیغام کربلا اور امام حسین علیہ السلام کے مقصد شہادت کو سمجھنے اور اس کو پوری دنیا میں عام کرنے توفیق عنایت فرمائے۔دینی مراکز کو حقیقی پیغام حسینؑ کا پرچار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

انسان کا کام کوشش ہے، نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے

[1]...... (سورة النجم، آية: ٣٩)

فهرستین

فہرست آیات

فہرست روایات

صفحہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امام علی علیہ السلام

امام حسین علیہ السلام

دعاوزیارات

صفحہ

فہرست اشعار

صفحہ

(فیض احمد فیض)

مقتل میں نہ مسجد نہ خرابات میں کوئی
ہم کس کی امانت میں غمِ کار جہاں دیں
شاید کوئی ان میں سے کفن پھاڑ کے نکلے
اب جائیں شہیدوں کے مزاروں پہ اذاں دیں...... 75

(فارسی وعربی)

پردلی باید که بار غم کشد
رخش می باید که تن رستم کشد...... 74

لَعِبَتْ هَاشِمُ بِالْمُلْكِ فَلَا
خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْيٌ نَزَلَ...... 94

فہرستِ منابع وماخذ

القرآن الکریم

نہج البلاغہ

الاصول من الکافی۔ ثقۃ الاسلام الکلینی ،محمد بن یعقوبؒ، المتوفی: ۳۲۹ھ

الاحتجاج علی اھل اللجاج۔ الشیخ الطبرسی،

المناقب (احمد بن محمد المکی الخوارزمی)

المستدرک علی الصحیحین

اللھوف علی قتلی الطفوف۔ رضی الدین ابی القاسم علی بن موسی بن جعفر بن طاووسؒ

اقبال الاعمال۔ ابن طاووسؒ

المصباح للکفعمی،

بحارالانوار (علامہ باقر مجلسیؒ)

تحف العقول

تاریخ طبری

ترجمہ وتحقیق مفردات الفاظ قرآن۔ راغب اصفھانی، حسین بن محمد

تاریخ النیاحۃ علی الامام الشہید الحسین بن علیؑ۔ السید صالح بن ابراہیم بن صالح الشہرستانی

حماسۂ حسینی۔ متفکر شہید استاد مرتضٰی مطہریؒ

زادالمعاد، مفتاح الجنان۔ علامہ مجلسیؒ

سنن الترمذی، الترمذی السلمی، ابوعیسی محمد بن عیسی (متوفی ۲۷۹ ھجری)

شرح نہج البلاغہ۔ ابن ابی الحدید

صحیفہ سجادیہ

صحیح مسلم

عوالی اللآلی۔ ابن ابی جمہور احسائیؒ

کلیات اقبالؒ

موسوعۃ کلمات الامام حسینؑ

من لایحضرہ الفقیہ۔ الشیخ الجلیل الاقدم الصدوق اَبی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمیؒ، المتوفی ۳۸۱ھ

مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل۔ میرزا حسین النوری الطبرسیؒ

مثیر الاحزان ابن نما حلیؒ، جعفر بن محمد، المتوفی: ۶۴۵ھ

وسائل الشیعہ۔ الفقیہ المُحدث الشیخ مُحمّد بن الحسن الحُر العاملی